تجلیات شبیریہ
فی شرح
مناظرہ رشیدیہ
حضرت علامہ الحاج مفتی محمد شبیر پورنوی

ھو المعین   ھو القادر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المحترم وجادلھم بالتی ھی احسن

التجلیات الشبیریہ

فی شرح

المناظرۃ الرشیدیہ

بہ فیض روحانی

محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدنا مولانا غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلطان الہند خواجۂ خواجگان سیدنا مولانا غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شارح نورانی

شمس العارفین بدر طریقت حضرت علامہ الحاج قاری مفتی محمد شبیر نور نوری زیب سجادہ نوریہ بانی و سرپرست اعلیٰ

دار العلوم چشتیہ خانقاہ الصوفیہ شبیریہ کھگڑہ خانقاہ کشن گنج، بہار

ناشر لاثانی

چشتی دار الاشاعت کھگڑہ خانقاہ کشن گنج (بہار)

فون نمبر: ۲۲۳۴۰۵ (۰۶۴۵۶)

متن ________ الشریفیہ

ماتن ________ سید السند میر سید شریف جرجانی قدس سرہٗ

شرح ________ مناظرہ رشیدیہ

شارح ________ قطب الاقطاب محمد رشید حضرت دیوان جی قدس سرہٗ

شرح الشرح ________ التجلیات الشبیریہ

شارح شرح الشرح ________ علامہ الحاج مفتی محمد شبیر پورنوی زید مجدہٗ

سائز ________ ۲۰×۲۶ / ۸

صفحات ________ ۲۱۲

مطبوعہ : ________ نیو انڈیا آفسیٹ پرنٹرس دہلی

سول ایجنٹ : ________ الہدیٰ پبلیکیشنز دہلی

ملنے کے پتے

چشتی بکڈپو خانقاہ اشرفیہ شبیریہ کھگوہ کشن گنج (بہار)	☆	الہدیٰ پبلی کیشنز، 2982 کوچہ نیل کنٹھ، دریا گنج، نئی دہلی
مکتبہ الفہیم، ریحان مارکیٹ، صدر چوک، مئوناتھ بھنجن یوپی	☆	حق اکیڈمی مبارک پور اعظم گڈھ (یوپی)
مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی	☆	سعید بکڈپو، کلیا چک، نیو مارکیٹ مالدہ (بنگال)
قادری کتاب گھر نزد نومحلہ مسجد، بریلی شریف یوپی	☆	فاروقیہ بکڈپو، مٹیا محل ۴۲۲ جامع مسجد دہلی ۔۶
رضوی کتاب گھر، مٹیا محل ۴۲۳ جامع مسجد دہلی ۔۶	☆	جیلانی بکڈپو، چوڑی والان، جامع مسجد، دہلی ۔۶
مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئوناتھ بھنجن (یوپی)	☆	المجمع الاسلامی، مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
اسلامیہ بکڈپو، کلیا چک، مالدہ، ویسٹ بنگال	☆	عرشی کتاب گھر، منڈی میر عالم روڈ، پتھرگٹی، حیدرآباد ۔۲
کلیمیہ بکڈپو، سونالی مارکیٹ، کلیا چک، مالدہ، بنگال	☆	سمسی بک سینٹر، سمسی ضلع مالدہ (ویسٹ بنگال)

ضروری گذارش: زیر نظر شرح و ترجمہ کی تصحیح میں ناچیز نے کافی خیال رکھا بار بار دیکھا اور بغور دیکھا پھر بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ میں بھی ایک انسان ہوں اور انسان سے غلطی ممکن ہے لہٰذا اگر کسی صاحب کو کوئی غلطی نظر آ جائے تو براہ کرم اطلاع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درست کر لیا جائے۔

شکر گذار ________ شبیر پورنوی

Marketed & Printed by:

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, KUCHA NEEL KANTH, QAZI WARA, DARYA GANJ
NEW DELHI - 2, (INDIA) Cell: 08010503999, Tel: 011-43259013

بسم اللہ الرحمن الرحیم   اَلحَمدُ لِلّٰہِ

ترجمہ: ——— اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا۔ تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔

تشریح: ——— اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما۔ نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما۔ بیانہ بسم اللہ۔ یہ تسمیہ ماتن کا ہے شارح کا نہیں چونکہ شرح کی ابتدا بدا بعد الیتمن الخ سے ہے اس سے پہلے سے نہیں اور تسمیہ کے الفاظ چونکہ واضح و آسان ہے اس لئے یہاں اس کی وضاحت بیان نہیں کی گئی۔ البتہ حمد کے الفاظ کہ وہ الگ الگ انداز سے مذکور ہیں اسلئے یہاں اس کی وضاحت بیان کی جاتی ہے۔

بیانہ الحمد للہ۔ الحمد للہ میں چونکہ چار چیزیں مذکور ہیں۔ ایک الف لام دوسری حمد تیسری اللہ اسم جلالت چوتھی حمد کی تقدیم اسم جلالت پر۔ اسلئے اول کو واللام فیہ للجنس الخ سے اور دوم کو الحمد ہوالوصف الخ سے اور سوم کو واللہ علم للذات الخ سے اور چہارم کو قدم الحمد الخ سے آگے بیان کیا گیا ہے۔

بَدَأَ بعدَ التَّیَمُّنِ بالتسمیۃِ بحمدِ اللہِ سبحانہٗ اقتدأ بأحسنِ النظامِ وعملاً علیٰ حدیثِ خیرِ الانامِ وعلیٰ آلہٖ التحیۃُ والسّلامُ وَھُوَ کلُّ امرٍ ذی بالٍ لم یبدأ بحمدِ اللہِ فھوا قطعُ

ترجمہ: ——— ماتن نے اپنے رسالہ شریفیہ کو یتمن بالتسمیہ کے بعد الحمد للہ سجانہ سے قرآن کریم کی اقتدا اور حدیث خیر الانام علیہ التحیۃ والثنا پر عمل کرتے ہوئے شروع فرمایا اور وہ حدیث ہے کل امر ذی بال لم یبدأ الخ یعنی ہر امر ذی شان کہ جس کو الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے وہ نامکمل ہے۔

قولہ بدأ بعد الیتمن۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ماتن نے اپنے رسالہ شریفیہ کو تسمیہ کے بعد تحمید سے کیوں شروع فرمایا؟ جواب یہ کہ اس کی دو وجہ ہیں ایک احسن نظام یعنی قرآن کریم کی اقتدا اور دوسری حدیث خیر الانام علیہ التحیہ والثناء پر عمل کی وجہ سے کیونکہ اول یعنی قرآن کریم میں تیمن بالتسمیہ کے بعد سے شروع ہے۔ اس کو احسن نظام اس وجہ سے کہا گیا کہ اس کے نظم و ترتیب نہایت حسین و دلکش انداز میں ہے اس طرح دنیا کی کسی کتابوں میں نہیں۔ دوم یعنی حدیث خیر الانام میں چونکہ یہ مذکور ہے کل امر ذی بال الخ یعنی ہر امر ذی شان جو حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ نامکمل ہے۔ اسلئے کتاب کو کامل و اکمل بنانے کیلئے تسمیہ کے بعد تحمید سے شروع کیا گیا۔

قولہ بعد الیتمن: یہ بھی جواب ہے اس سوال کا جس طرح حدیث تحمید کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ

فهو اقطع سے یہ مستفاد ہے کہ اچھے کام کی ابتدا الحمد للہ سے کرنی چاہیئے ورنہ کام ناتمام ہو جائے گا اسی طرح حدیث تسمیہ کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فهو اقطع سے بھی یہ مستفاد ہے کہ اچھے کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرنی چاہیئے ورنہ کام ناقص ہو جائے گا ظاہر ہے ابتدا ایک ہی چیز سے ہو سکتی ہے دو چیزوں سے نہیں تو دونوں حدیثوں میں تعارض لازم آیا جو ممنوع ہے۔ جواب یہ کہ تعارض اس وقت لازم آتا ہے جبکہ بسم اللہ اور الحمد للہ دونوں لم یبدأ کے متعلق ہوں حالاں کہ بسم اللہ تیمناً کے متعلق ہے اور بحمد اللہ لم یبدأ کے پس اس کے تقدیر پر دونوں حدیثوں کا معنی یہ ہوا کہ جس نے کام شروع کرتے وقت بسم اللہ سے برکت حاصل نہ کی اور الحمد للہ سے ابتدا نہ کی تو اس کا کام ناقص و نامکمل ہے پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

قولہ[3] خیر الانام۔ خیر اسم تفضیل ہے جو اصل میں اَخیَر تھا اور انام بفتح همزہ بمعنی مخلوق ہے اگرچہ بکسر ہمزہ بھی مروی ہے دونوں کی توضیح التشریح المنیب میں موجود ہے اسی طرح التحیۃ والسلام کی بھی لیکن التشریح میں الصلوۃ مذکور ہے اور یہاں التحیۃ مذکور! دونوں اگرچہ لفظ میں الگ الگ ہیں لیکن معنی دونوں کا ایک اور وہ مطلق دعا ہے اور وھو کل امر الخ میں ضمیر مرفوع کا مرجع حدیث خیر الانام ہے جیساکہ سیاق کلام اس پر دال ہے۔

وَالحمدُ[1] هو الوصفُ بالجميلِ على الجميلِ الاختياري حقيقةً[2] او حكماً كصفاتِ الباري تعالىٰ[1]

ترجمہ:— اور حمد وہ وصف جمیل ہے اختیاری خوبیوں پر حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے صفاتِ باری تعالیٰ!

تشریح:— قولہ[1] والحمد۔ حمد اس تعریف کو کہا جاتا ہے جو کسی کے جمیل اختیاری پر الفاظ جمیلہ کیساتھ ذکر حسن ہو یعنی کسی کے اختیاری خوبیوں پر زبان سے بقصد تعظیم ذکر حسن ہو۔ عام ہے وہ نعمت کے عوض ہو یا نعمت کے عوض نہ ہو۔ حمد کے مقابل ذم و ہجو ہیں۔

واضح ہو کہ حمد کے لوازم چار ہیں (۱) حامد (۲) محمود (۳) محمود بہ (۴) محمود علیہ۔ حامد وہ ہے جو وصف بیان کرے۔ محمود وہ ہے جس کا وصف بیان کیا جائے اور محمود بہ وہ وصف حسن ہے جو محمود کی طرف مسند ہو اور محمود علیہ وہ وصف حسن ہے جو حمد کا باعث ہو اور محمود علیہ اور محمود بہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے جیسے زید کو بکر سے درہم حاصل کرنے کے وقت حمدتہ علی اعطاء الدرہم کہنے میں اعطاء درہم پر دونوں صادق ہیں کیوں کہ اعطاء درہم محمود کی طرف مسند ہے اور یہی حمد کا باعث بھی ہے برخلاف حمدتہ علی علمہ میں دونوں علیحدہ ہیں اسلئے کہ محمود بہ علم ہے اور محمود علیہ

اعطاء اور الحمد للہ الذی ھدانا میں جو ہدایت ہے اس پر دونوں صادق ہیں اسلئے کہ وہ ذات باری کی طرف مسند ہے اور یہی حمد کا باعث بھی ہے۔

قولہ حقیقۃً او حکماً۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اللہ تعالے کے جمیل اختیاری اس کے صفات حقیقیہ ہیں اور اس کے صفات حقیقیہ کل سات ہیں (۱) علم (۲) قدرت (۳) حیوٰۃ (۴) ارادہ (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام ظاہر ہے وہ اختیاری نہیں کیونکہ جو خوبی اختیاری ہو وہ حادث ہوتی ہے چونکہ وہ مسبوق بالارادہ ہوتا ہے اسلئے کہ شئی کا پہلے علم ہوتا ہے پھر شوق پھر ارادہ اس کے بعد شئی بالفعل عدم سے وجود میں آتی ہے اسی کو حادث کہا جاتا ہے یعنی جو پہلے نہ تھا اور اب ہوا جبکہ مذکورہ صفات قدیم ہیں۔ جواب یہ کہ صفات کا اختیاری ہونا عام ہے حقیقۃً ہو یا حکماً تو اللہ تعالے کی صفات حقیقۃً اختیاری نہیں لیکن حکماً اختیاری ہیں۔ حکماً اختیاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس کا صدور فاعل مختار سے ہو اور صفات مذکورہ کا صدور بھی اللہ تعالے کے اختیار سے ہوتا ہے اور عبارت میں کصفات الباری مثال ہے جمیل اختیاری کی

وَاللَّامُ فِيهِ لِلْجِنْسِ اَوْ لِلْاِسْتِغْرَاقِ وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ لِلْعَهْدِ اِشَارَةً اِلَى الْحَمْدِ الْمَحْبُوْبِ وَالْمَرْضِيِّ لَهُ تَعَالٰى الْمَذْكُوْرِ فِيْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَضْعَافَ مَا حَمِدَهٗ جَمِيْعُ خَلْقِهٖ كَمَا يُحِبُّهٗ وَيَرْضَاهُ

ترجمہ: ——— اور حمد میں لام جنس کا ہے یا استغراق کا اور اس امر کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ لام عہد کیلئے ہو اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس محبوب و پسندیدہ حمد کی طرف جو سرکار مدینہ کے اس قول میں مذکور ہے الحمد للہ اضعاف الخ یعنی وہ حمد جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات نے کی ہو اس سے کئی گنا زیادہ اللہ کی حمد ہو جیسا کہ وہ محبوب و پسند فرماتا ہے

تشریح: ——— قولہ واللام فیہ۔ الحمد للہ میں لام اگرچہ ذکر میں پہلے ہے اور حمد اس کے بعد لیکن حمد چونکہ مستقل ہے اور لام غیر مستقل اور مستقل کا وجود پہلے ہوتا ہے اور غیر مستقل کا اس کے بعد اس وجہ سے حمد کو پہلے بیان کیا گیا پھر لام کو۔ اور لام کے متعلق تین قول ہیں ایک علامہ تفتازانی کا اور وہ یہ کہ وہ جنس کا ہے اس صورت میں متن کا معنی یہ ہوگا کہ جنس حمد اللہ تعالے کیلئے ثابت ہے دوسرا قول میر سید السند کا ہے اور وہ یہ کہ لام استغراق کا ہے پس اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ حمد کا ہر فرد اللہ تعالے کیلئے ثابت ہے تیسرا قول بعض محققین کا ہے اور وہ یہ کہ لام عہد خارجی کا ہو جس کا معہود خاص حمد ہے جو محبوب و پسندیدہ ہے جس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں موجود ہے الحمد للہ اضعاف ما الخ۔

قولہ یحتمل ان یکون : الحمد کے لام میں جو تیسرا قول عہد خارجی کا ہے اس کو یحتمل سے بیان کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا گیا اور وہ ضعف یہ کہ لام خارجی کا ہو نیسے صرف خاص حمد مراد ہوتی ہے دوسرے محامد اس سے خارج ہو جاتی ہیں پس اسمیں دوسری محامد کا خارج ہونا ضعف کو لازم کرتا ہے جبکہ لام جنس یا استغراق کا ہو تو اس میں تمام محامد یہاں تک کہ خاص حمد بھی داخل ہو جاتی ہے۔

واختارَ اسمیۃَ الجملۃِ علیٰ فعلیتِھا لکونِھا دالۃً علی الثباتِ والدوامِ وقدّمَ الحمدَ لانہُ المناسبُ للمقامِ وھی فی الاصلِ جملۃٌ فعلیۃٌ فیکونُ انشاءً للحمدِ ویحتملُ اَنْ یکونَ اِخباراً بکونِ المحامدِ کلھا للہِ تعالیٰ متضمناً للحمدِ فانَّ الاخبارَ بذلک عینُ الحمدِ

ترجمہ : ـــــ اور ماتن نے اسمیہ جملہ کو فعلیہ جملہ پر اسلئے اختیار فرمایا تاکہ اسمیہ جملہ ثبات و دوام پر دلالت کرے اور حمد کو اللہ اسم جلالت پر اس لئے مقدم فرمایا کہ وہ مقام کے مناسب ہے اور وہ اصل میں جملہ فعلیہ ہے پس وہ انشاء حمد ہے اور یہ بھی احتمال ہے اللہ تعالیٰ کی تمام محامد کی اخبار ہو جو حمد کو متضمن ہے پس حمد کی خبر دینا عین حمد ہوا۔

تشریح : ـــــ قولہ واختار ۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ حمد کو جملہ فعلیہ سے بیان کیا جا سکتا ہے اور جملہ اسمیہ سے بھی لیکن ماتن نے الحمد للہ کہہ کر جملہ اسمیہ سے کیوں بیان فرمایا جملہ فعلیہ سے کیوں نہیں؟ جواب یہ کہ جملہ فعلیہ میں چونکہ حدوث و تغیر ہوتا ہے جس سے ادنیٰ درجہ کی حمد حاصل ہے چنانچہ حمدت اللہ تعالیٰ کا معنیٰ ہوا کہ مجھ سے گذشتہ زمانہ میں حمد صادر ہوئی اور یہ خلاف ہے منعم حقیقی کی شان کے اس وجہ سے جملہ اسمیہ سے حمد کو بیان کیا گیا تاکہ وہ دوام و استمرار پر دلالت کرے چونکہ اسم میں دوامیت و استمرار ہوتی ہے۔

قولہ اسمیۃ الجملۃ ۔ جملہ کا اطلاق اولاً دو قسموں پر ہوتا ہے ایک فعلیہ پر اور دوسری اسمیہ پر تو عبارت میں جملہ اسمیہ کہنا چاہیئے نہ کہ اسمیہ جملہ۔ غالباً اس کی وجہ یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ الحمد للہ اگرچہ بظاہر جملہ اسمیہ ہے لیکن وہ اصل میں جملہ فعلیہ تھا جس کو اسمیہ جملہ کہا گیا ہے تاکہ وہ دوام و استمرار پر دلالت کرے گویا اسمیہ جملہ کا معنیٰ ہوا جملہ فعلیہ کا اسمیہ ہونا۔

قولہ وقدم الحمد ۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ حمد اگر جملہ اسمیہ سے مقصود ہے تو للہ الحمد کہنا چاہیئے اور وہ مقام کے مناسب بھی ہے کہ اس میں اللہ اسم جلالت مقدم ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور حمد وصف پر اور ذات وصف

پر طبعاً مقدم ہے تو اس کو ذکر میں بھی مقدم کرنا چاہیئے تاکہ ذکر طبع کے موافق ہو جائے جواب یہ کہ عرب کا مشہور مقولہ ہے لکل مقام مقال ولکل مقال مقام یعنی ہر مقام کیلئے مخصوص گفتگو ہے اور ہر گفتگو کیلئے مخصوص مقام ہے تو یہ مقام چونکہ مقام حمد ہے اسلئے اس کو مقدم کرکے الحمد للہ کہا گیا ہے۔ مزید تفصیل نوادر النعیمی میں ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ وھی فی الاصل۔ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ الحمد للہ جملہ خبریہ ہے جس کا معنی ہے حمد کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے اور مقصود حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ امر ذی شان کی ابتداء حمد سے ہو اور یہ انشاء سے حاصل ہوتا ہے اخبار سے نہیں۔ جواب اس کے دو ہیں ایک یہ کہ الحمد للہ اگرچہ حقیقۃً جملہ خبریہ ہے لیکن وہ انشاء حمد کے معنی میں منقول ہے جس طرح بعت و اشتریت اگرچہ جملہ خبریہ ہے لیکن مقام بیع و شراء میں انشاء پر محمول ہے دوسرا جواب یہ کہ الحمد للہ کو اگر جملہ خبریہ ہی میں مستعمل ہونا تسلیم کیا جائے تو بھی مقصود کے خلاف نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام محامد کی خبر دینا بھی حمد کو متضمن ہے کیونکہ اخبار حمد بھی بعینہٖ حمد ہوتا ہے جس طرح زید کیلئے یہ کہنا کہ ھو کاذبٌ تو اگرچہ وہ خبر ہے لیکن انشاء کیلئے مستعمل ہے کہ اس میں زید کیلئے کاذب ہونے کو منسوب کیا گیا ہے۔

وَاللّٰہُ عَلَمٌ لِلذَّاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْکَمَالِ لَا اسْمٌ لِمَفْهُوْمِ الْوَاجِبِ بِالذَّاتِ کَمَا قِیْلَ لِاَنَّهٗ یُنَافِیْهِ دَلَالَةُ کَلِمَةِ التَّوْحِیْدِ عَلَیْهِ وَلِذٰلِكَ اخْتَارَ ذٰلِكَ دُوْنَ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ اَرَادَ بَعْدَ الْاِیْمَاءِ اِلَی الْاِسْتِجْمَاعِ لِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْکَمَالِ بِالْاِجْمَالِ اَنْ یُّفَصِّلَ بَعْضَهَا مَعَ الْاِشْعَارِ بِبَرَاعَةِ الْاِسْتِهْلَالِ

ترجمہ: ——— اور اللہ علم ہے اس ذات واجب الوجود کا جو تمامی صفات کمال کا جامع ہے نہ کہ اسم ہے مفہوم واجب بالذات کا جیساکہ بعض لوگوں کا قول ہے کیونکہ وہ کلمۂ توحید کی دلالت کا منافی ہے اسی وجہ سے لفظ اللہ کو اختیار کیا گیا الرحمٰن کو نہیں جمیع صفات کمال کے استجماع کی طرف اجمالاً اشارہ کے بعد ارادہ فرمایا کہ ان میں سے بعض کی تفصیل بیان فرمائے براعت استہلال کے اشعار کے ساتھ۔

تشریح: ——— **قولہ واللہ علم**۔ لفظ اللہ جو اسم جلالت ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ آیا علم ہے یا اسم یعنی جزئی حقیقی ہے یا کلی اول کے قائل علامہ تفتازانی ہیں اور دوم کے قائل علامہ بیضاوی ہیں علامہ تفتازانی نے کہا کہ اللہ علم ہے اس ذات واجب الوجود کا جو تمامی صفات کمالیہ کا جامع ہے پس اس کے مفہوم میں تکثر محال ہوا علامہ بیضاوی نے کہا کہ لفظ اللہ کی وضع مفہوم کلی کیلئے ہے پس اس کے مفہوم میں تکثر جائز ہے لیکن غلبۂ استعمال کی وجہ سے ذات واجب الوجود کا علم بن گیا ہے جس طرح لفظ علامہ جامی کی وضع مفہوم کلی کیلئے ہے کہ جو بھی عالم ملک جام کا باشندہ ہو وہ علامہ جامی

کہلائے گا لیکن غلبۂ استعمال کی وجہ سے اس کا اطلاق علامہ عبد الرحمٰن مصنف شرح جامی پر ہوتا ہے۔

قولہ[۲] **لا اسم**۔ شارح نے اس عبارت سے اپنے مختار مذہب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ علامہ تفتازانی نے جو علم کا قول کیا ہے وہ بہتر ہے کیونکہ اللہ اسم جلالت اگر اسم یعنی کلی ہو تو کلمۂ توحید جو لا الٰہ الا اللہ ہے وہ توحید کیلئے نہ رہے گا چونکہ اس کے مفہوم میں تکثر ہے اور ظاہر ہے تکثر توحید کے منافی ہے۔

قولہ[۳] **ولذلک اختار**۔ یہ دوسرا جواب ہے سوال مذکور کا اور ماتن کے مذہب مختار کی طرف اشارہ بھی کہ اسم جلالت اگر وضع کے اعتبار سے علم نہ ہو بلکہ کلی ہو اور غلبۂ استعمال کی وجہ سے رب قدیر کا علم بن گیا ہو تو لفظ اللہ کے بجائے الرحمٰن کہنا چاہیئے تھا چونکہ اس کی وضع مفہوم کلی کیلئے ہے اور غلبۂ استعمال کی وجہ سے وہ رب قدیر کا علم بن گیا ہے لیکن ان کا لفظ اللہ کہنا اور الرحمٰن نہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مختار مذہب یہی ہے کہ لفظ اللہ علم ہے کلی نہیں ہے جسمیں تکثر محال ہے

قولہ[۴] **ثم اراد بعد الایماء**۔ یہ جواب ہے سوال مقدر کا اور ساتھ ہی آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان بھی سوال یہ کہ ماقبل میں یہ مذکور ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے پھر اب ان میں سے بعض صفتوں کا بیان کیا جاتا ہے آخر ایسا کیوں؟ جواب یہ کہ ماقبل میں جو صفتوں کا بیان ہوا وہ اجمالاً تھا اور اب وہ صفتیں صراحۃً و تفصیلاً بیان کی جاتی ہیں۔ اس سے آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط بھی ظاہر ہو گیا کہ ماقبل میں صفتیں اجمالاً مذکور تھیں اور اب تفصیلاً بیان کی جاتی ہیں۔

قولہ[۵] **مع الاشعار**۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ صراحۃً صرف ان ہی بعض صفتوں کو بیان کیا گیا دوسری بعض صفتوں کو کیوں نہیں؟ اس میں مرجح کیا ہے؟ جواب یہ کہ مرجح اس کا یہ ہے کہ بیان کردہ صفتیں براعت استہلال کی طرف مشعر ہیں کیوں کہ براعت استہلال کہتے ہیں مصنفین کا خطبہ میں ایسے الفاظ کو بیان کرنا جو مقصود کی طرف مشعر ہوں اسلئے کہ براعت لغت میں ماخوذ ہے برع الرجل سے جو علم وفضل یا حسن وجمال میں یکتا ہونے یا کسی پر فوقیت رکھنے کو کہا جاتا ہے اور استہلال کہتے ہیں۔ بچے کا پیدائش کے وقت زور زور سے رونے کو۔

فقال[۱] الذی لا مانع لحکمہ مریداً بالمنع معناہ اللغوی ویحتمل اَنْ یکون المرادُ المعنی الاصطلاحی بجعل[۲] انکارِ المنکرین کلا انکار لوجود ما ان تاملوا فیہ ارتدعوا[۳] عنہ کقولہ تعالیٰ لا ریب فیہ ولا ناقض لقضائہ وقدرہ

ترجمہ ——— پس ماتن نے فرمایا (وہ اللہ کہ جس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں) ارادہ کرتے ہوئے اس کے

معنیٔ لغوی کا اور اس امر کا احتمال رکھتا ہے کہ مراد معنی اصطلاحی ہو منکرین کے انکار کو لا انکار کی مثل کر کے بہ سبب اس امر کے وجود کے کہ اگر اس میں تامل کریں تو اس سے باز آجائیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لاریب فیہ (اور نہ ہی اس کے قضاء قدر کا کوئی توڑنیوالا ہے)

تشریح:- قولہ فقال۔ یہ عبارت شرح کی ہے جس کا تعلق مریداً بالمنع کے ساتھ ہے خلاصہ اس کا یہ کہ ماتن کے قول لا مانع لحکمہ میں جو مانع ہے وہ مشتق ہے منع سے اور منع کے دو معنی ہیں ایک لغوی اور دوسرا اصطلاحی۔ لغوی معنی اس کا روکنا ہے اور اصطلاحی معنی طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ ہے یعنی کسی مقدمہ معینہ کا انکار کرتے ہوئے اس پر دلیل کا مطالبہ کرنا ظاہر ہے منع سے یہاں مراد اس کا لغوی معنی ہے کیونکہ اس صورت میں متن کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ کے حکم یعنی نسبت کا روکنے والا کوئی نہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ اگر یہ ہو کہ فلاں آدمی فلاں دن پیدا ہوگا یا مرے گا تو اس کا کوئی روکنے والا نہ ہوگا یہ بھی احتمال ہے کہ منع سے اس کا اصطلاحی معنی مراد ہو لیکن اس صورت میں چونکہ سوال پیدا ہے جس کیلئے جواب کی ضرورت پیش آئے گی اسلئے اس کو احتمال سے تعبیر کیا گیا اور پہلا معنی کو ظاہر اس لئے کہا کہ اس صورت میں کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

قولہ بجعل انکار:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اللہ تعالےٰ کیلئے یہ کہنا کہ اس کے حکم کا کوئی منکر نہیں۔ درست نہیں چونکہ کفار اللہ تعالیٰ کے حکم کا منکر ہیں مومنین ہی صرف اس کے حکم کو مانتے ہیں جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چونکہ واضح دلائل و براہین موجود ہیں کہ کفار اگر ان کے اندر تھوڑا بھی غور و فکر کرلیں تو وہ اپنے انکار سے باز آسکتے ہیں سلئے ان کے انکار کو لا انکار کے درجہ میں اتار کر یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا کوئی منکر نہیں جیسا کہ رب ذوالجلال نے خود ہی ارشاد فرمایا لاریب فیہ یعنی قرآن میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ کفار قرآن میں شک و شبہ کرتے تھے لیکن دلائل پر اگر غور کیا جائے تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کے شک کو لاشک کے درجہ میں اتار کر فرمایا لاریب فیہ کہ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

بیانہ ولاناقض۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قضاء قدر کا کوئی ناقض یعنی توڑنیوالا نہیں۔ قضاء قدر اگرچہ دونوں ایک ساتھ مستعمل ہوتے ہیں لیکن ان کے درمیان فرق ہے کیونکہ قضاء کہتے ہیں امر۔ حکم۔ فصل مع الاحکام کو اور اس کو بھی کہ اشیاء کے وجود خارجی سے پہلے نفس الامر میں جس ارادہ ازلی کا تعلق ان اشیاء نفس الامریہ کے ساتھ ہوتا ہے اور قدر کہتے ہیں اشیاء کے بالفعل موجود ہوتے وقت جس ارادہ ازلی کا تعلق ان اشیاء سے ہو۔

ثم لما کان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وسیلۃً لوصول حکمہٖ الینا واصحابہٗ مرشدین لنا اردف التحمید بالصلوٰۃ فقال والصلوٰۃ وھی فی اللغۃ مطلق العطف فاذا نُسبت الی اللّٰہ تعالیٰ یراد بھا الرحمۃ الکاملۃ

وَاِذَا نُسِبَتْ اِلَی الْمَلَائِکَۃِ یُرَادُ بِھَا الْاِسْتِغْفَارُ وَاِذَا نُسِبَتْ اِلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یُرَادُ بِھَا الدُّعَاءُ فَمَعْنٰی قَوْلِھِمْ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَظِّمْہُ فِی الدُّنْیَا بِاِعْلَاءِ ذِکْرِہٖ وَاِبْقَاءِ شَرِیْعَتِہٖ وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِتَشْفِیْعِہٖ فِی الْاُمَّۃِ وَتَضْعِیْفِ اَجْرِ عَمَلِہٖ ــــــ

ترجمہ: ــــــ پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہم تک پہونچانے کا وسیلہ ہیں اور آپ کے صحابہ ہمارے راہ نما ہیں تو ماتن نے تحمید کے بعد صلوٰۃ کو بیان فرمایا تو کہا (اور رحمت کاملہ ہو) صلوٰۃ لغت میں مطلق عطف و مہربانی کو کہا جاتا ہے پس جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس سے رحمت کاملہ مراد ہوتی ہے اور جب ملائکہ کیطرف منسوب ہو تو اس سے استغفار مراد ہوتا ہے اور جب مومنین کی طرف منسوب ہو تو اس سے دعا مراد ہوتی ہے تو ان کے قول اللّٰھم صل علی محمد کا معنی یہ ہوا کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلاء ذکر اور ابقاء شریعت کے ساتھ بلند فرما اور آخرت میں امت کی شفاعت کی قبولیت اور عمل کے دوہرے ثواب کے ساتھ انہیں عظیم و بلند فرمایا۔

تشریح: ــــ **قولہ ثم لما کان** ۔ یہ آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے اور ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی کہ خطبہ میں جب حمد و ثنا کا ذکر ہوا تو اس کے بعد سرکار مدینہ اور ان کے صحابہ پر درود کیوں بھیجا گیا؟ جواب یہ کہ ذات باری تعالیٰ چونکہ منعم حقیقی ہے جس کیلئے حمد کا ہونا ضروری تھا اسلئے پہلے اس کی حمد کو بیان کیا گیا اور سرکار مدینہ چونکہ منعم مجازی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہم تک پہونچانے کا وسیلہ ہیں اور آپ کے صحابہ ہمارے پیشوا اور رہ نما ہیں اسلئے اس کے بعد سرکار پر درود بھیجا گیا پھر آپ کے صحابہ پر تاکہ ان کا بھی شکر ادا ہو جائے۔ اس بیان سے ربط بھی واضح ہو گیا کہ حمد کے بعد صلوٰۃ کو وسیلہ کی وجہ سے بیان کیا گیا۔

قولہ وھی فی اللغۃ ۔ یعنی صلوٰۃ لغت میں مطلق عطف و مہربانی کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں اس کے معنی مختلف ہیں کہ اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کاملہ ہوگی اور جب ملائکہ کی طرف ہو تو اس سے مراد استغفار ہوگا اور جب مومنین کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا ہوگی چنانچہ اللّٰھم صل علی محمد میں صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ نازل فرما! اور اگر نسبت مومنین کی طرف ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلاء ذکر اور ابقاء شریعت کے ساتھ بلند فرما! اور آخرت میں ان کے شفاعت کی قبولیت اور عمل کے دوہرے ثواب کے ساتھ انہیں عظیم و بلند فرما!

عَلٰی سَیِّدِ اَنْبِیَائِہٖ وَھُوَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا وَرَدَ فِی الْخَبَرِ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ وَالنَّبِیُّ ھُوَ اِنْسَانٌ مَبْعُوْثٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَی الْخَلْقِ لِتَبْلِیْغِ اَحْکَامِہٖ فَاِنْ کَانَ ذَا کِتَابٍ وَشَرِیْعَۃٍ مُتَجَدِّدَۃٍ یُسَمّٰی رَسُوْلًا وَاِضَافَۃُ

اَلانبیاءِ للاستغراقِ فیتناول الرسلَ ایضاً

ترجمہ: ——— (انبیا کے سردار پر) اور وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور نبی وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پہونچانے کیلئے پس اگر وہ نئی کتاب و نئی شریعت والا ہے تو اس کو رسول کہا جائے گا اور انبیاء کی اضافت ضمیر کی طرف استغراق کیلئے ہے پس وہ رسولوں کو بھی شامل ہو جائے گا۔

تشریح: ——— **قولہ**[۱] **وھو نبینا**: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ صلوٰۃ تو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا چاہئے لیکن بھیج رہے ہیں انبیاء کے سردار پر! ایسا کیوں؟ جواب یہ کہ سید انبیاء سے مراد اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں تو جو اولاد آدم کا سردار ہو ظاہر ہے وہ انبیاء کے بھی سردار ہوں گے کیونکہ انبیاء بھی اولاد آدم ہیں۔

قولہ[۲] **ولا فخر**: یعنی میرا اولاد آدم کا سردار ہونا ایک ادنیٰ اعجاز ہے اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور قابل فخر تو دوسرے بہت سارے اعجاز ہیں یا یہ کہ میرا سید ولد آدم ہونا بطور حقیقت ہے بطور فخر نہیں جس طرح تحدیث نعمت کے طور پر کوئی یہ کہے کہ میں سادات سے ہوں یا میں اولاد غوث و خواجہ سے ہوں۔

قولہ[۳] **والنبی ھو انسان**: لفظ نبی مشتق ہے نبو بمعنی رفعت سے یا نباء بمعنی خبر دینے سے بتقدیر اول معنی اس کا ہے بلند ہونے والا۔ وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند کیا ہوا ہوتا ہے بتقدیر دوم معنی ہے خبر دینے والا وجہ تسمیہ اس صورت میں بھی ظاہر ہے کہ وہ غیب کی خبر دینے والا ہوتا ہے۔ اصطلاحی معنی اس کا یہ ہے کہ وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ احکام کیلئے مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہو۔ انسان سے مراد مطلق انسان نہیں بلکہ مرد انسان ہے کیونکہ عورت بھی اگرچہ انسان ہے لیکن وہ نبی نہیں کیونکہ فرائض نبوت میں امامت و حکومت لازم ہے اور عورت شرعاً اس کا اہل نہیں۔

قولہ[۴] **وان کان ذا کتاب**: نبی و رسول کے درمیان یہ فرق ہے کہ رسول وہ مرد ہے جس کے ساتھ نئی کتاب و نئی شریعت ہو اور نبی وہ مرد ہے جس کے ساتھ صرف نئی شریعت ہو عام ہے اس کے ساتھ نئی کتاب ہو یا نہ ہو۔ اس تقدیر پر نبی عام ہوا اور رسول خاص۔ ہر رسول نبی ہوگا اور ہر نبی رسول نہیں۔ تفصیل التشریح میں دیکھئے۔

قولہ[۵] **اضافۃ الانبیاء**: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ نبی جب عام ہے اور رسول خاص تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سردار ہوئے رسولوں کے نہیں تو انبیاء کے بعد رسلہ کو بھی اضافہ کرنا چاہئے تاکہ رسولوں کا سردار ہونا

بھی ظاہر ہو جائے جواب یہ کہ انبیاء جمع ہے اور جمع جب مضاف ہوتا ہے تو استغراق کا فائدہ دیتا ہے پس معنی یہ ہوا کہ اس دنیا میں جتنے
انبیاء کرام جلوہ گر ہوئے آپ ان تمام کے سردار ہوئے اور رسول چونکہ نبی بھی ہوتا ہے اسلئے رسول بھی انبیاء میں داخل ہو گئے
لہذا اضافہ کرنا فضول ہے۔

لا یقال[1] نبینا علیہ السلام داخلٌ فیہم فیلزم کونہٗ سید اً من نفسہٖ لانا نقول[2] یحکمُ بداھۃُ
العقلِ بخروجہٖ علیہ السلام منہم صلوات اللّٰہِ علیہم کقولہٖ تعالیٰ واللّٰہ علیٰ کلِّ شیءٍ قدیرٌ۔

ترجمہ: ــــــ نہ کہا جائے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان انبیاء میں داخل ہیں تو ان کو اپنے آپ کا
سردار ہونا لازم آئے گا کیونکہ ہم کہیں گے کہ بداہت عقل حکم کرتی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صلوات اللہ
علیہم سے خارج ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: ــــ **قولہ لا یقال[1]**: یہ ایک سوال ہے کہ انبیاء سے جب تمام انبیاء مراد ہیں تو ہمارے
نبی کریم صلی اللہ علیہ بھی انبیاء میں داخل ہوئے تو اس سے آپ کا اپنی ذات کیلئے سردار ہونا لازم آیا جو ممنوع ہے۔

قولہ لانا نقول[2]: یہ جواب ہے سوال مذکور کا کہ انبیائہ میں اضافت استغراقی ہے لیکن بداھت عقل
اس کا مخصص ہے کہ آپ انبیاء میں داخل نہیں تو آپ کا اپنی ذات کیلئے سردار ہونا لازم نہ آیا جس طرح اللہ تعالیٰ کے
قول واللہ علی کل شیٔ قدیر میں اللہ تعالےٰ اشئی میں داخل نہیں جبکہ شئی موجود کو کہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ بھی موجود ہے تو جب
اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے تو وہ خود بھی موجود ہے تو اس سے لازم آیا کہ اللہ تعالےٰ خود اپنی ذات پر قادر ہو حالاں کہ وہ بداہۃً
ممنوع ہے۔ لازم آیا کہ اللہ تعالےٰ اشئی سے خارج ہے۔

وسند اولیائہٖ السندُ[1] ما استندت الیہ واولیاؤہٗ تعالےٰ خواصہٗ اَعمُّ من اَن یکون نبیاً او غیرہٗ
لکن یخرج نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم بدلالۃِ العقلِ والظاھر[2] اَن یکون المرادُ بالاولیاءِ ھٰھنا من
سوی الانبیاءِ من العلماءِ والصلحاءِ ولا[3] یخفیٰ ما فی لفظِ السیدِ والسندِ من صنعۃِ التجنیس

ترجمہ: ــــــ (اور اس کے اولیاء کی سند پر) سند وہ ہے جس کا سہارا لیا جائے اور اللہ تعالےٰ

کے اولیاء اسکے مقربین وخواص ہیں عام ہےکہ وہ نبی ہوں یا غیر نبی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دلالت عقل سے خارج ہیں اور ظاہر ہے اولیاء سے مراد انبیاء کے علاوہ علماء و صالحین ہیں اور مخفی نہ رہے جو لفظ سید و سند میں صنعت تجنیس ہے۔

تشریح :۔ قولہ السند ما الخ یعنی سند وہ ہے جس کا سہارا لیا جائے جیسے دیوار و عصا وغیرہ وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ سرکار کی ذات مبارکہ بھی مقربین کیلئے سہارا ہیں۔ اولیاء جمع ہے ولی کی اور ولی کا معنی متعدد ہے۔ محب محبوب مقرب۔ ناصر وغیرہ تو اولیاء اللہ کا معنی ہوا کہ اللہ تعالی کے مقربین وخواص اور وہ عام ہے کہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء بتقدیر اول ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہو جائیں گے لیکن اس کی ذات بداہۃً خارج ہو جائے گی۔

قولہ[۲] والظاہر ان یکون: یعنی اولیاء سے مراد اگرچہ عام ہے کہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء لیکن ظاہر غیر انبیاء مراد لینا ہے کیونکہ وہ انبیاء کے تقابل میں آیا ہے اور مقابل ہونا غیریت کو مقتضی ہے اگرچہ عام مراد لینا بھی جائز ہے لیکن اس میں چونکہ سرکار کی ذات کا داخل ہونا لازم آتا ہے جس کیلئے تاویل کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ دلالت عقل سے خارج ہے اسلئے ظاہر اس کا برعکس مراد لینے میں ہے۔

قولہ[۳] ولا یخفی ما فی لفظ:۔ یعنی سید و سند میں صنعت تجنیس ہے کیونکہ صنعت تجنیس علم بلاغت میں اس صنعت کو کہا جاتا ہے جس کے دو ہم شکل الفاظ ہوں اور ان کے معانی مختلف ہوں جس طرح سید و سند دونوں کے الفاظ ہم شکل ہیں اور معانی دونوں کے مختلف ہیں۔

وعلٰی[۱] اَحبابِہ المعارضین لاعدائہٖ من[۲] الکفارِ المنکرینَ للتوحیدِ و رسالتہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِاللِّسانِ[۳] والسنانِ والمعجزاتِ والفرقانِ بحیثُ عجزُوا عن الاتیانِ بمثل اقصرِ سورۃٍ منہ و لم یبقَ فی مکۃَ مشرکٌ الاوان یظہرَ الایمانَ والاحبابُ[۴] الذین یحبونہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بصمیمِ قلبِہم وخلوصِ اعتقادِہم والآلُ[۵] داخلٌ فیہم فلا حاجۃَ الی التصریحِ بہم ولا یذ[۶]ہب علیک ما فی لفظ المنحِ والنقضِ والسندِ والمعارضۃِ من حُسنِ براعۃِ الاستہلالِ المناسبِ لآدابِ المقالِ کما نبہنا[۷] علیہ فی اولِ الحالِ

ترجمہ ــــــــ (اور درود ہو آپ کے احباب پر جو آپ کے دشمنوں سے لڑنیوالے ہیں) کفار میں سے جو توحید و رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں زبان اور نیزہ اور معجزہ اور فرقان کے ذریعہ اس حیثیت سے کہ قرآن کریم کی چھوٹی آیت کی مثل لانے سے عاجز ہیں اور مکہ شریف میں کوئی مشرک باقی نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اپنے ایمان کو

ظاہر کرے اور احباب وہ ہیں جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ سے خلوص دل اور خلوص اعتقاد سے محبت کریں اور آل احباب میں داخل ہیں لہذا ان کی تصریح کی ضرورت نہیں اور آپ پر وہ امر نہ جائے جو لفظ منع اور نقض اور سند اور معارضہ میں براعت استہلال کا حسن ہے جو طریقۂ کلام کے مناسب ہے جیسا کہ ہم نے اس پر ابتدا وقت پر تنبیہ کر دیا ہے۔

تشریح: ــــ بیانہ وعلی احبابہ: متن کی اس عبارت سے پانچ سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب شارح نے آگے بیان فرمایا ہے وہ ایک سوال یہ کہ احبابہ واعدائہ کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ اور اعداء سے مراد کون لوگ ہیں؟ دوسرا یہ کہ معارضین میں جو معارضہ ہے اسکی کتنی صورتیں ہیں؟ تیسرا یہ کہ معارضہ کا نتیجہ کیا ہے؟ چوتھا یہ کہ احباب سے مراد کون لوگ ہیں؟ پانچواں یہ کہ احباب کے بعد آل کو بھی بیان کرنا چاہیئے تاکہ درود دونوں پر نازل ہو جاتا۔

قولہ من الکفار: یہ جواب ہے اس سوال اول کا کہ احبابہ واعدائہ کی ضمیروں کے مرجع سید و سند ہیں جن کا مصداق سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اگرچہ اس کا مرجع اللہ اسم جلالت کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اعداء جمع ہے عدو کی جس سے مراد وہ کفار ہیں جو اللہ تعالی کی توحید و رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔

قولہ باللسان والسنان: یہ جواب ہے سوال دوم کا کہ معارضین نے معارضہ کی چار صورتیں اختیار کی ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) معارضہ باللسان یعنی زبان کے ذریعہ کافروں کو دعوت حق کی تبلیغ کی (۲) معارضہ بالسنان یعنی نیزوں کے ذریعہ کافروں سے مقابلہ کیا (۳) معارضہ بالمعجزات یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو کافروں کے سامنے پیش کئے۔ (۴) معارضہ بالفرقان یعنی انہوں نے کافروں سے یہ مطالبہ کیا کہ قرآن پاک کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی سورت ہی پیش کرے لیکن کفار مقابلہ سے قاصر رہے بلکہ اس سے عاجز آگئے بالآخر مکہ شریف میں کوئی ایسا مشرک نہ رہا جس نے ڈر کی وجہ سے ایمان ظاہر نہ کیا ہو۔ یہی جواب ہے سوال سوم کا جس کو بحیث عجز اسے بیان کیا کہ جب کسی سے مقابلہ کیا جائے تو وہ عاجز ہو کر خاموش ہو جاتا ہے۔

قولہ والاحباب الذین۔ یہ جواب ہے سوال چہارم کا کہ احباب سے مراد وہ مومنین ہیں جو خلوص دل اور خلوص اعتقاد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتے ہوں۔ احباب جمع ہے حبیب کی جبکہ اس کی جمع احبار زیادہ مناسب تھا جس طرح اخلار جمع ہے خلیل کی تاکہ اولیائہ واعدائہ کے سجع کی رعایت ہو جائے۔

قولہ والآل داخل۔ یہ جواب ہے سوال پنجم کا کہ احباب کے بعد آل کو اسلئے بیان نہیں کیا گیا کہ آل احباب میں داخل ہے لیکن جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے آل ہوں گے وہ یقیناً ان سے محبت و الفت رکھیں گے اور ظاہر ہے یہ متن ہے اور متن میں اختصار مطلوب ہوتا ہے۔

قولہ[۶] ولا یذھب علیك. یہ اس سوال کا جواب ہے کہ متن میں خطبہ کے اندر منع اور نقض اور معارضہ اور سند جیسے الفاظ کو بیان کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ جواب یہ کہ ان الفاظ سے براعت استہلال مستفاد ہے کیونکہ وہ مشعر الی المقصود ہونیکی وجہ سے آداب مقال کے زیادہ مناسب ہے۔

وبَعدُ[۱] مِنَ الظُرُوفِ الزمانیۃِ واذ قُطِعَ عن الاضافۃِ بنی کما تریٰ ھٰھنا والعامل فیہِ معنی الاشارۃِ فی قولہٖ ھٰذہٖ قواعدُ البحثِ ترک[۳] الفاءَ لئلا یحتاجَ الیٰ توھمِ المتوھمِ یعنی[۴] ماحضر فی الذھنِ من المرتبِ الاَنیقِ المصوّرِ بصورۃِ المبصرِ امورٌ[۵] کلیۃ یُفھم منھا جزئیاتُ الابحاثِ الصحیحۃِ الممتازۃِ من السقیمۃِ۔

ترجمہ: ——— (اور حمد و صلوٰۃ کے بعد) بعد ظروف زمانہ سے ہے اور جب اضافت سے قطع کیا جائے تو مبنی ہوگا جیسا کہ آپ نے یہاں دیکھا اور لفظ بعد میں عامل اشارہ کا معنی ہے جو ماتن کے قول ہذہ قواعدُ البحث (یہ بحث کے قواعد ہیں) میں ہے۔ ماتن نے فا کو اسلئے ترک کیا تاکہ متوہم کے توہم کا محتاج نہ ہو۔ یعنی وہ ترتیب جو ذہن میں موجود ہے اس بہترین مرتب سے جو متصور بصورۃ مبصر ہے امور کلیہ ہیں جن سے ابحاث صحیحہ کی جزئیات مفہوم ہوتے ہیں جو سقیم سے ممتاز ہیں۔

تشریح: ——— بیانہ[۱] وبعد. یہاں پر تین سوالات پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ بعد اصل میں کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ اسکے استعمال کے طریقے کیا ہیں؟ تیسرا یہ کہ بعد اگر ظرف ہے تو اس کا عامل کون ہے؟ شرح میں آگے تینوں سوالات کے جوابات مذکور ہیں۔

قولہ[۲] من الظروف الزمانیۃ: یہ جوابات ہیں مذکورہ سوالات کے کہ بعد ظروف زمانیہ سے ہے اور وہ چونکہ لازم الاضافۃ ہوتا ہے یعنی اس کیلئے اضافت کا ہونا لازم و ضروری ہوتا ہے اسلئے مضاف الیہ کے اعتبار سے اس کی تین صورتیں ہیں اور وہ یہ کہ اس کا مضاف الیہ مذکور ہے یا محذوف۔ اگر محذوف ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ محذوف نسیاً منسیاً ہے یا منوی یعنی نیت میں تو پہلی دونوں صورتوں میں وہ معرب ہوگا اور اخیر صورت میں مبنی علی الضم اور یہاں یہی اخیر صورت یعنی مبنی علی الضم ہے اصل عبارت یہ ہے بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ اور بعد کا عامل فعل اشیر ہے جو آنے والا اسم اشارہ ھذہ سے مستفاد ہوتا ہے

قولہ[۳] ترک الفاء، یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مصنفین کا یہ اسلوب ہے کہ وہ ھذہٖ کے اوپر فا کو بیان

کرتے ہیں پس یہاں یوں کہنا چاہیئے بعد فھذ؛ جواب یہ کہ فا کو بیان کرنے میں چونکہ تکلف لازم آتا ہے اور وہ تکلف یہاں
یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دخول فا امّا کے جواب میں ہوا کرتا ہے حالانکہ امّا یہاں مذکور نہیں۔ ممکن ہے اس کا جواب یہ دیا جائے کہ
دخول فا توھم امّا کی وجہ سے ہے یعنی ماتن کو یہ معلوم ہے کہ امّا اگرچہ مذکور نہیں لیکن ان کو یہ وھم ہے کہ امّا ماقبل میں مذکور
ہے لیکن اسی صورت میں چونکہ توھم متوھم کا محتاج ہونا پڑتا ہے اسلئے ترک کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

قولہ[۱۴] یعنی ماحضر فی الذھن: یہ جواب ہے اسی سوال کا کہ ھذہٖ اسم اشارہ ہے جس کا مشار الیہ قواعد کو
قرار دیا گیا ہے اور قواعد غیر محسوس و غیر مبصر ہے جبکہ مشار الیہ کا محسوس و مبصر ہونا ضروری ہے۔ جواب یہ کہ مشار الیہ اگرچہ
حقیقۃً محسوس و مبصر ہوتا ہے لیکن وہ کبھی مجازاً غیر محسوس و غیر مبصر کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور وہ یہاں ماحضر فی الذھن الخ
ہے جو غیر محسوس کو محسوس کی جگہ پر رکھا گیا ہے۔

قولہ[۱۵] امور کلیۃ یفھم:۔ متن میں جو قواعد مذکور ہے اس عبارت سے اسی کے معنی کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ
امور کلیہ ہیں جن سے ان ابحاث صحیحہ کی جزئیات مستفاد ہوتے ہیں جو ممتاز ہیں غیر صحیحہ سے یعنی ان ابحاث کے موضوع کی جزئیات
کے احکام ان امور کلیہ سے مستنبط ہوتے ہیں۔ طریقہ اس کا یہ کہ قاعدہ کلیہ کی جزئی کو موضوع منایا جائے اور جو اس کا موضوع
ہے اسی کو جزئی کا محمول بنا کر اس کو صغریٰ اور قاعدہ کلیہ کو کبریٰ بنانے سے قاعدہ کلیہ کی جزئی کا حکم معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ
قاعدہ ہے کل فاعلٍ مرفوعٌ یعنی ہر فاعل مرفوع ہے پس ضرب زیدٌ میں جو زید ہے وہ قاعدۂ مذکورہ کا جزئی ہے پس اس کو موضوع
اور قاعدہ کلیہ کے موضوع جو فاعل ہے اس کو اس جزئی کا محمول بنا کر صغریٰ بنایا جائے مثلاً زیدٌ فاعلٌ اور قاعدہ کلیہ
یعنی کل فاعلٍ مرفوعٌ کو کبریٰ بنایا جائے تو نتیجہ زیدٌ مرفوعٌ یعنی جزئی کا حکم معلوم ہو جائے گا یعنی یہ کہا جائے گا کہ زیدٌ فاعلٌ و کل
فاعلٍ مرفوعٌ فزیدٌ مرفوعٌ۔

وَالبحثُ[۱] فی اللغۃِ التفحصُ والتفتیشُ فی الاصطلاحِ یطلق علیٰ حمل شیٔ علیٰ الشیٔ وعلیٰ اثباتِ النسبۃِ الخبریۃِ
بالدلیلِ علیٰ المناظرۃِ والمراد ھٰھنا ثالثُ المعانی ولا شناعۃَ[۲] فی ارادۃ المعنیٰ الثانی سویٰ انّہ[۳] لا یصدق علیٰ
المنعِ ویصدق علیٰ اثباتِ المعللِ حکماً بالاستدلالِ من غیر خصمٍ یخاصمہٗ فی الحالِ واما[۴] الاول فلا یلیقُ
ارادتہٗ لانہ یصدق علیٰ کلِ حکمٍ فی الذھنِ اوفی المقالِ

ترجمہ: ـــــ اور بحث لغت میں تفحص و تفتیش کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں کسی شیٔ کا کسی شیٔ پر
محمول ہونے پر بولا جاتا ہے اور نسبت خبریہ کے دلیل سے اثبات پر بولا جاتا ہے اور مناظرہ پر بھی اور مراد یہاں ان میں

سے تیسرا معنی ہے اور دوسرے معنی کے مراد لینے میں کوئی قباحت نہیں سوائے یہ کہ وہ منع پر صادق نہ آئے گا البتہ اثبات معلل پر صادق آئے گا۔ استدلال کا حکم لگاتے ہوئے بغیر یہ کہ خصم اس کا فی الحال مخاصم ہو اور لیکن اول تو اس کا مراد لینا اسلئے نہیں کیونکہ وہ ہر حکم پر صادق آتا ہے خواہ وہ ذہن میں ہو یا کلام میں۔

تشریح :۔۔۔۔ قولہ[۱] والبحث فی اللغۃ :۔ متن میں لفظ بحث مذکور ہے اور وہ چونکہ بیان کا محتاج ہے اسلئے یہاں اس کے لغوی و اصطلاحی معنی کو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ لغت میں تتبع و تلاش کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں اسکے تین معنی ہیں (۱) ایک شئ کا دوسری شئ پر حمل کرنا (۲) نسبت تامہ خبریہ کو دلیل سے ثابت کرنا (۳) مناظرہ اور یہاں ان میں سے تیسرا معنی مناظرہ مراد ہے اور قرینہ اس پر سیاق کلام ہے کہ گفتگو اسی میں ہوتی ہے۔

قولہ[۲] ولا شناعۃ :۔ یعنی بحث سے اس کا دوسرا معنی جوکہ دلیل سے نسبت تامہ خبریہ کو ثابت کرنا ہے بھی مراد لیا جاسکتا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن اسی معنی میں دو طرح کا ضعف پیدا ہوتا ہے جن میں سے ایک کا بیان انہ لایصدق علی المنع الخ سے اور دوسرے کا بیان لویصدق علی اثبات المعلل سے آگے مذکور ہے۔

قولہ[۳] انہ لایصدق :۔ یعنی دوسرے معنی کے مراد لینے میں ضعف اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ اس تقدیر پر بحث کی تعریف جامع و مانع نہ ہوگی جامع اسلئے نہیں کہ مناظرہ میں ایک منع بھی ہے لیکن تعریف مذکور پر صادق نہیں آتی کیونکہ منع میں مدمقابل کے مدعی و مطلوب پر دلیل کے مقدمات سے کسی مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کیا جاتا ہے پس اسمیں طلب ہے جبکہ بحث کے دوسرے معنی میں اثبات دلیل مذکور ہے اور تعریف مانع اس لئے نہیں کہ اگر کوئی اپنے دل میں کسی دعوی کا تصور کرکے دل میں اس پر دلیل قائم کرے تو یہاں اثبات دلیل تو پایا جاتا ہے لیکن مدمقابل نہیں جبکہ مناظرہ کیلئے مدمقابل کا ہونا ضروری ہے پس وہ تعریف مذکور سے خارج ہو جائے گا۔

قولہ[۴] اما الاول :۔ یعنی بحث کا پہلا معنی بھی مراد لیا نہیں جاسکتا چونکہ وہ حمل الشئ علی الشئ ہے جو بدیہیات اولیہ میں بھی پایا جاتا ہے اور نظریات میں بھی پس اس صورت میں ھذہ قواعد البحث کا معنی ہوا کہ یہ قواعد بحث ہیں بدیہیات و نظریات کے جبکہ قواعد تو صرف نظریات کے ہوتے ہیں۔ بدیہیات کے نہیں اور اسلئے بھی کہ اس تقدیر پر تعریف قضیہ معقولہ و ملفوظہ دونوں پر صادق آئے گی جبکہ بحث صرف قضیہ مقولہ میں ہوتی ہے معقولہ میں نہیں۔

متضمنۃ رفع[۱] علی انہ خبر بعد خبر او نصب علی الحال لما ای[۲] امور یجب استحضارھا فی فن المناظرۃ ہو علم[۳] یعرف بہ[۴] کیفیۃ آداب اثبات المطلوب او نفیہ او نفی دلیلہ مع الخصم۔

ترجمہ: ——— (جو اُسے شتمل ہیں) رفع ہے اس بناء پر کہ وہ خبر ہے خبر کے بعد یا نصب ہے حال کی بناء پر (کہ جن) امور (کا استحضار فن مناظرہ میں ضروری ہے) اور وہ علم ہے جس کے ذریعہ خصم کے ساتھ مطلوب کے اثبات یا اس کی نفی یا اسکی دلیل کی نفی کے طریقوں کی کیفیت پہچانی جاتی ہے۔

تشریح: ——— **قولہ[۱] رفع علی انہ:** یعنی متضمنۃ کو مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے اور منصوب بھی مرفوع اس بناء پر کہ وہ ھذہ مبتدا کی دوسری خبر ہے جس کی پہلی خبر قواعد البحث ہے پس اس تقدیر پر یہ معنی ہونگا کہ یہ بحث کے قواعد ہیں جو ان امور کو متضمن ہیں جن کا استحضار فن مناظرہ میں ضروری ہے اور منصوب اس بنار پر پڑھا جائے گا کہ وہ قواعد سے حال واقع ہے

قولہ[۲] ای امور: لفظ ما میں چوں کہ ابہام ہے اس لئے اس کے ازالہ کیلئے امور کو بیان کیا گیا کہ ما سے مراد امور ہے۔ ممکن ہے یہ اس سوال کا جواب بھی ہو کہ متن میں آنیوالی عبارت یجب استحضارھا ضمیر مونث کا مرجع لما میں لفظ ما ہے جو مذکر ہے حالانکہ ضمیر کا مرجع کے مطابق ہونا ضروری ہے اور یہاں مطابق نہیں کہ ضمیر مذکر ہے اور مرجع مونث جواب یہ کہ ما میں دو حیثیت ہیں، ایک لفظ کی اور دوسری معنیٰ کی ظاہر ہے وہ سادہ الفظ کے اعتبار سے مذکر ہے لیکن معنیٰ کے اعتبار سے مونث ہے چونکہ ما سے مراد امور ہیں اور امور جمع ہے اور جمع حکم میں واحد مونث کے ہوتی ہے پس ضمیر مرجع کے مطابق ہے

قولہ[۳] وھو۔ اس مقام میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعریف ہے مناظرہ کی جس کو ماتن خود بعد میں بیان کریں گے شارح یہاں اس کو کیوں بیان فرمارہے ہیں؟ جواب اس کا یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک فن مناظرہ اور دوسری مناظرہ اور شارح نے جو یہاں بیان کیا ہے وہ فن مناظرہ کو اور ماتن جو بعد میں بیان کریں گے وہ مناظرہ کو۔ دونوں الگ الگ چیز ہیں۔ کیونکہ مناظرہ دو متخاصم کے درمیان فعل ہوتا ہے علم نہیں۔

قولہ[۴] علم یعرف بہ: یہ تعریف ہے فن مناظرہ کی کہ وہ علم ہے جس سے اثبات مطلوب مع الخصم یا مطلوب کی نفی یا مطلوب کی دلیل کی نفی کے طریقوں کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل آگے مذکور ہے۔

الباحث[۱] عن کیفیۃ البحث من کونہ صحیحًا او سقیمًا مسموعًا او غیرہ صیانۃً للذھن عن الضلالۃ[۲] ای لیصون ذھن المناظر عن ان یسلک بطریقٍ لا یوصل الی المطلوب فان السالک[۳] مالم یعلم الطریق و لم یراع مایجب رعایتہ فی السلوک فیہ ربما یخطاء ولم یصل الی ما ارادہ وصولہ الیہ

ترجمہ: ——— (فن مناظرہ وہ ہے جو بحث کرنے والا ہے) کیفیت بحث سے اس اعتبار سے کہ وہ بحث صحیح ہے یا سقیم یا وہ بحث قابل سماع ہے یا نہیں (ذھن کو گمراہی سے بچانے کیلئے) تاکہ مناظرہ کا ذھن ایسے راستہ پر چلنے سے بچ جائے

ہو (اور) تو (ابحاث اور ایک خاتمہ پر) اور خاتمہ وہ ہے جس سے شئی ختم کی جائے۔

تشریح:۔۔۔۔ قولہ رفع علی ما ذکر:۔ متن میں مرتبۃ کو مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے اور منصوب بھی۔ مرفوع اس بنار پر جو مذکور ہوا کہ وہ ہذہ کی تیسری خبر ہے اور منصوب اس بنار پر کہ وہ حال ہے خواہ حال مترادفہ ہو یا متداخلہ۔ حال مترادفہ وہ ہے کہ ایک ذوالحال سے دو حال واقع ہوں۔ ذوالحال یہاں قواعد ہے جس سے ایک حال متضمنۃ واقع ہے اور دوسرا مرتبۃ اور حال متداخلہ وہ ہے کہ دو حال کے ذوالحال الگ الگ ہوں اور حال اول کا ذوالحال اسم ظاہر ہو اور حال دوم کا ذوالحال حال اول کا ضمیر مستتر ہو اور یہاں ذوالحال اول قواعد ہے جس سے متضمنۃ حال واقع ہے اور ذوالحال دوم متضمنۃ کی ضمیر ہے جو اس میں مستتر ہے جس سے مرتبۃ حال واقع ہے۔

قولہ وھی ما توقف: مقدمہ کی دو قسمیں ہیں ایک مقدمۃ الکتاب دوسری مقدمۃ العلم۔ مقدمۃ الکتاب وہ ہے جو مفید و مرتبت ہونیکی وجہ سے مقاصد سے پہلے بیان کیا جائے اور مقدمۃ العلم وہ ہے جس پر مقاصد کا شروع کرنا موقوف ہو اور یہاں مقدمہ سے یہی دوسری قسم مراد ہے اور ابحاث میں چونکہ ابہام تھا کہ اس کی کتنی بحثیں ہیں؟ اسلئے یہاں اس کا ازالہ کیا گیا کہ اس کی نو بحثیں ہیں اور خاتمہ کا معنی بھی واضح نہ تھا اس لئے یہاں اس کے معنی کو بیان کیا گیا کہ خاتمہ وہ ہے جس سے شئی ختم کی جائے۔

اَمّاَ المقدمۃُ ففی التعریفاتِ ای اَماّ المفہومُ الکلیُ الذی ھو مقدمۃٌ فی ھٰذہٖ الرسالۃِ فھی منحصرۃٌ فی التعریفاتِ وما یتعلق بھا والمقدمۃُ ماخوذۃٌ من مقدمۃِ الجیشِ و وجہُ المناسبۃ غیرُ خفیٍ علیٰ احدٍ من المحصلینَ و التعریفاتُ جمع تعریفٍ بمعنیٰ المعرفِ او علےٰ معناہ المصدری اعنی الفکرُ والنظر لتحصیل تصورٍ۔

ترجمہ ۔۔۔۔ (لیکن مقدمۃ تو وہ تعریفات کے بیان میں ہے) لیکن مفہوم کلی وہ جو کہ مقدمہ ہے مذکور ہے اس رسالہ میں پس وہ منحصر ہے تعریفات میں اور وہ جو اس کے ساتھ متعلق ہے اور مقدمہ ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش سے اور وجہ مناسبت محصلین میں سے کسی پر پوشیدہ نہیں اور تعریفات جمع ہے تعریف کی یا وہ اپنے معنی مصدری پر ہے یعنی فکر و نظر تصور کو حاصل کرنے کیلئے۔

تشریح:۔۔۔۔ قولہ ای اما المفہوم:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مقدمہ کے بارے یہ کہا گیا کہ وہ تعریفات کے بیان میں ہے جبکہ مقدمہ میں بھی تعریفات ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ تعریفات، تعریفات میں ہو

اور یہ ممنوع ہے کیونکہ اس سے ظرفیۃ الشئ لنفسہ لازم آتی ہے جو باطل ہے۔ جواب یہ کہ مقدمہ پر الف لام جنسی ہے جس سے مراد مفہوم کلی ہے معنی اس کا یہ ہے کہ وہ مفہوم کلی جو مقدمہ ہے وہ اس رسالہ میں تعریفات کی جزئیات کے ضمن میں مذکور ہے ظاہر ہے کلی جزئیات کے ضمن ہی میں متحقق ہوتی ہے۔

قولہ ومایتعلق[۲]: یہ اس سوال کا جواب ہے کہ مقدمہ صرف تعریفات نہیں بلکہ تقسیم وغیرہ بھی ہوتی ہے پس اس کو صرف تعریفات میں منحصر کرنا کیسے درست ہوگا؟ جواب یہ کہ تعریفات سے یہاں مراد عام ہے کہ وہ تعریفات ہوں اور اس کے متعلقات بھی پس مقدمہ کا انحصار تعریفات میں بھی ہوگا اور اس کے متعلقات میں بھی اور متعلقات میں تقسیم وغیرہ داخل ہیں۔

قولہ والمقدمۃ ماخوذۃ[۳]: متن میں جو مقدمہ مذکور ہے اس عبارت سے اسکی وضاحت بیان کی جاتی ہے کہ وہ ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش سے اور مقدمۃ الجیش لشکر کا وہ حصہ ہے جو آگے چل کر کھانے پینے کا انتظام کرے اس کی مناسبت معنی اصطلاحی کے ساتھ ظاہر ہے کہ وہ جس طرح لشکر کا اگلا حصہ آنیوالے لشکر کو نفع وبصیرت عطا کرتا ہے اسی طرح کتاب کا وہ اگلا حصہ بھی جو مقاصد سے پہلے بیان کیا جاتا ہے اور مقاصد میں نفع وبصیرت عطا کرتا ہے اور مقدمہ کی اضافت جیش کی طرف بیان اصل کیلئے ہے۔

قولہ والتعریفات[۴]: یعنی تعریفات جمع ہے تعریف کی اور تعریف مصدر ہے اور مصدر بمعنی اسم فاعل یعنی بمعنی معرف ہے یا وہ اپنے معنی مصدری بمعنی فکر ونظر ہے۔ بتقدیر اول معنی یہ ہوگا کہ مقدمہ معرفات کے بیان میں ہے اور بتقدیر دوم معنی یہ ہوگا کہ مقدمہ فکر ونظر کے بیان میں ہے تاکہ اس سے شئی کا تصور حاصل ہو جائے۔

ولما[۱] کانت المناظرۃ ھی المقصودۃُ بالنظرِ ھھنا قدمھا وبدأ بتعریفھا فقال المناظرۃُ ماخوذۃٌ[۲] اما من النظیرِ بمعنی أن[۳] ماخذَ ھما شئٌ واحدٌ اَوْمن النظرِ بمعنی الابصارِ او بمعنی التفاتِ النفسِ الی المعقولاتِ والتاملِ فیھا او بمعنی الانتظارِ او بمعنی المقابلۃِ

ترجمہ ——— اور جب مناظرۃ وہ یہاں مقصود بالنظر ہے تو ماتن نے اس کو مقدم فرمایا اور اسکی ابتداء التعریف سے فرمایا تو کہا (مناظرہ) ماخوذ ہے آیا نظیر سے بایں معنی کہ ان دونوں کا ماخذ شئی واحد ہے یا ماخوذ ہے نظر بمعنی ابصار سے یا بمعنی التفات نفس الی المعقولات اور تامل فی المعقولات یا بمعنی انتظار یا

بمعنی مقابلہ سے۔

تشریح:۔۔۔۔۔ **قولہ ولما کانت**:۔ یہ بیان ہے آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا اور ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی کہ تعریفات میں سب سے پہلے مناظرۃ کی تعریف کو بیان فرمایا دوسری تعریفوں کو کیوں نہیں۔ جواب یہ کہ اس کتاب میں مقصود بالذات و مقصود بالنظر چونکہ مناظرہ ہی ہے اسلئے سب سے پہلے اس کی تعریف کو بیان فرمایا کیوں کہ فن مناظرہ کی تدوین سے اصل مقصد اس کے احوال کی معرفت ہے اس بیان سے آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط بھی ظاہر ہو گیا۔

قولہ ماخوذۃ:۔ متن میں مناظرہ کے اصطلاحی معنی کو بیان کیا گیا ہے اور اصطلاحی معنی کو سمجھنے کیلئے چونکہ پہلے لغوی معنی کا سمجھنا ضروری ہے اسلئے شرح میں اس کے لغوی معنی کو بیان کیا جاتا ہے کہ لغت میں اس کے معنی پانچ ہیں چونکہ وہ ماخوذ ہے پانچ امور سے اور وہ یہ کہ ماخوذ ہے نظیر سے یا نظر سے اور نظر کے معنی چار ہیں کیونکہ نظر بمعنی ابصار ہے یا نظر بمعنی نفس کا معقولات میں التفات و غور و فکر کرنا ہے یا نظر بمعنی انتظار یا نظر بمعنی مقابلہ کرنا ہے۔

قولہ بمعنی ان ماخذھا شئ:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مناظرہ نظیر سے ماخوذ نہیں ہو سکتا کیونکہ نظیر بمعنی مثیل و شبیہ صفت مشبہ ہے اور مناظرہ بروزن مقابلہ مصدر ہے اور مصدر سے چیزیں ماخوذ ہوتی ہیں اور مصدر کسی دوسری شئ سے ماخوذ نہیں ہوتی۔ جواب یہ کہ مناظرہ کا نظر سے ماخوذ ہونے کا مطلب یہ کہ مناظرہ اور نظیر دونوں کا ماخذ ایک اور وہ نظر ہے۔

ووجہُ المناسبۃِ غیرُ خفیٍ وفی الاولِ ایماءٌ الیٰ انہ ینبغی ان یکون المناظران متماثلین بان لایکون احدھما فی غایۃِ العلوِ والکمالِ والآخرُ فی نہایۃِ الدناءۃِ والنقصانِ وفی الثالثِ ایماءٌ الیٰ اولویۃِ التاملِ بان لایقول ما لم یتامل فیما یرید ان یقول وفی الرابع الیٰ انہ جدیرٌ ان ینتظرَ احدُ المتخاصمینِ الی ان یتم کلامُ الآخرِ لا ان یتکلم فی حاقِ کلامہٖ وفی الاصطلاحِ یقال بقولہٖ

ترجمہ:۔۔۔۔۔ اور وجہ مناسبت مخفی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دونوں مناظر متماثل ہوں بایں طور کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی ایک انتہائی بلندی و کمال میں نہ ہو اور دوسرا انتہائی گھٹیا و نقصان میں نہ ہو اور تیسری صورت میں اشارہ ہے تامل کے اولیٰ ہونے کی طرف بایں طور کہ وہ اس چیز کو نہ کہے

اور چوتھی صورت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لائق ہے اسی چیز کا کہ احد المتخاصمین اس امر کی طرف انتظار کرتا ہے کہ وہ دوسرے کلام کو پورا کہے نہ کہ وسط کلام میں بات کرے اور اصطلاح میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو ماتن نے اپنے قول توجہ المتخاصمین الخ سے بیان فرمایا۔ جو تامل نہ کرے اس چیز میں جس کے کہنے کا وہ ارادہ کرتا ہے

تشریح ــــ قولہ[۱] وجہ المناسبۃ: یہ اجمال ہے وجہ مناسبت کی تفصیل وفی الاول الخ سے آگے مذکور ہے لیکن تفصیل میں صرف تین یعنی معنی اول و دوم و چہارم کو بیان کیا گیا ہے معنی دوم و پنجم کو اس لئے نہیں کہ شارح کے نزدیک غالباً وہ واضح ہیں اسلئے ان کو بیان کرنیکی ضرورت محسوس نہیں کی کیونکہ معنی دوم نظر بمعنی ابصار سے ماخوذ ہونے میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں متخاصم بینا یعنی آنکھ والا ہو یا دونوں میں سے کوئی ایک بھی اندھا نہ ہو کیونکہ اندھوں کی طرف زیادہ توجہ نہ ہونیکی وجہ سے کلام ان کا موثر نہیں ہو پاتا اور پانچواں معنی نظر بمعنی مقابلہ سے ماخوذ ہونے میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں مناظر ایکدوسرے کے آمنے سامنے ہوں ایسا نہ ہو کہ ایک کا مونہہ دوسرے کی پیٹھ کی طرف ہو یا دونوں کی پیٹھ ایک دوسرے کی طرف ہوں۔

قولہ[۲] فی الاول ایماء: پہلی صورت یعنی مناظرہ کا نظر سے ماخوذ ہونیکی صورت میں معنی اصطلاحی کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ دونوں مناظر کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ دونوں علم میں برابر اور ہم مثل ہوں ایسا نہ ہو کہ ایک انتہائی بلندی و کمال کے درجہ میں ہو اور دوسرا پستی و نقصان میں ہو اور تیسری صورت یعنی نظر بمعنی التفات نفس سے ماخوذ ہونیکی صورت میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں مناظر معقولات کی طرف توجہ کرکے ایک دوسرے کے دلائل میں تامل و غور و فکر سے جواب دیں اور بلا تامل جواب دینے کی کوشش نہ کریں اور چوتھی صورت نظر بمعنی انتظار سے ماخوذ ہونے میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں متخاصم میں سے ہر ایک دوسرے کی بات ختم ہونے کا انتظار کرے اور دوسرے کے کلام کے دوران اپنی بات نہ کرے۔

توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہاراً للصواب یرید[۱] قدس سرہٗ ان المتخاصمین ای اللذین مطلب احدھما غیر مطلب الآخر اذا توجھا فی النسبۃ بین الشیئین اللذین احد[۲]ھما محکوم علیہ والآخر محکوم بہ وان[۳] کان ذلک التوجہ فی النفس کما کان للحکماء الاشراقیین و کان غرضھما من ذلک اظہار الحق والصواب یسمی ذلک التوجہ مناظرۃ فی الاصطلاح

ترجمہ: ــــ (مناظرہ دو چیزوں کے درمیان نسبت یعنی حکم میں جھگڑنے والوں کا اظہار صواب کیلئے

متوجہ ہوتا ہے) ماتن قدس سرہ نے یہ ارادہ فرمایا کہ متخاصمین یعنی وہ جو ان دونوں میں سے ایک کا مطلب دوسرے کے مطلب کا غیر ہو جبکہ دونوں ان دو چیزوں کی نسبت کے درمیان توجہ کرے جن میں سے ایک محکوم علیہ ہو اور دوسری محکوم بہ اگرچہ وہ توجہ نفس میں ہو جیسا کہ وہ حکماء اشراقین کے نزدیک ہے اور اس سے ان دونوں کا مقصود اظہار حق وصواب ہو اس توجہ کا نام اصطلاح میں مناظرہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح ــــ قولہ[۱] یرید قدس سرہٗ :۔ ماتن نے مناظرہ کی جو تعریف بیان کی ہے اس پر چونکہ دو اعتراض وارد ہوتے ہیں جیسا کہ آگے مذکور ہے اسلئے اس عبارت سے تعریف مذکور کی ایسی وضاحت بیان کی جاتی ہے جس سے وارد ہونے والے اعتراض کا جواب ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ تعریف میں متخاصمین سے مراد یہ ہے کہ ایک کا مطلب دوسرے کے مطلب کا غیر ہو اور اذا توجہا فی النسبۃ الخ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ متن میں جو فی النسبۃ ہے وہ متعلق ہے توجہ کا متخاصمین کا نہیں جیسا کہ قرب سے متبادر ہوتا ہے۔

قولہ[۲] احدھما محکوم علیہ: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن میں جو یہ کہا گیا کہ نسبت دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے اس میں دو چیزیں عام ہیں کہ موصوف وصفت بھی ہو سکتی ہیں، اور مضاف و مضاف الیہ بھی اس لئے کہ معنی اب یہ ہوگا کہ دو متخاصم کی توجہ موصوف وصفت کی نسبت میں بھی ہوگی اور مضاف و مضاف الیہ کی نسبت میں بھی حالانکہ ان کی توجہ ان دونوں کی نسبت میں نہیں ہوتی جواب یہ کہ متن میں دو چیزوں سے مراد یہ کہ ان دونوں میں سے ایک محکوم علیہ ہو اور دوسرا محکوم بہ ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان جو نسبت ہوتی ہے وہ نسبت تامہ خبریہ ہوتی ہے اور دو متخاصم کی توجہ اسی نسبت تامہ خبریہ میں ہوگی۔

قولہ[۳] ان کان ذلک التوجہ: یعنی مناظرہ جس طرح توجہ فی النسبۃ کو کہا جاتا ہے اسی طرح توجہ فی النفس کو بھی، توجہ فی النفس مثلاً زید یہ کہے کہ عالم حادث ہے اور بکر اس کا برعکس کہے کہ عالم حادث نہیں اور توجہ فی النفس مثلاً دو اشراقیوں میں سے ہر ایک ہزاروں میل دور رہ کر نفس میں توجہ سے ایک دوسرے کے سوالات کا جواب دے تو اس توجہ کو بھی مناظرہ کہا جاتا ہے بشرطیکہ ان دونوں کا مقصد اظہار حق ہو کیونکہ گذشتہ زمانہ میں دو قسم کے علم داں ہوتے تھے ایک کو مشائیہ اور دوسرے کو اشراقیہ کہا جاتا تھا۔ مشائیہ وہ ہیں جو چل پھر کر استاد کے آمنے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کرتے ہیں اور اشراقیہ وہ ہیں جو قلبی صفائی کی وجہ سے ہزاروں میل دور رہ کر دلی توجہ سے شاگرد استاد سے فیض حاصل کرتے اور استاد دلی توجہ سے شاگرد کو فیض پہونچاتے ہیں۔

واورد[۱] ھھنا سوالان ان تاملت فیما تلونا علیک یظھر لک انہ فاسد احدھما[۲] ان الغرض

من توجہ کلٍ من المتخاصمین او واحدٌ منهما قد یکون تغلیطُ صاحبہٖ والزامہٗ فقط ولا یدخل فی هذا التعریف فلا یکون جامعاً وثانیهما[۳] انہ اذا فرض مناظران بلغ حالهما فی غایۃ التصفیۃ الیٰ ان یعلم کل ما فی ضمیر صاحبہٖ ویناظر کلٌ فی نفسہٖ مع الآخر مناظرۃً کالمناظرۃ الواقعۃ بین الحکماء الاشراقیینَ لا یصدق التعریفُ علیٰ مثل هذہ المناظرۃ لان الخصومۃ قولُ کلٍ خلافِ ما یقولہ الاخر ـــــ

ترجمہ: ـــــ اور دو سوال یہاں وارد ہوتے ہیں اگر آپ ان امور میں تامل کریں جن کو ہم نے آپ سے بیان کیا تو آپ کیلئے ان دونوں کا مندفع ہونا ظاہر ہوجائے گا ایک ان دونوں سوالوں میں سے یہ ہے کہ دو متخاصم یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی توجہ سے غرض کبھی ایک دوسرے کو مغالطہ میں ڈالنا ہے یا صرف الزام دینا ہے اور وہ اس تعریف میں داخل نہیں پس وہ تعریف جامع نہ ہوگی اور دوسرا ان دو سوالوں میں سے یہ ہے کہ جب مناظر کو فرض کیا جائے اگر ان دونوں کا حال غایت تصفیہ میں اس امر کی طرف پہونچے کہ ہر ایک اس چیز کو جانے جو اس کے صاحب کے دل میں ہے اور ہر ایک اپنے نفس میں دوسرے کے ساتھ مناظرہ کرے جیسے وہ مناظرہ جو حکماء اشراقین کے درمیان واقع ہوتا ہے تو مناظرہ کی تعریف اس مناظرہ کی مثل پر صادق نہ ہوگی کیونکہ خصومت ہر اس چیز کے خلاف کا قول ہے جس کو دوسرا کہے۔

تشریح: ـــــ قولہ[۱] واورد ههنا۔ یعنی شرح میں متن کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ اگر اس میں غور و تامل کیا جائے تو اس پر وارد ہونیوالے سوالات کے جوابات بہ آسانی حاصل ہوجائیں گے۔

قولہ[۲] احدهما: یعنی متن کی عبارت پر جو پہلا سوال وارد ہوا وہ یہ کہ مناظرہ میں توجہ فی النسبۃ اظہار حق اور اظہار صواب کیلئے ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کا دوسرے کو مغالطہ میں ڈالنا یا الزام دینا یعنی خاموش کرنا مقصود ہوتا ہے لیکن اس پر مناظرہ کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ وہ اظہار حق و اظہار صواب کیلئے نہیں ہوتا۔ جواب یہ کہ مذکورہ صورتوں میں چونکہ اظہار حق و اظہار صواب نہیں ہوتا جبکہ مناظرہ کیلئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان کو مناظرہ نہیں کہا جاتا۔

قولہ[۳] ثانیهما۔ دوسرا سوال یہ وارد ہے کہ مناظرہ کی تعریف میں متخاصمین مذکور ہے اور متخاصمین تثنیہ ہے جس کا واحد متخاصم ہے اور وہ مشتق ہے خصومت سے اور خصومت کہتے ہیں ایک کے قول کا دوسرے کے قول کے مخالف ہونیکو یہ اس تعریف پر صادق نہیں آتی جس کو اشراقین نے کہا ہے کہ ایک کا ما فی النفس دوسرے کے ما فی النفس کے مخالف ہو تو تعریف تمام افراد کو جامع نہ ہوگی جواب یہ کہ معنی متخاصمین کا ماقبل میں شرح کے اندر گذر چکا ہے کہ متخاصمین میں سے

ہر ایک کا مطلب دوسرے کے مطلب کے مخالف ہوئے سے مراد عام ہے کہ مخالف قول ہو یا مافی النفس پس تعریف مذکور اشراقین کے قول پر بھی صادق آئے گی کہ ایک کا مافی النفس دوسرے کے مافی النفس کے مخالف ہوتا ہے۔

ثم المراد بالنسبۃ النسبۃُ الخبریۃُ اَعَمّ من ان تکون حملیۃً او اتصالیۃً او انفصالیۃً واعلم انہ کان آدابُ المصنفین ان یعرفوا المناظرۃَ والاداب بقولہم النظرُ من الجانبین فی النسبۃ بین الشیئین اظہاراً للصواب

ترجمہ: ــــــ پھر نسبت سے مراد نسبت خبریہ ہے عام ہے وہ حملیہ ہو یا اتصالیہ یا انفصالیہ اور آپ جانیں کہ مصنفوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ لوگ مناظرہ اور آداب کی تعریف اپنے اس قول سے کرتے ہیں جی النظر من الجانبین فی النسبۃ بین الشیئین اظہاراً للصواب یعنی وہ جانبین سے دو چیزوں کے درمیان نسبت میں نظر کرنا ہے درستگی کو ظاہر کرنے کیلئے۔

تشریح: ــــ قولہ ثم المراد :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مناظرہ تمام افراد کو جامع نہیں کیوں کہ اس میں نسبت مذکور ہے اور نسبت سے مراد نسبت خبریہ ہے اور نسبت خبریہ قضیہ حملیہ میں ہوتی ہے جبکہ متخاصمین کی توجہ کبھی نسبت اتصالیہ میں ہوتی ہے اور کبھی نسبت انفصالیہ میں جواب یہ کہ نسبت خبریہ سے مراد عام ہے کہ وہ حملیہ ہو یا اتصالیہ یا انفصالیہ پس تعریف تمام افراد کو جامع ہے۔

قولہ واعلم انہ :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ گذشتہ مصنفوں نے بھی مناظرہ کی تعریف کو بیان کیا ہے جو مشہور ہے اور وہ یہ ہے النظر من الجانبین فی النسبۃ بین الشیئین اظہاراً للصواب یعنی دو چیزوں کے درمیان نسبت ہو اور جانبین اظہار صواب کیلئے اس میں نظر کریں۔ لیکن ماتن نے اس سے عدول کر کے دوسری تعریف کیوں بیان فرمائی؟ جواب یہ کہ تعریف مشہور پر چونکہ دو سوال وارد ہوتے ہیں اسلئے ماتن نے اس سے عدول کر کے دوسری تعریف بیان فرمائی جو غالباً سوالات مذکورہ سے محفوظ ہے شرح میں سب سے پہلے تعریف مشہور کو بیان کیا گیا پھر اس پر وارد ہونے والے سوالات کو اس کے بعد ان کے جوابات کو لف و نشر مرتب کے طور پر اسی طرح بیان کیا گیا کہ سوال اول کا جواب پہلے اور سوال دوم کا جواب اس کے بعد!

ولما کان یرد علی ذلک ان النظر من الجانبین لا یصدق علی ما اذا اقتصر السائل علی مجرد المنع وایضاً ان الجانبین اعم من المتخاصمین والمناظرۃ لا توجد الا بینہما وان کان یمکن دفع الاول بارادۃ

التفاتِ النفسِ الی المعانی من النظرِ دون ترتیبِ امورٍ معلومۃٍ للتادی الی مجهولٍ و دفعُ الثانی بارادۃِ المتخاصمین من الجانبینِ بحسب متفاهمِ العرفِ عدل[۳] المصنفُ قدس سرہٗ عن القیدین وذکر مالایرد علیہ شیٔ مما ذکر

ترجمہ: اور اس پر یعنی تعریف مشہور پر جب یہ وارد ہے کہ نظر جانبین سے اس امر پر صادق نہیں آتا جبکہ سائل محض منع پر اقتصار کرے نیز یہ کہ جانبین عام ہے متخاصمین سے اور مناظرہ صرف ان ہی دونوں کے درمیان موجود ہوتا ہے اگرچہ اول کو دفع کرنا ممکن ہے نظر سے نفس کا معانی کی طرف التفات کے ارادہ سے نہ کہ ان امور معلومہ کی ترتیب کے ارادہ سے جو مودی ہے مجہول کیطرف اور ثانی کو دفع کرنا ممکن ہے بحسب عرف جانبین سے متخاصمین کے ارادہ سے تو مصنف قدس سرہٗ نے مذکوہ دونوں قید یعنی نظر و جانبین سے عدول فرمایا اور ایسی تعریف بیان فرمائی کہ جس پر سوالات مذکورہ میں سے کوئی بھی وارد نہیں ہوتا۔

تشریح: قولہ[۱] لما کان یرد: تعریف مشہور ہو النظر من الجانبین فی النسبۃ الخ ہے اس پر دو سوال وارد ہوتے ہیں جن میں سے پہلا سوال یہ کہ تعریف میں لفظ نظر مذکور ہے اور نظر کا معنی ہے اُمور معلومہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ ان سے امور مجہولہ حاصل ہو جائیں اور تعریف منع پر صادق نہیں آتی کیونکہ اسمیں امور معلومہ کی ترتیب نہیں بلکہ دلائل کے مقدمات پر صرف دلیل طلب کی جاتی ہے جبکہ وہ بھی مناظرہ میں داخل ہے پس تعریف مذکور اپنے افراد کو جامع نہیں دوسرا سوال یہ کہ تعریف مشہور دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں جانبین کا لفظ مذکور ہے اور جانبین عام ہے وہ متعلم کو شامل ہے اور معلم کو بھی کیونکہ وہ کسی مسئلہ میں نظر و تامل کرتے ہیں جبکہ ان کے نظر و تامل کو مناظرہ نہیں کہا جاتا۔

قولہ[۲] وان کان یمکن: یہ جواب ہے سوال اول کا کہ تعریف مشہور میں نظر سے اس کا اصطلاحی منطقی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی یعنی نفس کا معانی کی طرف توجہ و التفات کرنا ہے اور ظاہر ہے وہ منع کو بھی شامل ہے۔ جواب دوسرے سوال کا یہ کہ تعریف جانبین سے مراد متخاصمین ہے۔ عام سے خاص مراد لیا گیا ہے بایں قرینہ کہ عرف متعارف ہے۔

قولہ[۳] عدل المصنف: یہ جزاء ہے لما کان الخ شرط مذکور کی جس کا حاصل یہ کہ اس عبارت سے مناظرہ کی تعریف مشہور سے عدول کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ تعریف مشہور پر چونکہ لفظ نظر اور جانبین کی وجہ سے سوالات مذکورہ وارد ہوتے ہیں اسلئے ماتن نے تعریف مشہور سے عدول کرکے اس کی ایسی نئی تعریف بیان فرمائی کہ جو سوالات مذکورہ سے محفوظ و مامون ہے۔

ثمّ[۱] اعترض علیہ بانہ قد یظهر ان المناظر غیر مصیبٍ فخرج بقولہ اظهارًا للصواب ولا یخفی ما فیہ

من الركاكة حيث لا يلزم من كون الشئ غرضاً من فعل ان يوجد ذلك الغرض عقيب ذلك الفعل كما كان غرض ذلك المعترض من غرض هذا الكلام تخطية المعرف العلام ولم يحصل ما قصده من المرام

ترجمہ: — پھر مصنف کی تعریف پر اعتراض بایں طور کیا گیا کہ کبھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مناظر درستگی پر نہیں تو وہ ماتن کے قول اظہاراً للصواب سے خارج ہوگیا اور وہ مخفی نہیں جو اسمیں ضعف و کمزوری ہے کیونکہ کسی فعل سے شئی کی غرض ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ غرض اس فعل کے بعد ہو جیسا کہ اس کلام کے پیش کرنے سے اس معترض کی غرض معرف علام کو خطا میں ڈالنا تھی اور وہ مقصد حاصل نہ ہوا جس کا اس نے قصد کیا تھا۔

تشریح: — قولہ ثم اعترض علیہ۔ تعریف مشہور پر جس طرح سوالات وارد ہوتے ہیں اسی طرح مصنف کی تعریف پر بھی وارد ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ مناظر کا لوگوں کے سامنے غیر مصیب ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہ مناظرہ کرتا ہے لیکن اس کا مقصد اظہار حق و صواب نہیں۔ جواب یہ کہ سوال مذکور میں کافی ضعف و رکاکت ہے کیونکہ توجہ فی النسبۃ سے مناظر کا مقصد اظہار صواب ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مناظر حق پر ہی ہو کیونکہ یہ اسی وقت لازم آتا ہے جبکہ یہ کہا جائے کہ ہر مناظر حق پر ہے اور مصیب بھی لیکن ایسا نہیں کہا گیا پس مناظر جو اظہار حق کیلئے مناظرہ کرتا ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ حق پر ہی ہو اسلئے کہ جس مقصد و غرض کیلئے کام کیا جائے یہ ضروری نہیں کہ وہ مقصد اس کام سے حاصل بھی ہو جائے جس طرح ہر بچہ کامیابی کیلئے امتحان دیتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بچہ کامیاب بھی ہو جائے جس طرح سائل کہ اُس کا مقصد ماتن کی تعریف کو غلط قرار دینا تھا لیکن سوال کے باوجود وہ ماتن کی تعریف کو غلط ثابت نہ کرسکا۔

ولله در المصنف رحمہ اللہ حیث عرف المناظرۃ علی وجہ یفهم منه المناظر العلل الاربع لها فان التوجه علة صورية والمتخاصمين علة فاعلية والنسبة علة مادية اظهاراً للصواب علة غائية والقيد الاخير احتراز عن المجادلة والمكابرة فالاول ما فهوه بقوله

ترجمہ: — اور اللہ کیلئے مصنف کی بھلائی ہے کیونکہ انہوں نے مناظرہ کی تعریف اس طور پر کیا کہ جس سے مناظر علل اربعہ کو معلوم کرلیتا ہے پس توجہ علت صوریہ ہے اور متخاصمین علت فاعلیہ اور نسبت علت مادیہ اور اظہار صواب علت غائیہ ہے اور قید اخیر مجادلہ و مکابرہ سے احتراز کیلئے ہے۔ پس اول وہ ہے جس کو ماتن نے اپنے قول سے تعبیر کیا۔

تشریح: — قولہ ولله در المصنف: ماتن کیلئے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے اس عبارت سے تعریف کی خوبی بیان کی جاتی ہے کہ ماتن نے جو مناظرہ کی تعریف بیان کی اس سے مناظرہ کی علل اربعہ معلوم ہو جاتی ہیں کیونکہ

اسمیں توجہ علت صوری ہے اور متناصمین علت فاعلی ہے اور نسبت علت مادی اور اظہار صواب علت غائی ہے

اسلئے کہ علت مادی کہتے ہیں مابہ الشئی بالقوہ کو یعنی اس چیز کو کہ جس سے معلول کا وجود بالقوہ ہو جیسے صندوق کے لئے لکڑی کے ٹکڑے اور علت صوری کہتے ہیں مابہ الشئی بالفعل کو یعنی اس چیز کو کہ جس سے معلول کا وجود بالفعل ہو جیسے صندوق کیلئے اس کی ہیئت مخصوصہ اور علت غائی کہتے ہیں۔ مالاجلہ الشئی کو یعنی اس اثر کو جو فاعل کے فعل کا باعث ہو جیسے صندوق کیلئے مقاصد مخصوصہ اور علت فاعلی کہتے ہیں۔ مامنہ الشئی کو یعنی اسکو جو معلول کا موجد ہو جیسے گھر کیلئے معمار اور زیور کیلئے سنار۔

قولہ۔ والقید الاخر۔ یعنی تعریف میں اظہار صواب جو قید اخیر ہے وہ اتفاقی نہیں بلکہ احترازی ہے یعنی کسی شئی کو خارج کرنے کیلئے کیونکہ اس سے مجادلہ و مکابرہ کو مناظرہ سے خارج کرنا مقصود ہے اسلئے کہ وہ اظہار صواب کیلئے نہیں بلکہ اول الزام خصم کیلئے اور دوم اظہار علم یا اخفاء جہالت کیلئے ہوتا ہے۔

وَالمجادلۃ هی المنازعۃ لا لاظهار الصواب بل لالزام الخصم فان کان المجادل مجیبًا کان سعیہ ان لا یلزم ویسلم عن الزام الغیر ایاہ وان کان سائلًا کان سعیہ ان یلزم الغیر وقد یکون السائل والمجیب کلاهما مجادلین فلذا قال قدس سرہ وهی المنازعۃ التی تدل علی المشارکۃ واما اذا کان المجادل احدهما فلما کان من شان غیر المجادل ان لا یتوجہ الی قول المجادل ویعرض عنہ غلب المجادل واطلق صیغۃ المشارکۃ والثانی ما بینہ بقولہ

ترجمہ : ——— (اور مجادلہ وہ باہم بحث و مباحثہ ہے اظہار صواب کیلئے نہیں بلکہ الزام خصم کیلئے) پس اگر مجادلہ کرنیوالا مجیب ہو تو اسکی کوشش یہ ہوگی کہ وہ سائل کو الزام بھی نہ دے اور اس کے الزام غیر سے سالم بھی رہے اور اگر مجادلہ کرنیوالا سائل ہو تو اس کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ غیر یعنی مجیب کو الزام دے کر خاموش کر دے اور کبھی سائل اور مجیب دونوں مجادل ہوتے ہیں پس اسی وجہ سے ماتن قدس سرہ نے فرمایا وهی المنازعۃ الخ یعنی وہ باہم بحث و مباحثہ ہے جو مشارکت پر دال ہے اور لیکن جب مجادل ان دونوں میں سے ایک ہو تو جب غیر مجادل کی شان سے یہ ہو کہ وہ مجادل کے قول کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس سے اعراض کرے تو تغلیبًا مجادل کہہ دیا جاتا ہے اور مشارکت کا صیغہ اطلاق کیا جاتا ہے اور دوسرا وہ ہے جس کو ماتن نے اپنے قول والمکابرۃ هذہ الخ سے بیان فرمایا۔

تشریح ——— قولہ والمجادلۃ۔ یعنی مجادلہ اصل میں جھگڑنے کو کہا جاتا ہے جو اظہار صواب کیلئے نہیں بلکہ الزام خصم کیلئے ہوتا ہے اس سے مناظرہ و مجادلہ کے درمیان فرق واضح ہوگیا کہ مناظرہ میں اظہار صواب ضروری ہے اور مجادلہ میں عدم اظہار صواب یعنی الزام خصم ضروری ہے

قولہ[۲] فان کان المجادل، یعنی مجادلہ میں ایک مجیب ہوتا ہے اور دوسرا سائل، دونوں کی الگ الگ کوشش ہوتی ہے پس مجادل اگر مجیب ہو تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ سائل الزام بھی نہ دے اور اس کے الزام سے سالم بھی رہے اور اگر مجادل سائل ہو تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ مجیب کو الزام دے کر خاموش کر دے۔

قولہ[۳] قد یکون السائل، یعنی سائل و مجیب دونوں کبھی مجادل ہوتے ہیں چونکہ متن میں مجادلہ کی تعریف منازعۃ سے بیان کی گئی ہے اور منازعۃ باب مفاعلت کا مصدر ہے اور باب مفاعلت دو شئیوں کے درمیان اشتراک پہ دلالت کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ سائل و مجیب دونوں کبھی مجادل ہوں گے۔

قولہ[۴] اما اذا کان: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مجادلہ میں سائل و مجیب دونوں مجادل ہوتے ہیں تو شارح نے پہلے یہ کیوں کہا؟ کہ مجیب مجادل نہیں اور سائل مجادل ہے جواب یہ کہ مجادل اگرچہ ایک ہی ہوتا ہے اور اس کے مقابل مناظر ہوتا ہے اور مناظر کیلئے حکم یہ ہے کہ جب مدمقابل مجادلہ پر اتر آئے اور الزام دینا شروع کر دے تو وہ مجادل کی طرف متوجہ نہ ہو لیکن جب مناظر مجادل کی باتوں کی طرف متوجہ ہو جائے تو تغلیباً اسکو مجادل کہہ دیا جاتا ہے اسی وجہ سے متن میں مجادلہ باب مفاعلت کا مصدر بیان کیا گیا کہ اس کی خاصیت اشتراک ہے۔

وَالمکابرۃُ[۱] ھذہٖ ای المنازعۃ لا لاظھار الصواب الآن، لا لالزام الخصم ایضاً کما انہٗ لیس لاظھار الصواب وتذکیر[۲] الضمیر فی انہٗ لان المصدر ذا التاءِ یذکر و یؤنث ثم[۳] لما فرغ من تعریف المناظرۃ وضدیھما الذین بھما تبین حقیقتھا کما قال المحققون حقائقُ الاشیاءِ تتبین باضدادِھا وکان النقلُ من الکتاب او من الثقۃِ فی زماننا اولیٰ من الاثباتِ بالدلیلِ لکونہٖ مفضیاً الیٰ کثرۃِ النزاعِ اَخَّرَہٗ تعریفہٖ فقال

ترجمہ: ـــــــ (اور مکابرہ یہ) بھی باہم بحث مباحثہ ہے اظہار صواب کیلئے نہیں (مگر یہ کہ نہ وہ الزام خصم کیلئے بھی ہے) جس طرح وہ اظہار صواب کیلئے نہیں اور انہ میں ضمیر کو اس وجہ سے بیان کیا گیا کہ مصدر جو تا والا ہے مذکر و مونث دونوں ہوتا ہے پھر جب ماتن مناظرہ اور اس کے ان دونوں ضدوں کی تعریف سے فارغ ہو چکے جن سے مناظرہ کی حقیقت واضح ہوتی ہے جیسا کہ محققین نے کہا کہ اشیاء کی حقیقتیں ان کی ضدوں سے واضح ہوتی ہیں۔ اور نقل خواہ کتاب سے ہو یا ثقہ سے ہمارے زمانہ میں اثبات بالدلیل سے اولیٰ ہے کیونکہ وہ مفضی ہے کثرت نزاع کی طرف تو ماتن نے مناظرہ کے بعد نقل کی تعریف کو بیان کیا اور فرمایا۔

تشریح: مبالغۃ المکابرۃ: یعنی مکابرہ اصل میں جھگڑنے کو کہا جاتا ہے اس سے اظہار

صواب مقصود ہوتا ہے اور نہ الزام خصم بلکہ مقصود اظہار علم یا اخفاء جہالت وغیرہ ہے اور شرح میں ای المنازعۃ سے ھذہ اسم اشارہ کے مشار الیہ کو بیان کیا گیا ہے اور لا لاظہار الصواب کی تقدیر کی طرف ایضاً سے اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی مزید وضاحت کما انہ لیس لا ظہار الصواب سے حاصل ہے خلاصہ یہ کہ مکابرہ الزام خصم کیلئے بھی نہیں آتا جس طرح اظہار صواب کیلئے نہیں آتا۔

قولہ[۲] تذکیر الضمیر:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن میں انہ کے اندر ضمیر مرفوع مذکر ہے جس کا مرجع مکابرہ کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ مکابرہ مونث ہے لہذا ضمیر مرجع کے مطابق نہیں جواب یہ کہ مناظرہ مصدر ہے جو تار کے ساتھ ہے اور مصدر جو تار کے ساتھ ہو وہ مذکر و مونث ہونے میں برابر ہے یعنی وہ مذکر کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور مونث کیلئے بھی پس مکابرہ کو انہ کی ضمیر مرفوع مذکر کا مرجع قرار دینا جائز ہے۔

قولہ[۳] لما فرغ:۔ اس سے مابعد کی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط بیان کیا جاتا ہے کہ ماتن نے پہلے مناظرہ کی تعریف کی اور اس کے بعد اسکی دونوں ضدوں یعنی مجادلہ و مکابرہ کی تعریفیں کیں کہ اضداد کی تعریف سے شئی کی اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے چنانچہ محققین کا مقولہ ہے حقائق الاشیاء تتبین باضدادھا یعنی اشیاء کے حقائق ان کے اضداد سے خوب واضح ہوتی ہیں اور مناظرہ میں چونکہ طلب دلیل ہوتی ہے اور اثبات دلیل میں چونکہ نزاع کی کثرت ہوتی ہے اسلئے ازالۂ نزاع کیلئے دلیل کی جگہ نقل کا پیش کرنا اولیٰ ہوتا ہے اس وجہ سے مناظرہ و مجادلہ و مکابرہ کے بعد نقل کو بیان کیا گیا۔

والنقل[۱] هو الاتيانُ بقولِ الغيرِ علىٰ ماهو عليه بحسب المعنىٰ مظهراً انه قولُ الغيرِ يريد انه لا يلزم فى النقلِ الاتيانُ بقولِ الغيرِ بحيث لا يتغير لفظهُ بل انما يلزم الاتيان به على وجه لا يتغير معناه ومع[۲] ذلك يلزم اظهار انه قول الغير كان يقول مثلاً قال ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ النية فى الوضوء ليست بفرضٍ واما الاتيانُ[۳] بقولِ الغيرِ علىٰ وجهٍ لا يظهر منه انه قولُ الغيرِ لا صريحاً ولا ضمناً ولا كنايةً ولا اشارةً فهو اقتباس والمقتبس مدع فى اصطلاحهم۔

ترجمہ:۔ اور نقل کہتے ہیں غیر کے قول کو جیسے کہ وہ حقیقت میں ہے بلحاظ معنی یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ قول غیر ہے ارادہ کرے اس امر کا کہ نقل میں لازم نہیں آتا قول غیر کو اس طور پر لانا کہ اس کا لفظ متغیر نہ ہو بلکہ اس کو اس طور پر لانا لازم آتا ہے کہ اس کا معنی متغیر نہ ہو اور اسکے باوجود یہ ظاہر کرنا لازم آتا ہے کہ وہ غیر کا قول ہے جس کو وہ کہتا تھا مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیت وضو میں فرض نہیں اور لیکن قول غیر کو اس طور پر لانا کہ اس سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ غیر کا قول ہے نہ

صراحۃً اور نہ ضمناً اور نہ کنایۃً اور نہ اشارۃً تو وہ اقتباس ہے اور اقتباس کرنیوالا ان کی اصطلاح میں مدعی ہے۔

تشریح :—— بیانہ[۱] والنقل :- یعنی نقل کہتے ہیں قول غیر کا اس طرح لانیکو جیسے کہ وہ نفس الامر میں ہے اور ناقل غیر کے قول کو ظاہر بھی کرے کہ وہ غیر کا قول ہے اور قول غیر بلحاظ معنی ہو یعنی نقل کیلئے منقول عنہ کے وہی الفاظ بعینہ نقل کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ اس طرح نقل کرے جس سے منقول عنہ کے بیان کردہ الفاظ کا معنی بدل نہ جائے یعنی نقل کیلئے من وعن الفاظ کو بیان کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کو اس طرح بیان کرنا ضروری ہے کہ منقول عنہ سے جو معنی و مفہوم ہے وہ منقول سے حاصل ہو جائے۔

قولہ[۲] ۔ ومع ذلک یلزم :- یعنی ناقل کیلئے یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ فلاں کا قول ہے چنانچہ قال ابوحنیفہ رحمۃ اللہ النیۃ فی الوضوء لیست بفرض یعنی امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نیت وضو میں فرض نہیں اور اگر ان الفاظ کے بجائے یوں کہے قال ابوحنیفہ تجوز الصلوۃ بوضوء لیست فیہ نیۃ تو بھی جائز ہے کیونکہ وہ مفہوم اول کو بھی شامل ہے

قولہ[۳] اما الاتیان لقول الغیر :- یعنی غیر کے قول کو اگر اس طرح بیان کرے کہ اس سے غیر کا قول ہونا ظاہر نہ ہو نہ صراحۃً اور نہ اشارۃً اور نہ کنایۃً تو اس کو نقل نہیں اقتباس کہا جائے گا اور قول بیان کرنے والا کو ناقل نہیں بلکہ مقتبس کہا جائے گا اور مقتبس اصطلاح مناظرہ میں مدعی کو کہا جاتا ہے اور مدعی کے دعوی پر چونکہ دلیل لازم ہوتی ہے اس لئے مقتبس کے اقتباس پر دلیل لازم و ضروری ہے۔

ثم[۱] اعلم انہ بعد ما نقل احد المتخاصمین قولاً ان کانت صحتہ وکونہ مطابقاً للواقع معلومۃً للاخر فلا یصح طلب تصحیحہ فانہ مع العلم بذلک لو طلب تصحیحہ کان مکابراً او مجادلاً وان لم تکن معلومۃً لا بد لہ من طلب التصحیح والا لم یکن مناظراً ولذا اردف قدس سرہ تعریف النقل بتعریف التصحیح

ترجمہ :—— پھر آپ جانیں کہ وہ متخاصمین میں سے کسی ایک کے قول کو نقل کرنے کے بعد اگر اس کا صحیح ہونا اور اس کا واقع کے مطابق ہونا دوسرے کو معلوم ہے تو اس کو تصحیح کا مطالبہ کرنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کے علم کے بعد اگر اس کی تصحیح کا مطالبہ کرے گا تو مکابر یا مجادل ہو جائے گا اور اگر اس کو معلوم نہ ہو تو اس کو تصحیح کا مطالبہ کرنا ضروری ہوگا ورنہ وہ مناظر نہ ہوگا اسی وجہ سے ماتن قدس سرہٗ نے نقل کی تعریف کے بعد تصحیح کی تعریف کو بیان فرمایا۔

تشریح :—— قولہ[۱] ثم اعلم :- یہ آنیوالی عبارت کا ما قبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے کہ متخاصمین میں سے کسی ایک نے جو کسی کے قول کو پیش کیا ہے اگر اس قول کا صحیح ہونا اور واقع ہونا مطابق ہونا دوسرے کو معلوم ہے

تو اس دوسرے مخاصم کو اس کی تصحیح کا مطالبہ کرنا درست نہیں کیونکہ وہ اگر ایسی صورت میں مطالبہ کرے تو وہ مناظر نہیں بلکہ مجادل و مکابر کہلائے گا البتہ اگر اس کو قول کا صحیح ہونا معلوم نہ ہو تو وہ مطالبہ کر سکتا ہے ورنہ وہ مناظر ہی نہ کہلائے گا اسی وجہ سے ماتن قدس سرہٗ نے نقل کی تعریف کے بعد تصحیح نقل کی تعریف کو بیان فرمایا۔

تصحیحُ النقلِ هو بیانُ صدقِ نسبةِ ما ای قولٍ نُسِبَ الی المنقولِ عنه و قولُه تصحیحُ النقلِ اولیٰ من قولِ القاضی العضد صحة النقل لان الظاهر منه کونُ النقلِ صحیحًا ولا یطلب ذلک بل یطلب التصحیح وهو اظهار ان ما نسب الناقل الی المنقولِ عنه منسوبٌ الیه فی نفسِ الامرِ فافهم و ترکُ العطف لان التصحیحَ من متعلقاتِ النقلِ

ترجمہ: ——— (تصحیح نقل وہ بیان ہے اس قول کی نسبت کے صدق کا جو قول منقول عنہ کی طرف منسوب ہے) اور ماتن کا قول تصحیح النقل اولیٰ ہے۔ قاضی عضد الدین کے قول صحۃ الدلیل سے اسلئے کہ اس سے ظاہر ہے نقل کا صحیح ہونا اور وہ طلب نہیں کیا جاتا بلکہ تصحیح کا مطالبہ کیا جاتا ہے کیونکہ تصحیح کہتے ہیں اس قول کے ظاہر کرنے کو جس کو ناقل نے منقول عنہ کیطرف منسوب کیا ہے وہ نفس الامر میں منسوب الیہ ہے اور ماتن نے عطف کو اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ تصحیح نقل کے متعلقات سے ہے۔

تشریح: ——— بیانہ تصحیح النقل: پہلے یہ معلوم کریں کہ ایک ہے ناقل اور دوسرا منقول اور تیسرا منقول عنہ اور چوتھا منقول الیہ۔ نقل کرنے والا کو ناقل کہا جاتا ہے اور جسکو نقل کیا جائے اسکو منقول اور جس سے نقل کیا جائے اس کو منقول عنہ اور جس کی طرف نقل کیا جائے اس کو منقول الیہ کہا جاتا ہے مثلاً صحابہ کرام سے سیدنا ابوھریرہ نے نقل کیا ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب تو سیدنا ابوہریرہ ناقل ہوئے اور لاصلوٰۃ الخ منقول اور سرکار مدینہ منقول عنہ اور صحابۂ کرام منقول الیہ اب اس کے بعد یہ معلوم کریں کہ منقول عنہ کی طرف جو قول منسوب ہے اس قول کی نسبت کے بیان کو تصحیح نقل کہتے ہیں یعنی منقول کو اس طرح ظاہر کرنا کہ اس کی نسبت جو منقول عنہ کی طرف کی گئی ہے وہ نفس الامر میں ہے جس کو منسوب الیہ قرار دیا گیا ہے وہ نفس الامر کے مطابق ہے چنانچہ حدیث مذکور کو بخاری یا مسلم وغیرہ کتابوں سے یہ ثابت کردے کہ وہ سرکار مدینہ سے واقعۃً منقول ہے

قولہ، اولیٰ من قول القاضی: یعنی تصحیح نقل کا جو معنی گذرا وہ ماتن کا ہے لیکن قاضی عضد الدین نے اس کا معنی دوسرا یعنی صحۃ النقل بیان کیا ہے لیکن بہتر معنی وہی ہے جو ماتن نے بیان کیا ہے کیونکہ صحۃ النقل سے بظاہر نقل کا صحیح ہونا ہے حالانکہ وہ مناظرہ میں طلب نہیں کیا جا سکتا اسلئے کہ نقل کا صحیح ہونا یا غلط ہونا ناقل کا فعل

نہیں بلکہ وہ تو منقول عنہ کا فعل ہے۔

قولہ: ترك العطف[۳]: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ یہ تعریف کا بیان ہے جسمیں ہر ایک کی تعریف کے ختم ہونے اور دوسرے کے شروع ہونے پر عرف عطف کو بیان کیا جاتا ہے اور یہاں نقل کے بعد اور تصحیح نقل سے پہلے حرف عطف کو کیوں نہیں بیان کیا گیا؟ جواب یہ کہ نقل اور تصحیح نقل میں چونکہ کافی اتصال ہے کہ وہ نقل کے متعلقات سے ہے جبکہ حرف عطف کیلئے انفصال یعنی دو شئی میں غیریت ضروری ہے اسی وجہ سے حرف عطف کو یہاں بیان نہیں کیا گیا۔

والمدعی من هذا[۱] اولی من قول البعض ما لأن المناظرة انما تكون بين ذوات العقول نصب نفسه لا ثبات الحكم اى تصدى لان يثبت الحكم الخبر الذى تكلم به من حيث انه اثبات فلا يرد ما قيل انه يصدق هذ التعريف على الناقض بالنقض الاجمالى والمعارض وهما ليسا بمدعيين فى عرفهم لانهما لم يتصديا لاثبات الحكم من حيث انه اثبات بل من حيث انه نفى لاثبات حكم تصدى باثباته الخصم ومن حيث انه معارضة لدليله بالدليل[۲] فيما اذا كان الحكم نظريا او التبينة فيما اذا كان بديهيا غير اولي

ترجمہ: ـــــــ (اور مدعی وہ ہے کہ جس نے) یہ بعض کے قول ما سے بہتر ہے اسلئے کہ مناظرہ ذوات عقول کے درمیان ہوتا ہے (اپنے آپ کو اثبات حکم کیلئے مقرر کیا ہو) یعنی آمادہ کیا ہو اس بات کیلئے کہ وہ اس حکم خبری کو ثابت کرے جس کا اس نے کلام کیا ہے اس حیثیت سے کہ وہ اثبات ہے پس وارد نہ ہوگا جو کہا گیا کہ یہ تعریف ناقض بہ نقض اجمالی اور معارض پر صادق نہیں آتی اور وہ دونوں مناظرین کی اصطلاح میں مدعی نہیں کیونکہ وہ دونوں اثبات حکم کیلئے آمادہ نہیں اس حیثیت سے کہ وہ اثبات ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ نفی ہے اس حکم کے اثبات کیلئے جس کے اثبات کا خصم آمادہ ہو اور اس حیثیت سے کہ وہ اسکی دلیل کا معارض ہے۔ (اثبات حکم خواہ بالدلیل ہو یا بالتنبیہ) اسی چیز میں جبکہ وہ بدیہی غیر اولی ہو۔

تشریح: ـــــــ بیانہ والمدعی[۱]: مدعی اسم فاعل کا صیغہ ہے جو لغت میں بمعنی دعویٰ کرنیوالا ہے اور اصطلاح میں وہ ہے جو اپنے آپ کو اثبات حکم کیلئے مقرر کر دے مثلاً کلمہ کیلئے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ الکلمة منقسمة الی ثلاثة اقسام یعنی کلمہ کی تین قسمیں ہیں تو کہنے والا مدعی ہوا اور یہ قول دعویٰ ہے۔

قولہ هذا اولی[۲]: یعنی بعض مصنفوں نے مدعی کی تعریف میں لفظ مَن کی جگہ ما کو بیان کیا ہے لیکن بہتر مَن کو بیان کرنا ہے کیونکہ اس کا استعمال ذوی العقول میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے مَن سے یہاں مراد مناظر ہے جو ذوی العقول سے ہے

اور مَن کی جگہ یہ مَا کا استعمال بھی اگرچہ کبھی جائز ہے۔

قولہ[۳] ای تصدی لان یثبت :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ وہ ناقض یہ نقض اجمالی اور معارض دونوں پر صادق آتی ہے حالانکہ ان دونوں کو مدعی نہیں کہا جاتا لیکن ناقض پر اسلئے صادق آتی ہے کہ نقض اجمالی یہ کہ مدعی نے دلیل سے جو مطلوب ثابت کیا تو خصم اس پر نقض وارد کرتے ہوئے یہ کہیگا کہ مدعی کی دلیل فساد کو مستلزم ہے پھر خصم فساد کو ثابت کرے گا تو اثبات فساد بھی اثبات حکم ہے پس مناقض نے اپنے آپ کو اثبات حکم کیلئے تیار کیا پس مناقض بھی مدعی ہوا اور وہ معارض پر اسلئے صادق آتی ہے کہ معارض معارضہ کرتا ہے اور معارضہ یہ کہ مدعی نے دلیل کے ساتھ اپنا جو مطلوب ثابت کیا ہے خصم اس کی نقیض کی دلیل کے ساتھ ثابت کرے تو معارض نقیض کا ثابت کرنیوالا ہوا تو اثبات نقیض بھی چونکہ اثبات حکم ہے اسلئے مدعی کی تعریف معارض پر بھی صادق آئی۔ جواب یہ کہ تعریف مذکور دخول غیر سے مانع ہے کیونکہ وہ نہ مناقض پر صادق آتی ہے اور نہ معارض پر اسلئے کہ مدعی کا اصل مقصد اثبات حکم ہے اور یہ ان دونوں میں نہیں ہوتا کیونکہ مناقض کا اصل مقصد اس حکم کی نفی ہے جو مدعی نے ثابت کیا ہے پس اس کا اصل مقصد اثبات حکم نہ ہوا بلکہ اسکی نفی ہوئی۔ پس وہ مناقض پر صادق نہ آئی اسی طرح معارض پر بھی صادق نہ آئے گی کیوں کہ اس کا بھی اصل مقصد اثبات حکم نہیں بلکہ مدعی کی پیش کردہ دلیل کو توڑنا ہے پس معارض پر بھی تعریف مذکور صادق نہ آئیگی۔

قولہ[۴] فیما اذا کان : یعنی حکم اگر نظری ہے تو مدعی اس کو دلیل سے ثابت کرے گا اور حکم اگر بدیہی غیر اولی ہے تو مدعی اس کو تنبیہ کے ذریعہ ثابت کرے گا او التنبیہ میں لفظ او تقسیم کیلئے آیا ہے شک کیلئے نہیں۔

قال[۱] المصنف فیما نقل عنہ فیہ مسامحۃ لان التنبیہ لا یفید الاثبات کما سیجئ تم کلامہ[۲] فان قلت لما کان التنبیہ غیر مفید للاثبات لا یصح تعلق قولہ بالتنبیہ بقولہ لاثبات الحکم فکیف حکم بالمسامحۃ التی ھی ارادۃ خلاف الظاہر قلت[۳] یمکن تصحیح التعلق بارادۃ عموم المجاز فی الاثبات بان یراد بالاثبات تمکین الحکم فی ذھن المخاطب وذلک قد یکون بالاثبات وقد یوجد بلا ظہار

ترجمہ :۔ مصنف نے اس چیز کے متعلق فرمایا جو ان سے منقول ہے کہ اس میں مسامحت ہے کیونکہ تنبیہ اثبات کا فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ عنقریب آئے گا ان کا کلام تام ہوا پس اگر آپ کہیں کہ تنبیہ جب اثبات کیلئے مفید نہیں تو اس کے قول بالتنبیہ کا تعلق اس کے قول لاثبات الحکم کے ساتھ صحیح نہیں تو مسامحت کا حکم کس طرح دیا گیا جو کہ وہ خلاف ظاہر مراد لینا ہے۔ میں کہوں گا کہ ممکن ہے اثبات میں عموم مجاز کے ارادہ سے تعلق کو صحیح قرار

دینا بایں طور کہ اثبات سے ذھن مخاطب میں تمکین حکم مراد ہے اور وہ کبھی اثبات سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار سے ۔

تشریح :— قولہ[۱] قال المصنف :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا جو متن میں وارد ہے اور وہ یہ کہ شئ پہلے معدوم ہوتی ہے پھر اگر اس کو ثابت کیا جائے تو اس کو اثبات کہا جاتا ہے اور اثبات دلیل سے ہوتا ہے تنبیہ سے نہیں کیونکہ تنبیہ اس پر ہوتی ہے جو پہلے سے ثابت ہو اور اس میں خفا ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے اور اثبات حکم میں چونکہ کوئی خفا نہیں کہ تنبیہ سے اس کو زائل کیا جائے ۔ اسلئے یہ کہنا کہ اثبات حکم تنبیہ کے ساتھ ہے درست نہیں جواب یہ کہ متن میں یہ کہنا کہ تنبیہ کے ساتھ اثبات حکم ہوتا ہے اسمیں مسامحت ہے ۔

قولہ[۲] فان قلت : یہ سوال ہے جواب اس کا قلت یمکن الخ سے آگے مذکور ہے ۔ سوال یہ کہ مسامحت اسکو جاتا ہے کہ شی جائز ہو لیکن مراد ظاہر کے خلاف ہو تو معنی یہ ہوا کہ اثبات حکم تنبیہ کے ساتھ جائز تو ہے لیکن ظاہر کے خلاف ہے اور وہ درست نہیں کیونکہ تنبیہ اثبات حکم کا فائدہ نہیں دیتی پس تنبیہ کے ساتھ اثبات حکم کا تعلق اپنے محل پر نہیں ۔

قولہ[۳] قلت یمکن :۔ یہ جواب ہے سوال مذکور کا کہ اثبات حکم کا تعلق تنبیہ کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اثبات حکم سے مراد عموم مجاز ہے کیونکہ اثبات حکم دو معنوں کیلئے آتا ہے ایک حقیقی اور دوسرا مجازی ۔ حقیقی یہ ہے کہ حکم پہلے معدوم ہو پھر موجود ہوا اور مجازی یہ کہ حکم ثابت ہو لیکن اسمیں خفا ہو اور یہاں اثبات حکم سے مراد یہی عموم مجاز ہے کہ اس کا ایک فرد حقیقی معنی ہے اور دوسرا مجازی معنی یہاں یہ ہے ۔ تمکین الحکم فی ذھن المخاطب یعنی مخاطب کے ذہن میں حکم کو پکا کرنا اور تمکین حکم عام ہے تو وہ کبھی اثبات حکم کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی اظہار حکم کے ساتھ تو اب تنبیہ کے ساتھ اثبات حکم ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ حکم خفی ہو تو اس کو ظاہر کر کے سامع کے ذھن میں پکا کر دے ۔

ثم[۱] عرف مولانا عصام الملۃ والدین فی شرحہ للرسالۃ العضدیۃ المدعی بقولہ ہو من یفید مطابقۃ النسبۃ للواقع وقیل[۲] فیہ نظر اذ ھو یصدق علی کل من قال بجمل لافادتہا کلھا الصدق بالاتفاق ولکن بعضھا لا یدعی بہا الصدق کاطراف الشرطیات فلا یکون التعریف مطرداً اقول[۳] معنی کلامہ ان المدعی من تصدی نفسہ لافادۃ مطابقۃ النسبۃ الخبریۃ للواقع علی ان اطراف الشرطیات حین کونہا اطرافاً لہا لیست بجمل ــــــ

ترجمہ :ــــــ پھر مولینا عصام الملۃ والدین نے اپنی شرح میں جو رسالہ عضدیہ کی ہے مدعی کی تعریف اپنے اس قول سے بیان فرمایا ھو من یفید مطابقۃ النسبۃ للواقع یعنی جو اس امر کا فائدہ دے کہ نسبت واقع کے مطابق ہے اور بعض نے کہا کہ اس میں نظر ہے کیونکہ وہ ہر اس شخص کے قول پر صادق آتا ہے جس نے کہا کہ

وہ محمول ہوتا کہ وہ نسبت واقع کے مطابق ہونے کا فائدہ دے۔ کل کے کل بالاتفاق صادق ہیں لیکن ان میں سے بعض میں صدق کا دعویٰ نہیں کیا جاتا جیسے قضایا شرطیہ کے اطراف تو تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ مولینا عصام الملۃ والدین کے کلام کا خطاب یہ ہے کہ مدعی وہ ہے جو اپنے نفس کو آمادہ کرے تاکہ وہ فائدہ دے نسبت خبریہ کا واقع کے مطابق ہونے کا علاوہ ازیں یہ کہ قضایا شرطیہ کے اطراف حسب وقت کہ وہ اطراف ہیں اسمیں حمل نہیں۔

تشریح:۔ قولہ[1] ثم عرف: یعنی مولینا عصام الملۃ والدین نے رسالہ عضدیہ کی شرح لکھی ہے جس میں انہوں نے مدعی کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ مدعی وہ ہے جو اس امر کا فائدہ دے کہ نسبت واقع کے مطابق ہے اس تعریف پر چونکہ سوال وارد ہوتا ہے اسلئے ماتن نے اس کی دوسری تعریف بیان کی تاکہ وہ سوالات سے محفوظ رہے اگرچہ ان کے جوابات بھی ممکن ہیں۔

قولہ[2] قیل فیہ نظر:۔ مدعی کی تعریف جو مولینا عصام نے بیان کی ہے اس پر ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ وہ تعریف تمام جملہ خبریہ کے قائل پر صادق آتی ہے کیونکہ ان تمام کی نسبت بھی واقع کے مطابق ہوتی ہے چونکہ جملہ خبریہ کی وضع اصل میں صدق کیلئے ہوتی ہے اگرچہ وہ کذب کا بھی محتمل ہے کیونکہ دال سے مدلول لفظی کا تخلف جائز ہے جبکہ مناظرہ کی اصطلاح میں جملہ خبریہ کے قائل کو مدعی نہیں کہا جاتا۔ دوسرا سوال یہ کہ بعض قضایا مثلاً قضایا شرطیہ کے اطراف اگرچہ ان کے اندر بالاتفاق صدق کا دعویٰ نہیں کیا جاتا لیکن بعض لوگ ان کے اندر بھی نسبت کو واقع کے مطابق مانتے ہیں پس تعریف اس کے قائل پر بھی صادق آئیگی لہذا مدعی کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی۔

قولہ[3] اقول معنی کلامہ: یہ جواب ہے مشترکہ طور پر مذکورہ دونوں سوالوں کا کہ مولینا عصام الدین کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مدعی وہ ہے جو مطابقۃ النسبۃ للواقع کا فائدہ دے اور یہی اس کا اصل مقصد بھی ہو تو جملہ خبریہ اور اطراف شرطیہ میں اگرچہ مطابقۃ للواقع تو ہوتی ہے لیکن ان کے قائل کا اصل مقصد مطابقۃ النسبۃ کا افادہ نہیں ہوتا پس تعریف مذکورہ ان جملوں کے قائل پر صادق نہیں آئی اور تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔

قولہ[4] علی ان اطراف:۔ اطراف شرطیہ کے اعتبار سے جو سوال مذکور ہے اس عبارت سے اس کا جواب یہ کہ دریافت ہے اطراف شرطیہ پر حرف شرط داخل ہے یا نہیں اگر داخل نہیں تو وہ اطراف شرطیہ نہیں

اور اگر داخل ہے تو ان کے اندر نسبت نہیں بلکہ طرفِ اول بمنزلۂ مفرد ہے اور مبتدا اور طرفِ دوم بمنزلۂ مفرد اور خبر ہے اور جب نسبت نہیں تو حمل بھی نہیں اور جب حمل نہیں تو قضیہ بھی نہیں کہ وہ اس کیلئے جزء لازم ہے اور قضیہ کے قائل ہی کو مدعی کہا جاتا ہے پس تعریف مذکور دخول غیر سے مانع ہے۔

ثم المدعی ان شرع فی الدلیل الانی یسمی مستدلاً فان شرع فی الدلیل اللمی یسمی معللاً وقد یستعمل کلٌ منہما مقامَ الآخرِ بمعنی المتمسکِ بالدلیلِ مطلقاً ____

ترجمہ: ____ پھر مدعی اگر دلیل اِنّی میں مشغول ہو تو اس کو مستدل کہا جاتا ہے اور اگر دلیل لمی میں مشغول ہو تو اس کو معلل کہا جاتا ہے اور کبھی ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ پر مطلقاً متمسک بالدلیل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

تشریح: ____ قولہ ثم المدعی: یعنی دعوی کبھی بدیہی ہوتا ہے اور کبھی نظری اور نظری ہو تو مدعی اپنے دعوی کو دلیل سے ثابت کرے گا اور دلیل بھی دو طرح کی ہے کہ معلول سے اگر علت پر استدلال پیش کیا جائے تو وہ دلیل انّی ہے اور اگر علت سے معلول پر استدلال پیش کیا جائے تو وہ دلیل لمی ہے وجہ تسمیہ دونوں کی ظاہر ہے لمی کی اسلئے کہ وہ منسوب ہے لم کی طرف اور لم بمعنی علت ہے چنانچہ کہا جاتا ہے لما فعلت ہذا یعنی ماعلۃ فعلک ہذا چونکہ اس صورت میں علت سے استدلال پیش کیا جاتا ہے اسلئے اسکو لمّی یعنی علت والا کہا جاتا ہے اور انّی کی اسلئے کہ وہ منسوب ہے۔ انّ کی طرف جو تحقق واثبات کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ انّ زیداً قائمٌ میں زیدٌ قائمٌ کو حقیقت قیام زید کے معنی میں کر دیتا ہے اور اس صورت میں چونکہ استدلال معلول سے پیش کیا جاتا ہے اس لئے اس کو انّی یعنی تحقیق والا کہا جاتا ہے۔

والسائل من نصبَ نفسہٗ لنفیہٖ ای لنفی الحکمِ الذی ادعاہ المدعی بلا نصبِ دلیلٍ علیہ فعلیٰ ہذا یصدق علی المناقِضِ فقط وقد یطلق علی ما ہو اعم وہو کل من تکلم علیٰ ما تکلم بہ المدعی اعم من ان یکون مانعاً او ناقضاً او معارضاً ____

ترجمہ: ____ (اور سائل وہ ہے جس نے اپنے آپ کو مدعی کے ثابت کردہ مدعی کی نفی کیلئے مقرر کیا ہو) یعنی اس حکم کی نفی کیلئے جس کا مدعی نے بلا قیام دلیل کے دعوی کیا ہو پس اس تقدیر پر وہ صرف مناقض پر صادق آئے گا (اور سائل کے اطلاق کبھی اس سے اعم پر بھی ہوتا ہے) اور وہ یہ کہ جو بھی مدعی کے کلام پر کلام یعنی اعتراض کرے عام ہے وہ مانع ہو یا ناقض یا معارض۔!

تشریح: ____ قولہ والسائل: مناظرہ میں مدعی کا مقابل چونکہ مدعی علیہ نہیں بلکہ سائل

سائل وہ ہے جو اپنے آپ کو اس حکم کی
ہوتا ہے اسلئے مدعی کے بعد سائل کو بیان کیا گیا مدعی علیہ کو نہیں۔
نفی کیلئے مقرر کرے جس کا مدعی نے دعوی کیا ہو اور ای لنفی الحکم سے متن کے اندر لنفیہ میں جو ضمیر ہے اس کے مرجع کو
بیان کیا گیا ہے۔

قولہ فعلی ھذا :۔ یہ سوال ہے تعریف مذکورہ پر کہ وہ اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ وہ صرف مناقض پر
صادق آتی ہے مانع و معارض پر نہیں حالانکہ مدعی کا مقابل جس طرح مناقض آتا ہے اسی طرح مانع و معارض بھی لیکن
لیکن مناقض پر صادق آنا تو ظاہر ہے کہ وہ ابطال دلیل کو کہا جاتا ہے جو نفی کو لازم آتا ہے اور مانع پر اس لئے صادق
نہیں کہ وہ طلب دلیل کیلئے آتا ہے اور معارض پر اسلئے نہیں کہ وہ اقامۃ الدلیل کیلئے آتا ہے اور ظاہر ہے طلب اور اقامۃ
دونوں ہی نفی حکم کے غیر ہیں۔

بیانہ قد یطلق :۔ متن کی یہ عبارت جواب ہے سوال مذکورہ کا کہ سائل کا اصل معنی وہی ہے جو
مذکور ہوا لیکن وہ کبھی مفہوم عام پر بھی بولا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جو بھی مدعی کے کلام پر کلام یعنی اعتراض کرے وہ سائل
ہے اور وہ عام ہے جو شامل ہے مانع کو اور ناقض و معارض کو بھی۔!

والدعویٰ ما ای قضیۃ علی الحکم استمال الکل علی الجزء المقصود اثباتہ بالدلیل او اظھارہ بالتنبیہ
وفیہ انہ قد یکون الحکم المدعیٰ بدیھیا اولیا و یمکن ان یقال اذا کان الحکم کذٰلک لم یتحقق
المناظرۃ لانہ لم ینکرہ الا جادل او مکابر

ترجمہ :۔ (اور دعوی وہ) یعنی قضیہ (ہے) جو ایسے حکم پر مشتمل ہے جس طرح کل جزء پر مشتمل
ہوتا ہے (جس کو ثابت کرنا مقصود ہو) دلیل سے یا اس کو ظاہر کرنا تنبیہ سے اور اس میں نظر ہے کیونکہ حکم مدعی کبھی
بدیہی اولی ہوتا ہے اور ممکن ہے یہ کہا جائے کہ جب حکم اس طرح ہو تو مناظرہ متحقق نہ ہوگا۔ کیوں کہ اس کا انکار صرف مجادل یا مکابر
کرتا ہے۔

تشریح :۔ بیانہ والدعویٰ :۔ مناظرہ میں دعویٰ کا ہونا چونکہ ضروری ہے اسلئے اس کی تعریف
بیان کی جاتی ہے کہ دعویٰ وہ قضیہ ہے جو حکم یعنی نسبت تامہ خبری پر مشتمل ہو اور اس سے یہ مقصود ہو کہ حکم اگر نظری ہو تو
اس کو دلیل سے ثابت کرنا ہوگا اور اگر حکم بدیہی خفی ہو تو اس کو ظاہر کرنا ہوگا۔

قولہ ای قضیۃ :۔ متن میں جو لفظ ما ہے یہ اس کی تفسیر ہے کہ اس سے مراد قضیہ ہے عام سے خاص
مراد لیا گیا جیسا کہ قرینہ اس پر دال ہے اور اشتمال الکل علی الجزء سے جواب ہے اس سوال کا کہ متن میں جو مشتمل ہے

وہ متضمن ہے اشتمال کو اور اشتمال کی چونکہ دو قسمیں ہیں ایک اشتمال المظروف علی الظرف اور دوسرا اشتمال الکل علی الجزء اسلئے یہاں ان میں سے کون سی قسم مراد ہے؟ جواب یہ کہ اشتمال سے مراد اس کی دوسری قسم اشتمال الکل علی الجزء ہے قرینہ اس پر یہ ہے کہ قضیہ کل ہے اور حکم یعنی نسبت خبریہ اس کا جزء ہے۔

قولہ فیہ انہ قد یکون: یہ سوال ہے تعریف مذکور پر کہ وہ اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ وہ دعوی بدیہی اولی پر صادق نہیں اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہوتا ہے جس کیلئے نہ دلیل کی ضرورت ہے اور نہ تنبیہ کی۔

قولہ یمکن ان یقال: یہ جواب ہے سوال مذکور کہ تعریف مذکور یہ اس دعوی کی ہے جس پر مناظرہ ہو اور دعوی بدیہی اولی پر مناظرہ ہی نہیں ہوتا کیوں کہ اس پر دلیل ہوتا ہے اور نہ انکار پس اگر کوئی بدیہی اولی کا انکار کرکے اس پر دلیل طلب کرے تو وہ مناظر نہیں بلکہ مجادل یا مکابر کہلائے گا۔ اس جواب کو یمکن اور یقال کلمات تمریض سے بیان کرنے کی وجہ غالبًا اس کے ضعف کیطرف اشارہ کرنا ہے کیونکہ اس صورت میں تعریف میں تخصیص پیدا ہوتی ہے جبکہ تعریف میں تعمیم ضروری ہے تاکہ تعریف معرف کے تمام افراد کو شامل ہو جائے خواہ وہ افراد نفس الامر و حقیقت میں ہوں یا نہ ہوں پس تعریف ایسی ہونی چاہئے جو دعوی بدیہی کو بھی شامل ہو جائے خواہ اسمیں مناظرہ ہو یا نہ ہو۔

ویسمّٰی ذٰلک من حیث انہ یرد علیہ او علی دلیلہ السوال او البحث مسئلۃً ومبحثًا ومن حیث انہ یستفاد من الدلیل نتیجۃً ومن حیث انہ قد یکون کلیًا قاعدۃً وقانونًا والمطلوب اعم من الدعوی تصوریٌ کماھیۃِ الانسانِ مثلًا او تصدیقی مثل العالم حادثٌ ویسمّٰی من حیث انہ موضع الطلبِ کانہ یقع فیہ الطلب مطلبًا ایضًا وقد یقال المطلب دون المطلوب لما یطلب بہ التصورات مثل قولہم الانسان ماھو والتصدیقات کما یقال ھل العالم حادثٌ

ترجمہ: ——— (اور نام رکھا جاتا ہے اس کا) اس حیثیت سے کہ وہ دعوی یا اس کی دلیل پر سوال یا بحث وارد ہوتا ہے۔ (مسئلہ اور مبحث) اور اس حیثیت سے کہ وہ دلیل سے مستفاد ہے (نتیجہ نام رکھا جاتا ہے) اور اس حیثیت سے کہ وہ کبھی کلی ہوتا ہے (قاعدہ اور قانون نام رکھا جاتا ہے اور مطلوب عام ہے) دعوی سے (خواہ تصوری ہو جیسے ماہیتہ انسان مثلًا (یا تصدیقی) جیسے العالم حادث (اور نام رکھا جاتا ہے) اس حیثیت سے کہ وہ موضع طلب ہے گویا اس میں طلب واقع ہوتی ہے (مطلب) بھی (اور کبھی مطلب کہا جاتا ہے) نہ کہ مطلوب (اس کو جس کے ذریعہ تصورات کو طلب کیا جاتا ہے۔ جیسے ان لوگوں کا قول الانسان ماھو (اور تصدیقات کو) جیسے کہا جاتا ہے ھل العالم حادث

تشریح: قولہ ویسمّٰی ذٰلک: یعنی دعوی و دلیل پر چونکہ مختلف حیثیتوں سے سوال وارد

ہوتا ہے اس طرح کہ اگر اس میں یہ لحاظ کیا جائے کہ دعویٰ و دلیل پر سوال ہوتا ہے اس لئے اس کا نام بھی مختلف ہے وہ اس طرح کہ اگر اس میں یہ لحاظ کیا جائے کہ اس دعویٰ یا اس کی دلیل میں ہے تو اس کو مسئلہ کہا جاتا ہے جس طرح معارضہ میں ہوتا ہے اور اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ وہ دلیل سے مستفاد ہے تو اس کو نتیجہ کہا جاتا بحث ہوتی ہے تو اس کو مبحث کہا جاتا ہے اور اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ وہ دلیل سے مستفاد ہے تو اس کو نتیجہ کہا جاتا ہے اور دعویٰ کبھی کلی ہوتا ہے اور کبھی جزئی اور اگر کلی ہو تو اس کو قاعدہ و قانون کہا جاتا ہے اور اگر دعویٰ جزئی ہو تو اس کو نتیجہ کہا جاتا ہے۔

بیانہ والمطلوب: دعویٰ و مطلوب دونوں کا معنیٰ اگرچہ بظاہر ایک معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ ایک نہیں۔ دعویٰ خاص ہے اور مطلوب عام دونوں میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے کیونکہ دعویٰ صرف قضیہ اور تصدیق ہوتا ہے اور مطلوب تصور بھی ہوتا ہے اور تصدیق بھی۔ مطلوب تصوری جیسے ماہیت انسان اور مطلوب تصدیقی جیسے العالم حادث۔

بیانہ وسمی۔ اس عبارت سے مطلب و مطلوب کے متعلق جو دو مذہب ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے پہلا مذہب من حیث انہ الخ سے اور دوسرا قد یقال المطلب الخ سے۔ خلاصہ پہلا مذہب کا یہ ہے کہ مطلب و مطلوب دونوں میں ترادف کی نسبت ہے کیونکہ اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ مطلوب طلب کی جگہ ہے یعنی جس میں طلب واقع ہے تو اس کو مطلب کہا جائے گا اور اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ وہ طلب کی ہوئی چیز ہے تو وہ مطلوب ہے دوسرا مذہب یہ کہ ان دونوں میں تباین کی نسبت ہے اسلئے کہ جن الفاظ کے ذریعہ کسی نامعلوم تصور یا تصدیق کو طلب کیا جائے اسکو مطلوب کہا جاتا ہے اور ان الفاظ کو مطلب کہا جاتا ہے چنانچہ الانسان ماھو میں ماھو مطلب تصوری ہے۔ اور ھل العالم حادث میں ھل مطلب تصدیقی ہے اور العالم حادث مطلوب تصدیقی۔

ولمّا کان اکتسابُ المطلوبِ التصوریِّ بالتعریفِ واکتسابُ التصدیقی بالدلیلِ وکانت التصوراتُ مقدمۃً علی التصدیقاتِ قدّم تفصیلَ التعریفِ بحیثُ یعلم منہ تعریف اقسامہٖ فقال ثمّ التعریفُ امّا حقیقیٌّ یقصد بہ تحصیلُ صورۃٍ غیرِ حاصلۃٍ فان علم وجودھا فبحسبِ الحقیقۃِ ای فھو تعریفٌ بحسبِ الحقیقۃِ والا فبحسب الاسمِ واما لفظیٌّ یقصد بہ تفسیرُ مدلولِ اللفظِ

ترجمہ: ——— اور جب مطلوب تصوری کا اکتساب تعریف سے ہوتا ہے اور مطلوب تصدیقی کا اکتساب دلیل سے اور تصورات مقدم ہیں تصدیقات پر تو تعریف کی تفصیل کو ماتن نے اس طور پر مقدم فرمایا کہ اس سے اس کے اقسام کی تعریف حاصل ہو جائے تو فرمایا (پھر تعریف یا تو حقیقی بحسب الحقیقہ ہے یعنی وہ تعریف بحسب الحقیقہ ہے (ورنہ تعریف حقیقی بحسب الاسم ہے اور یا تعریف لفظی ہے اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ لفظ کے

مدلول کی تفسیر کا قصد کیا جائے۔

تشریح :۔۔۔

قولہ[۱] ولما کان: یہ بیان ہے آنیوالی عبارت کا ما قبل کے ساتھ ربط کا کہ مطلوب تصوری چونکہ تعریف سے حاصل ہوتا ہے اور مطلوب تصدیقی دلیل سے اور تصورات مقدم ہوتے ہیں تصدیقات پر اسلئے ماتن نے تعریف کو دلیل پر مقدم کرتے ہوئے پہلے تعریف کی تفصیل کو بیان فرمائی جس سے اس کے اقسام کی تعریف بھی حاصل ہو جائے۔

بیانہ[۲] ثم التعریف: یعنی تعریف کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور دوسری لفظی چونکہ تعریف سے تصور کا فائدہ ہوتا ہے اور تصوری کہتے ہیں ہیں حصول صورۃ الشئ فی العقل کو پس جو صورت ذھن میں حاصل ہے وہ دو حال سے خالی نہیں آیا وہ صورت ذھن میں حاصل ہوئی یا وہ صورت پہلے سے ذھن میں حاصل تھی پھر اس کا ذہول ہو گیا اور اب دوبارہ ذھن میں حاصل ہوئی تو وہ صورت جو ذھن میں حاصل نہ ہو اگر وہ پہلی مرتبہ ذھن میں حاصل ہے تو وہ تعریف حقیقی ہے اور اگر ذہول کے بعد دوبارہ ذھن میں حاصل ہے تو وہ تعریف لفظی ہے۔

بیانہ[۳] فان علم وجودھا: یہ تقسیم ہے تعریف حقیقی کی اسکی دو قسمیں ہیں ایک بحسب الحقیقۃ اور دوسری بحسب الاسم کیونکہ جو صورت ذھن میں پہلی بار آئے تو اس کا وجود پہلے سے معلوم ہے یا نہیں اگر پہلے سے معلوم ہے تو وہ تعریف حقیقی بحسب الحقیقۃ ہے اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تو تعریف حقیقی بحسب الاسم ہے۔

قولہ[۴] ای فھو تعریف: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن میں فبحسب الحقیقۃ کو جزا قرار دیا گیا ہے فان علم وجودھا کا لیکن جزا جملہ ہوتی ہے۔ اور وہ جملہ نہیں۔ جواب یہ کہ جزا اصل میں فبحسب الحقیقۃ نہیں بلکہ اس کا تعلق یعنی فھو تعریف ہے جو عبارت میں محذوف ہے ظاہر ہے وہ جملہ ہے۔

بیانہ[۵] اما اللفظی: تعریف حقیقی کے بعد اب تعریف لفظی کو بیان کیا جاتا ہے کہ تعریف لفظی وہ ہے جس سے مدلول لفظ کی تفسیر کا قصد کیا جائے یعنی مدلول معنی کا علم پہلے سے ہو لیکن یہ علم نہ ہو کہ فلاں معین لفظ کی وضع اس مدلول کیلئے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے سعدانہ نبت کہ نبت یعنی پودے کا علم پہلے سے ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ سعدانہ کی وضع بھی نبت کیلئے ہے۔

اِعلم[۱] انّ التعریفَ اما ان یحصل فی الذھنِ صورۃً غیرَ حاصلۃٍ او لیفیدَ تمیزَ صورۃٍ حاصلۃٍ عما عداھا الثانی لفظیٌ اذ فائدتُہ معرفۃُ کون اللفظِ بازاء معنی معینٍ کقولنا الغضنفر الاسدُ وذلک[۲] قد یکون مفرداً کما ذکرنا وھو الاکثر وقد یکون مرکباً کتعریفاتِ الوجودِ حیث[۳] صرّح العلماءبا نھا لفظیۃٌ۔

ترجمہ: ـــــ آپ جانیں کہ تعریف آیا ذہن میں صورت غیر حاصلہ کو حاصل کرتی ہے یا صورت حاصلہ کو ما عدا سے تمیز کا فائدہ دیتی ہے دوم لفظی ہے اسلئے کہ اس کا فائدہ معرفت ہے لفظ کے ہونیکی معنیٔ معین کے مقابل میں جیسے ہمارا قول غضنفر اسد ہے اور وہ تعریف مفرد ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور وہ اکثر واقع ہے اور کبھی وہ مرکب ہوتی ہے جیسے وجود تعریفات کیونکہ علماء نے بایں طور تصریح کی ہے کہ وہ تعریفات لفظیہ ہے۔

تشریح: ـــــ **قولہ**[۱] اعلم ان التعریف؛ متن میں جو اجمال تھا شرح میں یہاں اسکی تفصیل بیان کی جاتی ہے کہ تعریف جو صورت غیر حاصلہ کو حاصل کراتی ہے یا ماعدا سے امتیاز کا فائدہ دیتی ہے یعنی ذھن میں پہلی بار صورت غیر حاصلہ حاصل ہوتی ہے تو وہ تعریف حقیقی ہے اور اگر دوبارہ حاصل ہوئی اور وہ صورت غیر حاصلہ ماعدا سے تمیز کا فائدہ دیتی ہے تو وہ تعریف لفظی ہے چنانچہ غضنفر کی تعریف اسد کے ساتھ کہ اس میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کی وضع معنی معین کیلئے ہے۔

قولہ[۲] ذلک قد یکون: یہ تقسیم ہے تعریف لفظی کی کہ وہ کبھی مفرد ہوتی ہے جیسے غضنفر کی تعریف اسد کے ساتھ اور کبھی مرکب ہوتی ہے جیسے وجود کی تعریف ثابت عین کے ساتھ اور عدم کی تعریف منفی عین کے ساتھ۔

قولہ[۳] حیث صرح:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ غضنفر کی تعریف اسد کے ساتھ تعریف لفظی مفرد ہے لیکن یہ تسلیم نہیں کہ وجود کی تعریف لفظی مرکب ہے۔ جواب یہ کہ وجود کی تعریف کے لفظی مرکب ہونے پر چونکہ علماء تصریح کر چکے ہیں اسلئے اس تصریح کے مطابق تعریف مذکورہ کو لفظی مرکب کہا جاتا ہے۔

وَالاولُ[۱] اما ان یحصل فی الذھنِ صورۃ علم وجودھا بحسب نفس الامرِ کتعریف الانسانِ بانہٗ حیوانٌ ناطقٌ اوَلا یحصل الا صورۃ لا وجود لھا الا بحسب الاصطلاحِ من الماھیاتِ الاعتباریۃ کتعریف الکلمۃِ بانھا لفظ وضع لمعنی مفرد فالاول تعریفٌ بحسب الحقیقۃِ والثانی بحسب الاسمِ وقد[۲] اشار المحقق الطوسی الی انَ التعریف اللفظی یناسبُ باللغۃِ والحقیقی بغیرھا۔

ترجمہ ـــــ اور اول آیا حاصل کرے گا ذھن میں نفس الامر کے اعتبار سے اس کے وجود کے علم کی صورت جیسے انسان کی تعریف بایں طور کہ وہ حیوان ناطق ہے یا نہیں بایں طور کہ حاصل نہ کرے گا مگر وہ صورت جس کا کوئی وجود نہیں سوائے باعتبار اصطلاح کے ماہیات اعتبار میں سے چنانچہ کلمہ کی تعریف بایں طور کہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کیلئے موضوع ہے پس پہلی تعریف بحسب الحقیقہ ہے اور دوسری تعریف بحسب الاسم اور محقق طوسی نے اشارہ فرمایا اس امر کی طرف کہ تعریف لفظی وہ ہے جو مناسب ہو لغت کے اور تعریف حقیقی اس کے علاوہ ہے۔

تشریح:۔ قولہ والاول:۔ عبارت میں الاول صفت ہے جس کا موصوف القسم محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے القسم الاول اور قسم اول سے مراد تعریف حقیقی ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک بحسب الحقیقۃ اور دوسری بحسب الاسم۔ بحسب الحقیقۃ وہ تعریف حقیقی ہے جسمیں وجود شئی کے علم کی صورت ذھن میں بحسب نفس الامر حاصل ہو یعنی پہلی مرتبہ کوئی صورت غیر حاصلہ حاصل ہو جائے وجود نفس الامری کا پہلے علم ہے تو وہ تعریف حقیقی بحسب الحقیقۃ ہے جیسے ماہیت انسان کا حیوان ناطق کی صورت حاصل ہونے سے پہلے علم تھا کہ انسان موجود ہے اور بحسب الاسم وہ تعریف حقیقی ہے جسمیں وجود شئی نفس الامر میں نہ ہو بلکہ بطور اصطلاح یعنی پہلی مرتبہ کوئی صورت غیر حاصلہ ذھن میں آئی جس کا وجود نفس الامری معلوم نہیں لیکن بطور اصطلاح معلوم ہے تو یہ تعریف حقیقی بحسب الاسم ہے مثلاً ماہیات اعتباریہ جیسے کلمہ کی تعریف لفظ وضع لمعنی مفرد سے پس کلمہ کی تعریف معلوم تو ہوئی۔ لیکن پہلے سے اس کے وجود نفس الامری کا علم نہیں تھا۔

قولہ قد اشار المحقق:۔ اوپر یہ گذرا کہ تعریف حقیقی تصور کا فائدہ دیتی ہے اور تعریف لفظی میں اختلاف ہے کہ وہ تصور کا فائدہ دیتی ہے یا تصدیق کا لیکن محقق طوسی نے تصدیق کا قول کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ تعریف لفظی لغت کے مناسب ہے اور تعریف حقیقی لغت کے غیر کا مناسب ہے کیونکہ تعریف لفظی جب لغت کے مناسب ہے تو لغت میں الفاظ کے معانی معلوم ہوتے ہیں اور الفاظ کے معانی کا حال معلوم ہونا تصدیق کہلاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ تعریف لفظی تصدیق کا فائدہ دیتی ہے۔

لا یقال تقسیم الحقیقی الی ما هو بحسب الحقیقۃ والی ما هو بحسب الاسم تقسیم الی نفسہ والی غیرہ لانا نقول اراد المصنف قدس سرہ بالحقیقی ما یفید معرفۃ ماهیۃ الشیٔ اعم من ان تکون تلک الماهیۃ موجودۃ اولا وبما هو بحسب الحقیقۃ ما یفید معرفۃ الحقیقۃ الموجودۃ وبما هو بحسب الاسم ما یفید معرفۃ الحقیقۃ الاعتباریۃ الاصطلاحیۃ کما یظهر ذلک من وجہ الضبط۔

ترجمہ:۔ نہ کہا جائے کہ تعریف حقیقی کی تقسیم اس امر کی طرف جو بحسب الحقیقۃ ہے اور اس امر کی طرف جو بحسب الحکم ہے تقسیم الشئی الی نفسہ والی غیرہ ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ مصنف قدس سرہ نے ارادہ فرمایا تعریف حقیقی سے اس تعریف کا جو ماہیۃ شئی کی معرفت کا فائدہ دے عام ہے وہ ماہیت موجودہ ہو یا موجودہ نہ ہو اور ارادہ فرمایا اس تعریف سے جو بحسب الحقیقۃ ہو اس تعریف کا جو حقیقت موجودہ کی معرفت کا فائدہ دے اور ارادہ فرمایا اس تعریف سے جو بحسب الاسم ہو اس تعریف کا جو حقیقت اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ دے جیسا کہ

آپ کیلئے دلیل حصر سے ظاہر ہوا۔

تشریح :۔ قولہ لایقال : تقسیم الحقیقی ترکیب میں مبتدا واقع ہے جس کی خبر تقسیم الشئی الی نفسہ الخ ہے خلاصہ یہ کہ اس عبارت سے ایک سوال پیدا کرکے اس کا جواب دیا گیا ہے سوال یہ تعریف حقیقی کی تقسیم جو ماقبل میں بحسب الحقیقۃ اور بحسب الاسم کی طرف کیگئی ہے۔ درست نہیں کیوں کہ اس سے تقسیم الشئی الی نفسہ والی غیرہ لازم آتی ہے جو باطل ہے چونکہ تعریف حقیقی اور بحسب الحقیقۃ دونوں کا معنی ایک ہے پس مقسم جو تعریف حقیقی ہے قسم جو بحسب الحقیقۃ ہے دونوں ایکدوسرے کا عین ہوا حالانکہ مقسم عام ہوتا ہے اور قسم اس سے خاص اور عام وخاص میں من وجہ عینیت ہوتی ہے اور من وجہ غیریت اور ظاہر ہے بحسب الاسم تعریف حقیقی کا غیر ہے۔

قولہ لانانقول :۔ یہ جواب ہے سوال مذکور کا کہ تعریف حقیقی اور بحسب الحقیقۃ دونوں میں اگرچہ بظاہر عینیت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں دونوں الگ الگ ہیں کیونکہ تعریف حقیقی وہ ہے جو شئی کی معرفت کا فائدہ دے خواہ وہ شئی نفس الامر میں موجود ہو یا موجود نہ ہو اور بحسب الحقیقۃ وہ تعریف حقیقی ہے کہ جس سے شئی کی صورت ذھن میں حاصل ہو لیکن اسی شئی کا نفس الامر میں موجود ہونا ضروری ہے پس مقسم عام ہوا اور قسم خاص اور تعریف حقیقی اور بحسب الاسم میں غیر ہونا ظاہر ہے کہ تعریف بحسب الاسم ماھیت اصطلاحیہ واعتباریہ کی معرفت کا فائدہ دیتی ہے۔ ماھیت حقیقیہ کی معرفت کا نہیں۔

قولہ بالحقیقۃ :۔ اس کا متعلق ماقبل میں اراد فعل ہے جس طرح بماھو بحسب الحقیقۃ اور بماھو بحسب الاسم کا متعلق اراد فعل ہے خلاصہ یہ کہ مصنف قدس سرہٗ نے جس طرح تعریف حقیقی سے ارادہ فرمایا اس طرح تعریف ماھو بحسب الحقیقۃ اور ماھو بحسب الاسم سے ارادہ فرمایا۔

ثم[۱] الشیخ ابن الحاجب ذکر فی تعریف التعریف اللفظی قولہ بلفظ اظہر مرادف فیرد[۲] علیہ ان تعریفات الوجود لفظیۃ مع انہا لاتوصف بالترادف لان الترادف من اوصاف المفرد والجواب[۳] عنہ انہ اذا قصد التمیز بلفظ مرکب لا یقصد بہ تفصیلہ بل یعتبر المجموع من حیث ھو مجموع فیوصف بالترادف حکما ولا یخفی مافیہ من التکلف فظہر بذلک وجہ العدول من ذلک الی ماذکرہ قدس سرہٗ

ثم عرف الدلیل وقال

ترجمہ :۔ پھر شیخ ابن حاجب نے تعریف لفظی کی تعریف میں اپنے قول کو لفظ اظہر مرادف کیساتھ

بیان فرمایا پس اس پہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ وجود کی تعریفات لفظیہ ہیں باوجودیکہ وہ تعریفات ترادف کے ساتھ متصف نہیں ہوتیں کیونکہ ترادف اوصاف مفرد سے ہے جواب اس کا یہ کہ جب تمیز کا لفظ مرکب کیساتھ قصد کیا جائے جس سے اسکی تفصیل مقصود نہ ہو بلکہ مجموعہ من حیث ہو معتبر ہو تو وہ حکماً ترادف کیساتھ موصوف ہوگا اور مخفی نہ رہے وہ جو اسمیں تکلف ہے پس اس سے اس امر کی طرف وجہ عدول ظاہر ہوگئی جس کو مصنف قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا یعنی دلیل کی تعریف فرمائی اور کہا۔

تشریح — **قولہ ثم الشیخ**:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ علامہ جمال الدین شیخ ابن حاجب نے تعریف لفظی کی یہ تعریف بیان فرمائی کہ تعریف لفظی وہ ہے جو لفظ اظہر مرادف کے ساتھ کیجائے تو ماتن نے تعریف مذکور سے کیوں عدول فرمایا؟ جواب یہ کہ تعریف مذکورہ پہ اعتراض وارد ہوتا تھا اگرچہ اس کے جواب بھی ممکن ہے مگر چونکہ اس میں تکلف ہے اسلئے اس تعریف سے عدول کر کے مصنف نے دوسری تعریف بیان فرمائی

قولہ فیرد علیہ: یہ اعتراض ہے تعریف مذکورہ پہ کہ وہ تمام افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ تعریف لفظی خارج ہو جاتی ہے جو مرکب ہے کیونکہ شیخ ابن حاجب کی تعریف میں لفظ مرادف ہے اور ترادف مفرد میں ہوتا ہے مرکب میں نہیں کیونکہ ترادف مفرد کی صفت ہے مرکب کی نہیں مثلاً وجود کی تعریف مرکب ہے جس میں ترادف نہیں

قولہ والجواب عنہ: یہ جواب ہے اعتراض مذکورہ کا کہ مفرد کی تعریف جب مرکب سے کی جائے تو اس میں دو لحاظ ہیں ایک اجمال کا اور دوسرا تفصیل کا اجمال سے مراد یہ کہ اجزاء مجموعہ من حیث المجموع ملحوظ ہوں اور تفصیل سے مراد یہ کہ اجزاء علیحدہ طور پہ ملحوظ ہوں۔ چنانچہ انسان کی تعریف حیوان ناطق میں مجموع من حیث مجموع کا لحاظ کیا جائے تو وہ مفرد حکمی ہے اور مفرد حکمی ظاہر ہے مفرد حقیقی کا مرادف ہوتا ہے۔

قولہ ولا یخفی ما فیہ: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ علامہ شیخ بن حاجب کی تعریف پہ جو سوال وارد ہے اس کا جب جواب موجود ہے تو ماتن نے اس کو ترک کیوں فرمایا؟ جواب یہ کہ جواب مذکور میں چونکہ تکلف لازم آتا ہے اور وہ تعریف میں اجمال و تفصیل کا لحاظ کرنا حالانکہ تعریفات کو تکلف سے بری کرنا ضروری ہے اسلئے ماتن نے تعریف مذکورہ کو ترک فرمایا۔

والدلیل هو المرکب من قضیتین للتادی الی مجهول نظری وهذا التعریف اولی من التعریف المشهور وهو ما یلزم من العلم به العلم بشیء آخر فانہ یرد علی ظاهرہ الملزومات بالنسبۃ

الیٰ لوازمہا البینۃ وان امکن توجیہہ بانّ المراد بالعلم التصدیق والمعنی ما یلزم من التصدیق بہ التصدیق بشیٔ آخر بطریق الاکتساب کما یستفاد من کلمۃ من

ترجمہ: (اور دلیل وہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہوتا کہ کسی مجہول نظری تک پہونچا دے) اور یہ تعریف اولیٰ ہے تعریف مشہور سے اور تعریف مشہور وہ ہے جس کے علم سے دوسری شئی کا علم لازم آئے پس وہ اپنے ظاہر پر ملزومات وارد ہوتا ہے نسبت کرتے ہوئے اپنے لوازم بینہ کیطرف اور ممکن ہے اس کی توجیہ بایں طور کی جائے کہ علم سے مراد تصدیق ہے اور معنی وہ ہے کہ اس کی تصدیق سے کسی دوسری شئی کی تصدیق لازم آئے۔ اکتساب کے طور جیسا کہ کلمہ من سے مستفاد ہے۔

تشریح: بیانہ والدلیل: اور یہ مذکور ہوا کہ مطلوب دو طرح کا ہوتا ہے ایک تصوری اور دوسرا تصدیقی۔ مطلوب تصوری تعریف سے حاصل ہوتا ہے اور مطلوب تصدیقی دلیل سے اسلئے تعریف کے بعد دلیل کو بیان کیا گیا کہ دلیل وہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو جس سے مجہول تصدیقی حاصل ہو جائے۔ متن میں قضیتین صیغہ تثنیہ سے یہ اشارہ ہے کہ دلیل حقیقت میں دو قضیوں سے مرکب ہوتی ہے چند قضیوں سے نہیں اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ تعریف جو المرکب من القضایا سے کی گئی ہے وہ ایک قیاس کی نہیں بلکہ چند قیاسوں کی ہے۔

قولہ وھذا التعریف: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ دلیل کی کہ مشہور تعریف کہ اس کے علم سے دوسری شئی یعنی دعویٰ کا علم لازم آئے سے ماتن نے عدول کر کے دوسری تعریف کیوں بیان فرمائی؟ جواب یہ کہ تعریف مشہور پر اعتراض وارد ہوتا ہے اگرچہ اس کا جواب بھی ممکن ہے لیکن چونکہ اس سے تکلف لازم آتا ہے اسلئے ماتن نے تعریف مشہور سے عدول کر کے اس کی دوسری تعریف بیان فرمائی اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ ماتن کی تعریف تعریف مشہور سے عمدہ ہے۔

قولہ فانہ یرد: یہ اعتراض ہے تعریف مشہور پر اور ماتن کی تعریف کے اولیٰ ہونے کی علت بھی خلاصہ یہ کہ دلیل کی تعریف مشہور میں ملزوم بھی داخل ہو جاتا ہے کیونکہ لازم بین بمعنی الاخص کی صورت میں ملزوم کے تصور سے بھی لازم کا تصور آ جاتا ہے جس طرح اربعہ کے تصور سے زوجیت کا تصور لازم آتا ہے کہ اربعہ ملزوم ہے اور زوجیت اس کا لازم حالانکہ وہ اس میں داخل نہیں۔

قولہ وان امکن: یہ جواب ہے اعتراض مذکور کا کہ تعریف مشہور میں علم سے مراد تصدیق ہے پس معنی تعریف کا یہ ہوا کہ جس کی تصدیق سے دوسری شئی کی تصدیق لازم آئے اور ظاہر ہے ملزوم چونکہ تصور ہے

اس لئے وہ دلیل کی تعریف مشہور میں داخل نہیں۔

قولہ، بطریق الاستفادۃ : یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مشہور میں علم سے مراد تصدیق لینے کی صورت میں بھی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ دوسری تصدیق میں عموم مراد ہے کہ تصدیق عام ہے کہ نظری ہو یا بدیہی جبکہ دلیل صرف نظری کی ہوتی ہے بدیہی کی نہیں جواب یہ کہ تعریف دخول غیر سے مانع ہے کیونکہ دوسری تصدیق میں عموم مراد نہیں بلکہ وہ تصدیق ہے جس کا حصول بطور استفادہ و اکتساب ہو اور ظاہر ہے جس کا حصول بطور استفادہ ہو وہ نظری ہی ہوتی ہے بدیہی نہیں۔ قرینہ اس پر تعریف مشہور میں لفظ من کا دخول ہے کہ وہ تبعیض کیلئے آیا ہے یعنی یہ کہ بعض تصدیق جو نظری ہے۔

فإن حُمِلَ ذلك التعريفُ على تعريفِ الدليلِ القطعيِ البينِ الانتاجِ فمعنى الاستلزامِ ظاهرٌ وإن اريدَ به التعميم كما هو الظاهرُ حُمِلَ الاستلزامُ على المناسبةِ المصححةِ للانتقالِ لا على امتناعِ الانفكاكِ كما صرح به المصنفُ قدس سرہٗ فی حاشیۃِ شرحِ المختصرِ

ترجمہ ــــــ پس اگر اس تعریف کو دلیل قطعی بین الانتاج کی تعریف پر حمل کیا جائے تو استلزام کا معنی ظاہر ہے اور اگر اس سے تعمیم کا ارادہ کیا جائے جیساکہ وہ ظاہر ہے تو استلزام کو اس مناسبت پر حمل کیا جائے جو انتقال کیلئے مصحح ہو نہ کہ امتناع انفکاک پر جیساکہ مصنف قدس سرہٗ نے شرح مختصر کے حاشیہ پر اس کی تصریح فرمائی ہے۔

تشریح :ــــ قولہ، فان حمل :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مشہور میں یلزم ثلاثی مجرد مذکور ہے جبکہ دوسرے نسخہ میں یستلزم ثلاثی مزید مذکور ہے اور استلزام کہتے ہیں لازم کا انفکاک ملزوم سے ممتنع ہونے کو تو خلاصہ تعریف کا یہ ہوا کہ دلیل وہ ہے جسمیں ایک شئے کی تصدیق کا انفکاک دوسری شئی کی تصدیق سے ممتنع ہو اس صورتمیں دلیل صرف شکل اول پر صادق آئیگی کہ وہ بین الانتاج ہے باقی دوسرے اشکال پر نہیں کہ ان میں ایک تصدیق کا انفکاک دوسری تصدیق سے ممتنع نہیں بلکہ جائز ہے جبکہ دلیل تمام اشکال کو شامل ہوتی ہے جواب یہ کہ دلیل سے مراد دلیل قطعی ہے یا عام ہے دلیل قطعی اور دلیل ظنی کو اگر مراد دلیل قطعی ہے تو ظاہر ہے وہ صرف شکل اول کو شامل ہوگی کہ وہ قطعی ہوتی ہے دوسرے اشکال کو نہیں۔ اسمیں کوئی مضائقہ نہیں کہ مراد دلیل قطعی ہے اور اگر مراد عام ہے تو بھی درست ہے لیکن اس صورت میں استلزام کا معنی انفکاک کا ممتنع ہونا نہیں بلکہ دو تصدیقوں میں ایسی مناسبت ہے جو مصحح للانتقال ہو یعنی ایک تصدیق سے دوسری تصدیق کی طرف انتقال صحیح ہو خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ اور شکل اول میں ظاہر ہے انتقال بلاواسطہ ہے اور دوسرے اشکال میں بالواسطہ اور کما صرح المصنف الخ سے

اسی جواب کی تائید ہے کہ ماتن نے شرح مختصر کے حاشیہ پر اس کی تصریح فرمادی ہے۔

قولہ[۲]۔ شرح المختصر:- مختصر نامی ایک کتاب ہے جس کو علامہ ابن حاجب نے لکھا ہے اور اس کی شرح قاضی عضد الدین نے تحریر کی ہے اور حاشیہ بھی اور اس پر حاشیہ میر سید شریف جرجانی نے لکھا ہے اور اس حاشیہ پر علامہ تفتازانی نے حاشیہ لکھا ہے جس کو حاشیۃ الحاشیہ کہا جاتا ہے اور قاضی موصوف کے حاشیہ کو حاشیہ شرح مختصر کہا جاتا ہے اور یہاں حاشیہ سے مراد میر سید شریف کا حاشیہ ہے۔

ولا[۱] یرد شیٔ من ذلک علیٰ ھذا التعریفِ حتی یحتاج فی الجواب الی التکلف لکن بقی انہ لا یتناول الدلیلَ الفاسدَ حیث لا یکون مودیًا الی المطلوبِ وانہ قد یترکب الدلیل من اکثر من قضیتینِ ولا یتناولہ التعریفُ وجوابُ[۳] الاولِ ان اللام فی التادی للغرضِ ای بان یکون ترکیبہ لغرضِ التادی اعم من یکون ذلک الغرض بعد الترکیبِ حاصلاً اولاً وجواب الثانی[۴] ان الدلیل المرکبَ من اکثر من قضیتینِ فی الحقیقۃِ دلیلانِ او ادلۃ اذا لتحقیقُ ان الدلیلَ لا یترکب الا من قضیتینِ فحسبُ وقولہ[۵] من قضیتینِ اولیٰ من قولِ البعضِ من مقدمتینِ اذ المقدمۃ فی المشھورِ مفسرۃ بما جعل جزءِ الدلیلِ فیوھم الدورُ

ترجمہ:۔۔۔۔۔ اور ماتن کی تعریف پر کوئی ایراد وارد نہ ہوگا حتیٰ کہ جواب میں تکلف کا محتاج ہو لیکن یہ امر باقی ہے کہ وہ تعریف دلیل فاسد کو شامل نہ ہوگی کیونکہ وہ مطلوب کی جانب مودی نہیں ہوتی اور یہ امر بھی باقی ہے کہ دلیل دو قضیتوں سے زائد سے مرکب ہوتی ہے۔ حالانکہ تعریف اس کو شامل نہیں ہوتی اور جواب ایراد اول کا یہ کہ تادی میں لام غرض کیلئے آیا ہے یعنی وہ جس کی ترکیب غرض تادی کیلئے ہو عام ہے اس بات سے کہ وہ غرض ترکیب کے بعد حاصل ہو یا حاصل نہ ہو۔ جواب ایراد دوم کا یہ کہ وہ دلیل جو دو قضیتوں سے زائد سے مرکب ہوتی ہے حقیقت میں وہ دو دلیلیں ہیں یا چند دلیلیں کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ دلیل صرف دو قضیوں سے مرکب ہوتی ہے اور ماتن کا قول جو قضیتین ہے اولیٰ ہے بعض کے قول من مقدمتین سے کیونکہ مقدمہ مشہور میں مفسر ہے ما جعل جزء الدلیل کے ساتھ پس دور کا وہم ہوگا۔

تشریح:۔۔۔۔ قولہ[۱] ولا یرد شیٔ۔ ماقبل میں ماتن کی تعریف کو جو اولیٰ کہا گیا ہے۔ اس عبارت سے اس کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ ماتن کی تعریف پر چونکہ اعتراض مذکور وارد نہیں ہوتا اسلئے وہ تعریف اولیٰ ہے تعریف مشہور سے پس اسمیں جواب کے تکلف کی ضرورت پیش نہیں آئیگی البتہ

ماتن کی تعریف پر دو دوسرے اعتراض وارد ہوتے ہیں جن میں سے ایک کا بیان انہ لایتناول الخ سے اور دوسرے کا انہ قد یترکب الخ سے آگے مذکور ہے۔

قولہ[۲] انہ لایتناول :۔ ماتن کی تعریف پر یہ پہلا اعتراض ہے کہ ان کی تعریف دلیل فاسد پہ صادق نہیں ہوتی حالانکہ دلیل فاسد بھی دلیل ہے چونکہ ماتن نے کہا کہ دلیل دو قضیوں سے مرکب ہو اور موذی ہو مجہول نظری تک اور ظاہر ہے دلیل فاسد موذی الی المطلوب نہیں ہوتی۔ دوسرا اعتراض یہ کہ دلیل صرف دو قضیوں سے ہی مرکب نہیں بلکہ دو سے زائد قضیوں سے مرکب ہوتی ہے۔

قولہ[۳] جواب الاول :۔ یہ جواب ہے لف و نشر مرتب کے طور پہ۔ جواب پہلا اعتراض کا یہ کہ ماتن کی تعریف للتادی میں لام چونکہ تعلیل کیلئے نہیں بلکہ غرض کیلئے آیا ہے اسلئے معنی اس کا یہ ہوگا کہ قضیوں کی ترکیب کی غرض یہ ہے کہ وہ موذی الی المطلوب ہو۔ پس کام کی جو غرض ہوتی ہے ضروری نہیں کہ کام سے وہ غرض حاصل بھی ہو تو دلیل فاسد کی غرض یہ ہوئی کہ وہ موذی الی المطلوب ہو لیکن کسی فساد کی وجہ سے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی پس تعریف دلیل فاسد کو بھی شامل ہوگی۔

قولہ[۴] جواب الثانی :۔ یہ جواب ہے دوسرے اعتراض کا کہ محققین کا قول یہ ہے کہ ایک دلیل صرف دو قضیوں سے ہی مرکب ہوتی ہے اور جو دلیل بظاہر دو قضیوں سے زائد سے کب ہوتی ہے تو وہ ایک دلیل نہیں بلکہ وہ دو یا چند دلیلیں ہوتی ہیں۔

قولہ[۵] من قضیتین اولیٰ :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ بعض مصنفوں نے دلیل کی تعریف میں لفظ مقدمتین کو بیان کیا ہے۔ ماتن نے اس سے عدول کرکے لفظ قضیتین کو کیوں بیان کیا؟ جواب یہ کہ لفظ مقدمتین سے لفظ قضیتین اولیٰ ہے چونکہ مقدمتین سے دور کا امکان ہے قضیتین سے نہیں کیونکہ مقدمتین تثنیہ ہے مقدمہ کا پس اگر وہ دلیل کی تعریف میں مذکور ہو تو دلیل مقدمہ پر موقوف ہوگی اور مقدمہ جزء دلیل کو کہا جاتا ہے پس مقدمہ دلیل پر موقوف ہوا تو مقدمہ اپنے آپ پر موقوف ہوا اسی کو توقف الشئی علی نفسہ کہا جاتا ہے۔ اور یہی دور ہے حالاں کہ وہ محال ہے اسلئے مقدمتین کو بیان نہ کرکے قضیتین کو بیان کرنا اولیٰ ہے۔

قولہ[۶] فیوھم الدور :۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعریف میں مقدمتین کو بیان کرنے سے دور لازم آتا ہے نہ کہ اس کا وہم کیونکہ مقدمتین دلیل پر موقوف ہے۔ یہ دور ہے اس کا وہم نہیں جواب یہ کہ مقدمہ سے چونکہ قضیہ اولیہ مراد لیا جاسکتا ہے یا مقدمہ سے مطلق مقدمہ خاص سے عام مراد لیا جاسکتا ہے پس اس سے

دور لازم نہیں آئے گا۔ البتہ اس کے دہم کا امکان ہے۔

ثم اعلم ان هذا التعريف على رأى الحكماء واما على رأى الاصوليين فهو ما يمكن التوصل بصحيح النظر في احواله الى مطلوب خبري كالعالم مثلاً فانه من تامل في احواله بصحيح النظر بان يقول انه متغير وكل متغير حادث وصل الى مطلوب خبري وهو قولنا العالم حادث فعند الاصوليين العالم دليل وعند الحكماء مجموع العالم متغير وكل متغير حادث

ترجمہ ـــــــ پھر آپ جانیں کہ یہ تعریف حکماء کے مذہب پر ہے لیکن اصولیوں کے مذہب پر دلیل وہ ہے جس کے احوال میں صحیح نظر سے مطلوب خبری کی طرف توصل ممکن ہو جیسے عالم مثلاً کہ جس نے اس کے احوال میں صحیح نظر سے بایں طور تامل کیا کہ وہ متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہے تو وہ مطلوب خبری کیطرف پہونچ جائے گا اور وہ ہمارا قول العالم حادث ہے پس اصولیوں کے نزدیک دلیل العالم ہے اور حکماء کے نزدیک العالم متغیر وکل متغیر حادث کا مجموعہ ہے۔

تشریح :ـــــ قولہ ثم اعلم، دلیل کی تعریف میں دو مذہب ہیں ایک حکماء کا اور دوسرا اصولیوں کا۔ ماتن نے جو تعریف بیان کی ہے وہ حکماء کا مذہب ہے کیونکہ اصولیوں کے نزدیک دلیل وہ ہے جس کے احوال میں نظر صحیح کرنے سے مطلوب خبری تک پہونچنا ممکن ہو۔ دونوں مذہب دلیل میں صغری وکبری دونوں ہی کو بیان کرتے ہیں لیکن حکماء دلیل صغری وکبری کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور اصولیین صرف اصغر کو۔ چنانچہ العالم متغیر و کل متغیر حادث کا مجموعہ حکماء کے نزدیک دلیل ہے اور اصولیوں کے نزدیک صرف العالم دلیل ہے اور حادث ومتغیر دونوں احوال ہیں العالم کے۔

وان ذكر ذلك المركب من قضيتين لازالة خفاء البديهي الخفي الاولي يسمى تنبيها وقد يقال لملزوم العلم اى ما يلزم من التصديق به التصديق اليقيني بغيره دليل وملزوم الظن امارة ـــــــ

ترجمہ ـــــــ (اور اگر اس کو) مرکب تا قضیتین کو (بدیہی) غیر اولی (کے خفا کے ازالہ کیلئے بیان کیا جائے تو اس کو تنبیہ کہا جائے گا اور کبھی ملزوم علم کو) یعنی اس امر کو جس کی تصدیق سے غیر کی تصدیق لازم آئے (دلیل کہا جاتا ہے اور ملزوم ظن کو امارت)۔

تشریح :ـــــ بیانہ وان ذکر: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مذکور کہ جو مرکب ہو

قضیتین سے. اور مودی ہو مجہول کیطرف سے معلوم ہوا کہ دلیل صرف نظری کیلئے ہوتی ہے جبکہ بدیہی کیلئے بھی قضیتین مذکور ہوتے ہیں تو لازم آیا کہ بدیہی کیلئے بھی دلیل ہو حالانکہ دلیل صرف نظری کیلئے ہوتی ہے جواب یہ کہ بدیہی کیلئے جو قضیتین مذکور ہوتے ہیں وہ ازالۂ خفا کے لئے اور نظری کے لئے جو قضیتین مذکور ہوتے ہیں وہ مجہول کی طرف مودی کیلئے بتقدیر اول تنبیہ کہلاتی ہے اور بتقدیر دوم دلیل پس دلیل صرف نظری کی ہوئی بدیہی کی نہیں۔

قولہ المرکب من قضیتین۔ متن میں چونکہ ذلک اسم اشارہ مذکور ہے اس لئے یہاں اس کے مشار الیہ کو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مرکب من قضیتین ہے جیسا کہ سیاق کلام اس پر دال ہے کیونکہ اسم اشارہ افراد و تثنیہ میں مشار الیہ کے مطابق ہوتا ہے اور ذلک اسم اشارہ چونکہ مفرد ہے اسلئے اس کا مشار الیہ لفظ مرکب مفرد ہے قضیتین نہیں کہ وہ تثنیہ ہے اس کا ذکر یہاں بیان صلہ کیلئے ہے۔

قولہ الغیر الاولی: یعنی بدیہی کبھی اولی ہوتی ہے اور کبھی غیر اولی اور جس بدیہی میں خفا کا ازالہ ہوتا ہے وہ بدیہی غیر اولی ہے اسی کی طرف اشارہ متن میں البدیہی میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔

بیان وقد یقال: ملزوم سے مراد وہ قیاس ہے جو مرکب ہے دو قضیوں یعنی صغریٰ و کبریٰ سے اور علم سے مراد اس کا نتیجہ ہے جس کو تصدیق بھی کہا جاتا ہے اور تصدیق کبھی یقینی ہوتی ہے اور کبھی ظنی اور یہاں مراد تصدیق یقینی ہے خلاصہ یہ کہ علم یعنی تصدیق یقینی کے ملزوم یعنی اس قیاس کو جو مرکب ہو دو قضیوں سے دلیل کہا جاتا ہے لیکن تصدیق ظنی کے ملزوم کو امارت کہا جاتا ہے چونکہ ظنی کا ملزوم بھی ظن ہی ہوتا ہے اسلئے کہ ظن سے ظن ہی ثابت ہوتا ہے۔ امارت میں استقراء و تمثیل داخل ہیں لیکن دلیل صرف برھانی ہوتی ہے وجہ تسمیہ دلیل کی ظاہر ہے لیکن امارت کی اسلئے کہ امارت بمعنی علامت ہے اور وہ چونکہ مدلول پر علامت ہوتی ہے اسلئے اسکو امارت کہا جاتا ہے۔

وینبغی ان یلاحظ ان المراد بالاستلزام ھی المناسبۃ المصححۃ للانتقال کما ذکرنا لئلا یرد علیہ عدم صدقہ علی الاقیسۃ الغیر البین الانتاج کالشکل الرابع مثلا و ترک المصنف قدس سرہ لفظ الشئ المذکور فی کلام المتقدمین من قولھم ما یلزم من العلم بہ العلم بشئ آخر لئلا یرد ان المدلول قد یکون عدمیا فکیف یطلق علیہ لفظ الشئ فیحتاج الی ان یجاب بان المراد بالشئ ما یمکن ان یعلم و یخبر عنہ۔

ترجمہ: ـــــ اور یہ لحاظ کرنا مناسب ہے کہ استلزام سے مراد وہ مناسبت ہے جو مصحح ہو انتقال کیلئے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تاکہ اس پر غیر بین الانتاج قیاسوں پر اس کا عدم صدق وارد نہ ہو جیسے شکل رابع مثلاً اور مصنف قدس سرہٗ نے لفظ شئی کو چھوڑ دیا جو متقدمین میں کے کلام یعنی ان کے قول مایلزم من العلم بہ العلم بشئ آخر میں مذکور ہے تاکہ یہ وارد نہ ہو کہ مدلول کبھی عدمی ہوتا ہے تو اس پر لفظ شئی کا اطلاق کیسے کیا جائے گا؟ پس وہ اس امر کا محتاج ہوگا کہ جواب دیا جائے بایں طور کہ شئی سے مراد ما یمکن ان یعلم ویخبر عنہ ہے۔

تشریح: ـــــ قولہ[۱] وینبغی:- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن کی مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ دلیل ملزوم ہوتا ہے اور تصدیق اس کا لازم اور لازم ملزوم کیلئے ضروری ہوتا ہے چونکہ ملزوم سے لازم کا تخلف محال ہے پس دلیل کی تعریف جامع نہ ہوئی کہ وہ قیاس غیر بین الانتاج مثلاً شکل ثانی وثالث ورابع پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں ملزوم یعنی صغریٰ وکبریٰ سے لازم یعنی نتیجہ کا تخلف جائز ہوتا ہے اس وجہ سے یہ صحیح نتیجہ دریافت کرنے کیلئے اُن کو شکل اول کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ شکل اول میں لازم کا تخلف ملزوم سے محال ہوتا ہے۔ جواب یہ کہ لازم وملزوم یا استلزام سے مراد جیسا کہ اوپر گذرا عدم انفکاک نہیں بلکہ وہ مناسبت ہے جو مصحح ہو انتقال کیلئے یعنی دو تصدیقوں میں ایسی مناسبت ہے کہ ایک تصدیق سے دوسری تصدیق کیطرف انتقال صحیح ہو خواہ وہ انتقال بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ۔ بلاواسطہ جیسے شکل اول میں۔ بالواسطہ جیسے دوسرے اشکال میں پس تعریف دلیل کی جامع ہے۔

قولہ[۲] ترک المصنف:- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ دلیل کی تعریف مذکورہ کہ جس کو متقدمین نے بیان کیا ہے وہ ہے مایلزم من العلم بہ العلم بشئ آخر۔ اسمیں شئ مذکور ہے ماتن نے اس کو اپنی تعریف میں کیوں چھوڑ دیا۔ جواب یہ کہ دلیل کا مدلول چونکہ کبھی عدمی ہوتا ہے اور عدمی پر شئ کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ شئ متکلمین کے نزدیک ما بہ الموجودیۃ کو کہا جاتا ہے جبکہ تعریف کا مقصود عام ہے اس وجہ سے شئی کو چھوڑ دیا۔

قولہ[۳] فیحتاج الی ان یجاب:- یہ جزا ہے شرط محذوف کی عبارت اصل میں یہ ہے اذا اورد لفظ الشئ فیحتاج الی ان یجاب الخ یعنی متن میں اگر شئ کو بیان کیا جائے تو سوال مذکور پیدا ہوگا اور جواب دینے کی ضرورت پیش آئیگی۔ یہ اصل میں جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مشہور میں شئ کیوں مذکور ہے؟ جبکہ اس سے نقص لازم آتا ہے۔ جواب یہ کہ تعریف میں شئ سے یہاں اس کا حقیقی معنی ما بہ الموجودیۃ مراد نہیں بلکہ مجازی معنی ما یمکن ان یعلم ویخبر عنہ ہے یعنی وہ ہے جس کا جاننا اور جس سے خبر دینا ممکن ہو وہ امر عدمی کو بھی شامل ہے۔

ثم لما كان الدليل لا بد له في التادي الى العلم من التقريب ذكر تعريف التقريب بعد تعريفه بهذا التقريب فقال التقريب سوق الدليل على وجه يستلزم المطلوب فان كان الدليل يقينياً يستلزم اليقين به وان كان ظنياً يستلزم الظن به والمراد بالاستلزام ما عرفت

ترجمہ ــــــ پھر جب دلیل کیلئے تادی الی العلم میں تقریب کا جاننا ضروری ہے تو ماتن نے اس تقریب کی وجہ سے دلیل کی تعریف کے بعد تقریب کی تعریف کو بیان فرمایا تو کہا (تقریب دلیل کو اس طرح چلانا ہے کہ مطلوب کو مستلزم ہو جائے) پس اگر دلیل یقینی ہو تو وہ یقین کو مستلزم ہوگا اور اگر وہ ظنی ہو تو وہ ظن کو مستلزم ہوگا اور استلزام سے مراد وہ ہے جو آپ نے پہچانا۔

تشریح ــــــ قولہ ثم لما کان: یہ آئندہ کی عبارت کا ما قبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے اور ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی کہ دلیل کی تعریف کے بعد تقریب کی تعریف کو کیوں بیان کیا؟ جواب یہ کہ اس مناسبت کی وجہ سے کہ دلیل کہتے ہیں اسی کو جو دو قضیوں سے مرکب ہو اور مجہول تک پہونچائے اور مجہول مطلوب نظری ہے اور مطلوب نظری تک پہونچانا ہی تقریب کہلاتا ہے اس وجہ سے دلیل کے بعد تقریب کو بیان کیا گیا۔

قولہ التقریب: تقریب کہتے ہیں دلیل کو اس طرح چلانا کہ وہ مطلوب کو مستلزم ہو اور دلیل اگر یقینی ہو تو مطلوب بھی اکثر یقینی ہوتا ہے چنانچہ العالم متغیر وکل متغیر حادث دلیل یقینی ہے اور فالعالم حادث مطلوب یقینی ہے۔ اور اگر دلیل ظنی ہو تو مطلوب بھی ظنی ہوگا چنانچہ ہذا الحائط ینتشر منہ التراب وکل ما ینتشر منہ التراب فہو سینہدم دلیل ظنی ہے فہذا الحائط سینہدم مطلوب ظنی ہے اور دلیل یقینی سے کبھی مطلوب ظنی بھی حاصل ہوتا ہے۔

قولہ والمراد بالاستلزام: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ دلیل جب مطلوب کو مستلزم ہو تو لازم کا جدا ہونا ملزوم سے محال ہوگا اور وہ صرف شکل اول میں جاری ہوگا دوسرے اشکال میں نہیں کہ ان میں لازم کا جدا ہونا ملزوم سے جائز ہے جواب اس کا بار ہا گذر چکا کہ استلزام سے مراد اس کا حقیقی معنی امتناع انفکاک نہیں بلکہ وہ مناسبت ہے جو صحیح ہو انتقال کیلئے۔

التعليل تبيين علة الشيء والمراد بالعلة العلة التامة بقرينة التبيين باعتبار ان المقصود الاصلي من التبيين العلم بالمطلوب وذا لا يحصل لغير العلة التامة فسقط ما قيل انه لا يصح ههنا ارادة العلة التامة ولا ارادة العلة الناقصة ولا ارادة اعم منهما

أما الاولان فلأن العام لا يدل على خاص معين وأما الثالث فلأن العلة بالمعنى الاعم لا توجب العلم بالمعلول والمقصود ذلك

ترجمہ ـــــ (تعلیل شئی کی علت کو بیان کرنا ہے ۔ اور علت سے مراد بقرینہ تبیین علت تامہ ہے اس اعتبار سے کہ مقصود علم بالمطلوب ہے اور وہ علت تامہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو وہ اعتراض ساقط ہو گیا جو یہ کہا گیا کہ یہاں علت تامہ مراد لینا درست نہیں اور نہ علت ناقصہ مراد لینا اور نہ ان دونوں سے اعم مراد لینا لیکن اول دونوں اس لئے کہ عام خاص معین پر دلالت نہیں کرتا اور لیکن سوم اسلئے کہ علت بمعنی عام معلول کے علم کو واجب نہیں کرتی حالانکہ مقصود معلول کا علم ہے۔

تشریح: ـــــ بیانہ التعلیل: یعنی تعلیل کہتے ہیں شئی کی علت بیان کرنے کو چنانچہ جب العالم حادث کہا جائے تو اس کی علت یہ بیان کی جائیگی کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث یعنی عالم حادث ہے اس لئے کہ اسمیں تغیر ہوتے رہتا ہے اور ہر وہ شئی جسمیں تغیر ہو وہ حادث ہوتی ہے

قولہ والمراد بالعلۃ: ۔ یہ جواب ہے اسی سوال کا کہ متن میں علۃ الشئی سے مراد اگر علت تامہ ہو یا علت ناقصہ یا علت مطلقہ ! تینوں باطل ہیں۔ اول دونوں اسلئے کہ علۃ الشئی عام ہے اور عام سے خاص مراد لیا نہیں جا سکتا ! کیونکہ عام کی دلالت خاص پر نہ دلالت مطابقی ہوتی ہے اور نہ دلالت تضمنی اور نہ التزامی لیکن دلالت مطابقی اسلئے نہیں کہ مثلاً انسان، حیوان کا موضوع لہ نہیں اور تضمنی اور التزامی اسلئے نہیں کہ انسان حیوان کا جزء نہیں اور نہ لازم ہے ۔ جواب یہ کہ علت سے مراد علت تامہ ہے اور علت تامہ خاص ہے اور علت عام اور عام سے خاص مراد لینا اس وقت ممنوع ہے جبکہ اس پر کوئی قرینہ نہ ہو اور یہاں قرینہ موجود ہے اور وہ تبیین ہے کیونکہ تبیین کا اصل مقصد علم بالمطلوب ہے اور علت بالمطلوب علت تامہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ تبیین لغت میں بیان کرنے کو کہا جاتا ہے اور بیان کرنا اس وقت ہوگا جبکہ پہلے علم ہو اور علم، علت تامہ سے حاصل ہوتا ہے۔

وما اجاب بعضهم من ان المراد الاول بقرينة ان العلم لا يحصل الا به لا يخلو عن شيء لان مجرد كونه كذلك لا يحسن كونه قرينة وقد يجاب بان المطلق ينصرف الى الكامل والكامل في العلية هي التامة ثم اللام في قوله الشيء للعهد والمعهود الشيء الذي هو الدعوى لان العلة انما تبين لاثباتها.

ترجمہ: ــــ اور وہ جو جواب دیا بعض لوگوں نے کہ مراد اول ہے اسی قرینہ سے کہ علم حاصل نہیں ہوتا مگر اس اول یعنی علت تامہ سے وہ نقص سے خالی نہیں کیونکہ اس کا محض اس طرح ہونا اس کے قرینہ ہونے کو مستحسن نہیں کرتا اور کبھی جواب دیا جاتا ہے بایں طور کہ مطلق فرد کامل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور علت ہونے میں فرد کامل علت تامہ ہے پھر ماتن کے قول الشئی میں الف لام عہد خارجی کا ہے اور معہود شئی ہے اور وہ دعویٰ ہے کیونکہ علت اثبات دعویٰ کو واضح کرتی ہے۔

تشریح: ــــ قولہ[۱] وما اجاب: ۔ ما اجاب ترکیب میں مبتدا واقع ہے جس کی خبر لا یخلو عن شئی ہے خلاصہ یہ کہ بعض لوگوں نے جو سوال مذکور کا جواب دیا تھا کہ علت سے مراد علت تامہ ہے اور اس پر قرینہ یہ کہ علم مطلوب حاصل ہوتا ہے علت تامہ سے اس کا یہ رد ہے کہ حصول علم مطلوب کو قرینہ قرار دینا درست نہیں کیونکہ ممکن ہے مقصود حصول علم مطلوب نہ ہو بلکہ کوئی دوسری چیز ہو لیکن تبیین کا اصل مقصد علم مطلوب ہے اور وہ قرینہ لفظی ہے اور ظاہر ہے وہ علت تامہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

قولہ[۲] وقد یجاب: ۔ یہ دوسرا جواب ہے سوال مذکور کا کہ علت سے مراد علت تامہ ہے جس کیلئے کوئی قرینہ کی ضرورت نہیں کیونکہ مطلق جب بھی بولا جاتا ہے اس سے فرد کامل مراد لیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے المطلق اذا أطلقَ أُطلِقَ علی الفردِ الکامل اور ظاہر ہے علت کا فرد کامل علت تامہ ہے اور علت ناقصہ اس کا فرد ناقص ہے۔

قولہ[۳] ثم اللام: ۔ یعنی متن میں الشئ پر الف لام عہد خارجی کا ہے جس کا معہود دعویٰ ہے پس معنی متن کا یہ ہوا کہ تعلیل وہ ہے جو دعویٰ کی علت کو بیان کرے اور لان العلۃ الخ سے دلیل ہے اس بات کی کہ شئی پر الف لام عہد خارجی کا ہے۔

والعلۃ[۱] اعمُّ من ان تکون قریبۃً او بعیدۃً ما یحتاج الیہ الشئ فی ماھیتہ بان[۲] لا یتصور ذلک الشئ بدونہٖ کالقیام والرکوعِ والسجودِ والقعدۃِ الاخیرۃِ للصلوۃِ ویسمی رکنًا او فی وجودہٖ بان کان[۳] موثرًا فیہ او موثرہٖ ولا یوجد بدونہٖ کالمصلی لہا ویسمی علۃً فاعلیۃً وجمیعہ ای مجموع[۴] ما ذکرنا لما یحتاج الیہ فی وجودہٖ او ماھیتہ یسمی علۃً تامۃً بقی[۵] ھٰھنا کلام وھو انہ ان کان المرادُ بما یحتاج الیہ فی وجود ما یکون موثرًا فیہ کما ذکرنا یصح تعریفُ العلۃِ المطلقۃِ ولا یصدق علی الشرطِ کالوضوءِ للصلوۃِ لکن لا یصدق تعریفُ العلۃِ التامۃِ علی مجموعِ العللِ والشروطِ الا ان یدعی کون الشروطِ خارجۃً عن العلۃِ التامۃِ

ترجمہ ــــ (اور علت) عام ہے کہ قریبہ ہو یا بعیدہ (وہ ہے جس کی طرف شئی محتاج ہو اپنی

ماہیت میں)بایں طور کہ وہ شئی اس کے بغیر متصور نہ ہو جیسے نماز کیلئے قیام اور رکوع اور سجود اور قعدۂ اخیرہ اس کا
نام رکن رکھا جاتا ہے (یا اپنے وجود میں) بایں طور کہ وہ اسمیں یا اسکے موثر میں موثر ہو اور اس کے بغیر نہ پایا جائے جیسے
نمازی نماز کیلئے۔ اس کا نام علت فاعلیہ رکھا جاتا ہے (اور اس کا مجموعہ) یعنی اس کا مجموعہ جس کو ہم نے بیان کیا کہ
جس کی طرف شئی اپنے وجود یا ماھیت میں محتاج ہے (علت تامہ نام رکھا جاتا ہے) کلام یہاں باقی ہے اور وہ یہ کہ
ما یحتاج الیہ فی وجود سے مراد یہ ہو کہ وہ اس میں موثر ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو علت مطلقہ کی تعریف صحیح ہو جائیگی
اور وہ شرط پر صادق نہ آئیگی جیسے وضو نماز کیلئے لیکن علت تامہ کی تعریف علل اور شروط کے مجموعہ پر صادق
نہ آئیگی مگر یہ کہ دعوی کیا جائے شرطوں کا علت تامہ سے خارج ہونے کا۔

تشریح ——— بیانہ والعلۃ: تعلیل کی تعریف میں چونکہ علت کا بیان ہے اسلئے
اس کے بعد علت کو بیان کیا جاتا ہے کہ شئی اپنی ماہیت یا وجود میں جس کا محتاج ہو وہ شئی کی علت کہلاتی
ہے اور محتاج ہونا عام ہے کہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ اگر بلاواسطہ ہو تو وہ علت قریبہ ہے اور اگر بالواسطہ ہو تو
علت بعیدہ۔ واضح ہو کہ علت کی چار قسمیں ہیں (۱) علت فاعلیہ (۲) علت مادیہ (۳) علت صوریہ (۴) علت
غائیہ۔ علت فاعلیہ مامنہ الشئی کو کہتے ہیں یعنی جو معلول کا موجد ہو جیسے گھر کیلئے معمار اور زیور کیلئے سنار
اور علت مادیہ مابہ الشئی بالقوہ کو کہتے ہیں یعنی وہ جزء ہے جس سے معلول کا وجود بالفعل ہو جیسے صندوق
کیلئے اس کی ہیئات مخصوصہ اور علت غائیہ مالاجلہ الشئی کو کہتے ہیں یعنی وہ اثر ہے جو فاعل کے فعل کا باعث
ہو جیسے صندوق کیلئے مقاصد مخصوصہ۔

قولہ[۲] بان لا یتصور: متن میں جو علت کا معنی ما یحتاج الیہ الشئی بیان کیا گیا ہے یہاں اسکی
وضاحت بیان کی جاتی ہے کہ علت وہ ہے جس کا شئی اپنی ماہیت میں محتاج ہو یعنی ماہیت شئی جس کے بغیر نہ پائی
جائے مثلاً ماہیت نماز چونکہ قیام و قرأت و رکوع و سجود وغیرہ کے بغیر نہیں پائی جاتی اسلئے وہ اپنے تحقق میں قیام
و قرأت وغیرہ کا محتاج ہوئی اور قیام و قرأت وغیرہ ان کے محتاج علیہ یعنی علت ہوئے۔ علت کو مناظرہ کی اصطلاح میں
رکن کہا جاتا ہے حالانکہ رکن داخل شئی کو کہا جاتا ہے جیسے نماز کیلئے قیام و قرأت وغیرہ جس طرح شرط خارج شئی کو
کہا جاتا ہے جیسے وضو نماز کیلئے اور علت دونوں کو عام ہے۔

قولہ[۳] بان کان موثراً: یہ وضاحت ہے اس امر کی کہ شئی اپنے وجود میں جس کا محتاج ہو وہ علت
کہلاتی ہے خلاصہ یہ کہ شئی کا وجود میں محتاج ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ علت شئی کے وجود میں محتاج ہونیکا

معنی یہ ہے کہ وہ علت شئی کے وجود میں تاثیر کرے یا شئی کے موثر میں تاثیر کرے اور شئی اس کے بغیر نہ پائی جائے
مثلاً نماز کا وجود نمازی کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

قولہ[۱] ای المجموع یعنی متن میں جمیع بروزن فعیل بمعنی مجموع ہے اور اس کی ضمیر کا مرجع ما ذکرنا ہے اور اس سے
مراد ما یحتاج الیہ الخ ہے خلاصہ یہ کہ شئی اپنی ماہیت و وجود میں جس کا محتاج ہو وہ علت تامہ کہلاتی ہے یہ جمہور کا قول
ہے لیکن بعض لوگوں کا قول یہ کہ علت تامہ وہ ہے جس کے علاوہ کسی چیز پر معلول کا وجود موقوف نہ ہو یا اس علت کو کہتے
ہیں جس کے جزء کے علاوہ کسی چیز پر معلول کا وجود موقوف نہ ہو جیسے صندوق کیلئے علتوں کا مجموعہ علت تامہ ہے۔

قولہ بقی ھھنا ۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ علت تامہ کی تعریف جو ماقبل میں گذری کہ شئی جس کا
محتاج ہو اس سے مراد اگر یہ ہو کہ شئی جس کا محتاج ہے وہ اسمیں تاثیر کرے یا اس کے موثر میں تاثیر کرے تو وہ علل اربعہ
(جو علت فاعلی و مادی و صوری و غائی ہیں) پر صادق تو آئیگی لیکن شرط پر نہیں اسلئے کہ شرط مشروط میں تاثیر نہیں کرتی جس
طرح وضو نماز کیلئے شرط ہے لیکن وہ نماز میں تاثیر نہیں کرتا تو علت تامہ کی تعریف مکمل نہ ہوئی کیونکہ علت تامہ تمام
موقوف علیہ کو کہا جاتا ہے اور تمام موقوف علیہ علل اربعہ کے ساتھ شرائط بھی ہیں جواب یہ کہ تعریف مذکور اس
تقدیر پر ہے کہ شرائط علت تامہ سے خارج ہیں۔

ولما کان التعلیل قد یکون بصورۃ القیاس الاستثنائی المتضمن للملازمۃ احتاج الی تفسیر
الملازمۃ فقال الملازمۃ[۲] ھی والتلازم والاستلزام فی اصطلاحہم بمعنی واحد وھو کون الحکم
مقتضیاً لاخر ای لحکم آخر بان یکون اذا وجد المقتضی وجد المقتضی وقت وجودہ ککون الشمس
طالعۃ وکون النھار موجوداً فان الحکم بالاول مقتض للحکم بالآخر ولا یصدق[۳] معنی الاقتضاء
علی المتفقین فی الوجود ککون الانسان ناطقاً والحمار ناھقاً فلا حاجۃ الی تقیید الاقتضاء

بالضروری

ترجمہ: ـــــ اور جبکہ تعلیل کبھی اس قیاس استثنائی کی صورت میں ہوتی ہے جو متضمن ہے ملازمہ کو
تو ماتن ملازمہ کی تعریف کا محتاج ہوئے تو کہا (ملازمہ) ملازمہ اور تلازم اور استلزام اہل مناظرہ کی اصطلاح
میں تینوں ایک معنی میں ہیں (اور وہ ایک حکم کا دوسرے حکم کا تقاضہ کرنا ہے) یعنی دوسرے حکم کا بایں طور کہ جب
مقتضی بالکسر پایا جائے تو اس کے وجود کے وقت مقتضیٰ بالفتح پایا جائے گا جیسے آفتاب کا طالع ہونا اور دن کا موجود
ہونا کیونکہ اول کا حکم مقتضی ہے دوسرے کے حکم کیلئے اور اقتضاء کا معنی متفقین فی الوجود پر صادق نہیں آتا

نہیں۔ جیسے انسان کا ناطق ہونا اور حمار کا ناھق ہونا پس اتفاقیہ کو ضروری کے ساتھ مقید کرنیکی ضرورت نہیں۔

تشریح ــــ قولہ[۱] ولما کان: یہ بیان ہے آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا کہ ماقبل میں تعلیل کی تعریف گذری اور تعلیل کا جو مقصود ہے وہی دلیل کا ہے اور دلیل کبھی قیاس اقترانی سے دیجاتی ہے اور کبھی قیاس استثنائی سے اور قیاس استثنائی میں پہلا مقدمہ اگر شرطیہ متصلہ ہو تو وہ قیاس استثنائی اتصالی ہوتا ہے اور قیاس استثنائی میں پہلا مقدمہ اگر شرطیہ متصلہ ہو تو وہ قیاس استثنائی اتصالی ہوتا ہے اور اگر پہلا مقدمہ منفصلہ ہو تو قیاس استثنائی انفصالی ہوتا ہے۔ اور قیاس استثنائی اتصالی کے دونوں مقدموں میں چونکہ ملازمہ ضروری ہوتا ہے اسلئے تعلیل کے بعد ملازمہ کی تعریف کو بیان کیا گیا۔

قولہ[۲] ھی والتلازم: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس فن میں جس طرح ملازمہ کی ضرورت پیش آتی ہے اسی طرح تلازم و استلزام کی بھی تو یہاں صرف ملازمہ کی تعریف کو بیان کیا گیا تلازم و استلزام کی کیوں نہیں؟ جواب یہ کہ جو معنی ملازمہ کا ہے وہی تلازم و استلزام کا ہے اسلئے صرف ملازمہ کی تعریف کو بیان کیا گیا تاکہ اس سے تلازم و استلزام کی تعریف بھی معلوم ہو جائے۔

قولہ[۳] وھو کون الحکم: یہ تعریف ہے ملازمہ کی کہ ملازمہ کہتے ہیں ایک حکم کا دوسرے حکم کیلئے مقتضی ہونا ای الحکم آخر سے یہ اشارہ ہے کہ آخر صیغہ صفت ہے جس کا موصوف حکم ہے جو محذوف ہے اور بان یکون الخ سے متن کی وضاحت بیان کی جاتی ہے کہ ایک حکم کا دوسرے حکم کیلئے مقتضی ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب ایک حکم پایا جائے تو دوسرا حکم بھی پایا جائے گا۔ چنانچہ ان کانت الشمسُ طالعۃً فالنہارُ موجودٌ میں جب طلوع شمس پایا جائے تو وجود نہار بھی پایا جائے گا کیونکہ طلوع شمس مقتضی ہے وجود نہار کا تو طلوع شمس کے وجود سے وجود نہار لازم آئے گا۔ پس دونوں میں ملازمہ کی نسبت موجود ہے۔

قولہ[۴] ولا یصدق: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ وہ متفقین فی الوجود پر بھی صادق آتی ہے اسلئے کہ اسمیں بھی ایک حکم کے پائے جانے سے دوسرا حکم پایا جاتا ہے لیکن اسمیں ملازمہ کی نسبت نہیں ہوتی چنانچہ اذا کان الانسانُ ناطقاً کان الحمار ناھقاً میں ایک حکم کے پائے جانے سے دوسرا حکم بھی پایا جاتا ہے لیکن اسمیں ملازمہ کی نسبت نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے اس کو خارج کرنے کیلئے بالضرورۃ کی قید لازمی ہے تاکہ تعریف دخول غیر سے مانع ہو جائے۔ جواب یہ کہ تعریف دخول غیر سے مانع ہے کیونکہ متفقین فی الوجود میں اگرچہ ایک حکم کے وجود سے

دوسرا حکم بھی وجود میں آتا ہے لیکن ایک حکم دوسرے حکم کو مقتضی نہیں ہوتا حالانکہ تعریف میں یہ قید ملحوظ ہے لہذا تعریف دخول غیر سے مانع ہے۔

ثم انہ خص الملازمۃ ھھنا بالحکم وان کانت قد تحقق بین المفردات ایضا اما لانھا مختصۃ فی الاصطلاح بالقضایا واما لان التلازم بین المفردات فی الحقیقۃ تلازم بین الاحکام کما یظھر بادنی تامل والحکم الاول یعنی المقتضی اسم الفاعل یسمّٰی ملزوما والحکم الثانی یعنی المقتضٰی اسم مفعول یسمی لازما وقد یکون الاستلزام من الجانبین فای یتصور مقتضیا یسمی ملزوما وای یتصور مقتضًی یسمّٰی لازماً

ترجمہ:۔ پھر ماتن نے ملازمہ کو حکم کے ساتھ خاص فرمایا اگرچہ وہ کبھی مفردات کے درمیان بھی متحقق ہوتا ہے لیکن وہ اصطلاح میں قضایا کے ساتھ مختص ہے اور لیکن تلازم مفردات کے درمیان حقیقت میں احکام کے درمیان تلازم ہے جیسا کہ ادنیٰ توجہ سے ظاہر ہے (اور حکم اول یعنی مقتضی اسم فاعل کو (ملزوم نام رکھا جاتا ہے اور) حکم (ثانی) یعنی مقتضیٰ اسم مفعول کو (لازم نام رکھا جاتا ہے) اور استلزام کبھی جانبین سے ہوتا ہے پس جس حکم کو مقتضی تصور کیا جائے تو اس کا نام ملزوم رکھا جائے گا اور جس حکم کو مقتضیٰ تصور کیا جائے تو اس کا نام لازم رکھا جائے گا۔

تشریح:۔ قولہ ثم انہ خص الملازمۃ ھھنا:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ماتن نے ملازمہ کو حکم کے ساتھ خاص فرمایا اور حکم نسبت تامہ کو کہتے ہیں اور نسبت تامہ قضیہ میں ہوتی ہے پس ملازمہ قضیوں کے ساتھ خاص ہو گا۔ حالانکہ ملازمہ قضیوں کے علاوہ مفردات میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ اربعہ وزوج میں ملازمہ موجود ہے لیکن دونوں مفرد ہیں۔ جواب اس کے دو ہیں ایک یہ کہ یہ اُس ملازمہ کی تعریف ہے جو مناظرین کی اصطلاح میں ہے اور مناظرین کی اصطلاح میں ملازمہ قضیوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے مفردات میں نہیں۔ دوسرا جواب یہ کہ مفردات میں جو تلازم ہوتا ہے وہ حقیقت میں قضیوں میں ہی ہوتا ہے جیسے انسان وضاحک کہ وہ اگرچہ مفردات ہیں لیکن ان میں تلازم حقیقت میں احکام میں تلازم ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کلما وجد الانسان وجد الضاحک وکلما وجد الضاحک وجد الانسان اسی طرح زوج واربعہ میں کلما وجد الزوج وجد الاربعۃ وکلما وجد الاربعۃ وجد الزوج۔

قولہ الحکم الاول:۔ تعریف کون الحکم مقتضیاً لحکم آخر میں دو حکم مذکور ہیں ایک حکم مقتضی بالکسر بصیغہ اسم فاعل کو ملزوم کہا جاتا ہے اور دوسرا حکم مقتضیٰ بالفتح بصیغہ اسم مفعول کو لازم کہا جاتا ہے پس حکم اول مستلزم ہو گا حکم ثانی کو۔

قولہ قد یکون الاستلزام :۔ اوپر یہ گذرا کہ استلزام اگرچہ ایک جانب سے ہو تو حکم مقتضی بالکسر کو ملزوم اور حکم مقتضی بالفتح کو لازم کہا جائے گا اور اگر دونوں جانب سے ہو تو جس حکم کو مقتضی بالکسر تصور کیا جائے وہ ملزوم کہلائے گا اور جس کو مقتضی بالفتح تصور کیا جائے اسکو لازم کہا جائے گا۔

ثم اعلم انہ قدس سرہ بین الملزوم واللازم ولم یبین المدلول مع الدلیل لانہ کثیراً ما یرد المنع علی بطلان اللازم کما یرد علی اصل الملازمۃ ولہذا اردف تعریفہا بتعریف المنع وقال المنع طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ ویسمی ذالک الطلب مناقضۃ ونقضا تفصیلیاً ایضاً کما یسمی منعا ترک اضافۃ المقدمۃ الی ضمیر الدلیل لانہ یوہم ظاہرہ ان المطلوب طلب دلیل علی مقدمۃ ذلک الدلیل المطلوب ولیس الامر کذلک وقیدہا بالمعینۃ لئلا یرد النقض الاجمالی

ترجمہ ——— پھر آپ جانیں کہ ماتن قدس سرہٗ نے ملزوم و لازم کو بیان فرمایا اور مدلول کو دلیل کے ساتھ بیان نہیں فرمایا کیونکہ منع اکثر لازم کے بعد بطلان پر وارد ہوتا ہے جس طرح اصل ملازمہ پر وارد ہوتا ہے اسی وجہ سے ملازمہ کے بعد منع کی تعریف کو بیان فرمایا اور کہا ز منع مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا ہے (اور) اس طلب کا (نام مناقضہ رکھا جاتا ہے اور نقض تفصیلی) بھی جس طرح اس کا نام منع رکھا جاتا ہے مقدمہ کی اضافت کو دلیل کی ضمیر کی طرف اس وجہ سے ترک فرمایا کہ اس سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ مطلوب اس دلیل مطلوب کے مقدمہ پر دلیل کو طلب کرنا ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں اور مقدمہ کو معینہ کے ساتھ اس وجہ سے مقید فرمایا کہ نقض پر نقض اجمالی وارد نہ ہو۔

تشریح :——— قولہ ثم اعلم :۔ یہ آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے اور ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی کہ دلیل کیلئے مدلول بھی ہوتا ہے اور مدلول لازم ہوتا ہے اور دلیل اس کا ملزوم تو ماتن نے دلیل کی تعریف میں صرف ملزوم کو بیان فرمایا مدلول یعنی لازم کو نہیں اور ملازمہ کی تعریف میں حکم اول کو ملزوم اور حکم ثانی کو لازم کہا جاتا ہے۔ اسمیں لازم کو بیان کیا گیا پس ماتن کا ملازمہ کی تعریف میں لازم کو صراحۃً بیان کرنا اور دلیل کی تعریف میں لازم کو صراحۃً بیان نہ کرنا ترجیح بلا مرجح ہے جواب یہ کہ ملازمہ میں لازم پر چونکہ منع وارد ہوتا ہے اسلئے اسمیں لازم کو بیان کیا گیا اور دلیل میں اس کے مدلول یعنی لازم پر منع وارد نہیں ہوتا اسلئے اس کو بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے ربط بھی ظاہر ہو گیا کہ منع چونکہ ملازمہ پر وارد ہوتا ہے اسلئے ملازمہ کے بعد منع کی تعریف کو بیان کیا گیا لیکن ملازمہ میں لازم پر منع ایسی طور وارد ہوتا ہے کہ منع دو میں سے ایک پر ہوتا ہے کبھی ملازمہ پر اور کبھی مدعی کے بطلان

لازم پر چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ملازمہ ہی تسلیم نہیں اور بطلان لازم پر بایں طور کہ ملزوم باطل ہے اسلئے لازم بھی باطل ہے اور یہ تسلیم نہیں کہ ملزوم کے بطلان سے لازم بھی باطل ہو جائے۔

قولہ المنع۔ یہ تعریف ہے منع کی کہ منع کہتے ہیں مقدمۂ معینہ پر دلیل کے طلب کرنے کو۔ اس منع کو مناقضہ اور نقض اجمالی بھی کہا جاتا ہے اور ذلک الطلب سے یسمی کے نائب فاعل کو بیان کیا گیا ہے اور لفظ ایضًا سے یہ اشارہ ہے کہ مفہوم مذکور کا نام جس طرح منع کہا جاتا ہے اسی طرح اس کا ایک نام مناقضہ اور دوسرا النقض اجمالی بھی ہے کہ اسی سے اسی مفہوم کو دوا منع کیا گیا ہے۔

قولہ ترک اضافۃ: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ بعض لوگ مثلاً صاحب آداب عضدیہ نے منع کی تعریف میں مقدمہ کو ضمیر مذکر کی طرف مضاف کیا ہے اصل عبارت یہ ہے علی مقدمۃ المعینۃ متن میں اسکو کیوں نہیں بیان کیا گیا؟ جواب یہ کہ اضافت کی صورت میں عبارت سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ ضمیر مذکر کا مرجع ہے طلب دلیل ہے اور دلیل سے دلیل مطلوب مراد ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ مقدمہ معینہ کی دلیل مطلوب پر منع وارد ہو حالاں کہ دلیل مطلوب ابھی تک مذکور نہیں تو اس پر منع کیسے وارد ہوگا؟ اسی وجہ سے متن میں اضافت کو چھوڑ دیا۔

قولہ ظاہرہ: اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اضافت کی صورت میں عبارت کا ظاہر وہم میں ڈالتا ہے اصل عبارت نہیں حالانکہ ایسی صورت میں یہ کہنا چاہیئے تھا کہ استعمال غلط ہے جواب یہ کہ اضافت کی صورت میں بھی چونکہ تاویل ہو سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے مدعی کی دلیل مراد ہو اور منع میں جس دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ دلیل مراد نہ ہو اور تاویل مذکور سے چونکہ عبارت درست ہو جاتی ہے اسلئے اس کو غلط نہیں بلکہ ظاہر عبارت کا وہم کیا گیا۔

قولہ قید بالمعینۃ: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مقدمہ کو معینہ کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ متن میں اختصار اولیٰ ہوتا ہے۔ جواب یہ کہ معینہ کی قید احتراز کیلئے ہے کہ اس سے نقض اجمالی کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ مقدمہ معینہ پر وارد نہیں ہوتا۔

قیل المنع قد یرد علیٰ کلتا مقدمتی الدلیل علی التفصیل کما اذا قال المعلل الزکوٰۃ واجبۃ فی حلی النساء لانہ متناول لنص وھو قولہ علیہ السلام ادّوا زکوٰۃ اموالکم وکل ما ھو متناول النص فھو جائز الارادۃ وکل ما ھو جائز الارادۃ فھو مراد ینتج ان محل النزاع مراد فیقول السائل لا نسلم ان محل النزاع متناول النص وان سلمناہ لکن لا نسلم ان کل ما ھو متناول النص فھو جائز الارادۃ وان سلمنا ذلک لکن لا نسلم ان کل ما ھو جائز الارادۃ فھو مراد ولا یذھب علیک

ان ذلک ممنوع کا منع واحد فالحق ما ذکرہ قدس سرہ

بعض لوگوں نے کہا کہ منع کبھی دلیل کے دونوں مقدموں پر تفصیل کے طور پر وارد ہوتا ہے

ترجمہ ــــــــ جیسا کہ جب معلل کہے کہ زکوۃ عورتوں کے زیور میں واجب ہے کیونکہ وہ نص کو شامل ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اَدّوا زکوۃ اموالکم یعنی اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو، اور ہر وہ شئی جو نص کو شامل ہو وہ جائز الارادہ ہوتا ہے اور ہر وہ شئی جو جائز الارادہ ہو وہ مراد ہے نتیجہ یہ دے گا کہ محل نزاع مراد ہے پس سائل کہے گا کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ محل نزاع نص کو شامل ہے اور اگر ہم اسکو تسلیم کریں لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر وہ جو نص کو شامل ہو وہ جائز الارادہ ہوتا ہے اور اگر ہم اس کو تسلیم کریں تو یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر وہ جو جائز الارادہ ہو وہ مراد ہے اور آپ پر یہ نہ چاہئے کہ وہ چند منع ہیں ایک منع نہیں پس حق وہ ہے جس کو ماتن قدس سرہ نے بیان فرمایا۔

تشریح ــــــــ قولہ قیل المنع:۔ منع کی تعریف مذکور پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام افراد کو جامع نہیں اسلئے کہ منع کہتے ہیں مقدمہ معینہ پر دلیل کے طلب کرنے کو اور مقدمہ معینہ وہ ایک مقدمہ ہے پس منع ایک مقدمہ پر وارد ہوگا جبکہ منع کبھی دلیل کے دونوں مقدموں پر وارد ہوتا ہے چنانچہ حلیّ النساء یعنی عورتوں کے زیور کے وجوب زکوۃ میں حنفی و شافعی کا اختلاف ہے اگر کوئی حنفی یہ دعوی کرے کہ الزکوۃ واجبۃ فی حلیّ النساء یعنی زکوۃ عورتوں کے زیور میں واجب ہے چونکہ نبی کریم کا ارشاد ہے ادّوا زکوۃ اموالکم یعنی اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو۔؟ دلیل اس کی یہ دیجاتی ہے کہ حلیّ النساء تتناول النصّ وکل ما ھو تتناول النص فھو جائز الارادۃ شکل اول ہے جس کا نتیجہ ہے حلیُّ النساء جائز الارادۃ اور وہ نتیجہ چونکہ مدعی کا مقصود نہیں اسلئے اس کو صغری بنا کر کبری دوسرا بیان کیا جائے وہ اس طرح کہ حلی النساء جائز الارادۃ وکل ما ھو جائزُ الارادۃ فھو مراد تو نتیجہ یہ نکلے گا محلُ النزاع مرادٌ اور محل نزاع حلی النساء ہے اور ارشاد نبوی اَدّوا زکوۃ اموالکم اس کو بھی شامل ہے۔ سائل شافعی ہے جو پہلی دلیل کے صغری وکبری دونوں پر اور دوسری دلیل کے کبری پر منع وارد کرتا ہے لیکن پہلی دلیل کے صغری پر اس طرح کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ نص حلی النساء کو شامل ہے اور کبری پر اس طرح کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ جو نص کو شامل ہو وہ جائز الارادہ بھی ہو اور دوسری دلیل کے کبری پر اس طرح کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جو جائز الارادہ ہو وہ مراد بھی ہو۔

قولہ لایذھب علیک:۔ یہ جواب ہے اسی سوال کا کہ جو قیل المنع الخ سے وارد ہے خلاصہ یہ کہ تعریف مذکور اپنے افراد کو جامع ہے کیونکہ ماقبل میں صغری وکبری دونوں پر جو منع وارد ہوا وہ ایک منع نہیں بلکہ

متعدد منع ہیں ان میں سے ہر ایک پر علیحدہ طور پر منع کی تعریف صادق آتی ہے۔

ولکون المقدمۃ ماخوذۃ فی تعریف المنع لابد من بیان معناھا فلذا قال المقدمۃ ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل اعم من ان یکون جزءً من الدلیل اولا فکان تعریف المقدمۃ من تتمۃ تعریف المنع ولا شک فی ان قید الحیثیات یعتبر فی التعریفات فکان حاصل تعریف المنع طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ من حیث ھی مقدمۃ فلا یرد النقض بطلب الدلیل علی مدعیً ھو فی نفس الامر جزء دلیل ـــــ

ترجمہ ـــــ اور مقدمہ کا منع کی تعریف میں ماخوذ ہونیکی وجہ سے اس کے معنی کو بیان کرنا ضروری ہوا۔ اس وجہ سے ماتن نے کہا کہ (مقدمہ وہ ہے جس پر صحت دلیل موقوف ہو) عام ہے وہ دلیل کا جزء ہو یا نہ ہو پس مقدمہ کی تعریف منع کی تعریف کا تتمہ ہوئی اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حیثیتوں کی قید تعریفات میں معتبر ہے پس منع کی تعریف کا حاصل ہوا دلیل کو مقدمہ معینہ پر طلب کرنا اس حیثیت سے کہ وہ مقدمہ ہے پس مدعی پر طلب دلیل سے نقض وارد نہ ہوگا کہ وہ نفس الامر میں دلیل کا جزء ہے۔

تشریح :- قولہ ولکون المقدمۃ یہ آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے کہ منع کی تعریف جو طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ ہے اس میں مقدمہ مذکور ہے اور مقدمہ کا معنی چونکہ واضح نہ تھا اسلئے اس کے بعد اس کے معنی کو بیان کیا جاتا ہے۔

بیان المقدمۃ :- مقدمہ کا یہ معنی ہے کہ مقدمہ وہ ہے جس پر صحت دلیل موقوف ہو عام ہے وہ دلیل کا جزء ہو یا نہ ہو اول جیسے العالم متغیر وکل متغیر حادث میں العالم متغیر جزء ہے دوم جیسے شئی کی شرائط وغیرہ جزء نہیں۔

قولہ ولا شک فی ان قید :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مدعی کبھی نفس الامر میں دلیل کا جزء ہوتا ہے اور دلیل کا جزء مقدمہ ہوتا ہے اور مقدمہ پر منع وارد ہوتا ہے پس مدعی پر منع وارد ہوگا حالانکہ مناظرہ کی اصطلاح میں مدعی پر منع وارد نہیں ہوتا جواب یہ کہ تعریفات میں ہمیشہ حیثیتوں کا اعتبار ہوتا ہے اور حیثیتوں سے احکام میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے پس مقدمہ کی تعریف اب یہ ہوگی ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل من حیث انہ یتوقف علیہ صحۃ الدلیل اور منع کی تعریف یہ ہوگی طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ من حیث ھی مقدمۃ معینۃ پس مدعی اگرچہ نفس الامر میں دلیل کا جزء ہوتا ہے لیکن مقدمہ معینہ کی حیثیت سے پس مدعی پر منع وارد نہ ہوگا

ثم قیل فی ھذا المقام ان الاولیٰ ان یفسر المنع بمعنی المبنی للمفعول یکون المقدمة بحیث یطلب علیھا الدلیل والباعث لہ علی العدول عن کونہ مبنیا للفاعل کما ھو الظاھر انہ لا یظھر معنی قول المانع ھذہ المقدمة ممنوعة ولا یذھب علیک ان معناہ انھا مطلوب علیھا الدلیل

ترجمہ: ـــــ پھر کہا جائے اولیٰ اس مقام میں یہ ہے کہ منع بمعنی مبنی للمفعول کی تعریف یہ بیان کی جائے کون المقدمة بحیث یطلب علیھا الدلیل کے ساتھ اور اس کا مبنی للفاعل ہونے سے عدول پر باعث جیسا کہ وہ ظاہر ہے یہ ہے کہ مانع کے قول ھذہ المقدمة ممنوعة کا معنی ظاہر نہیں ہوتا اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ اس کا معنی یہ ہے انھا مطلوب علیھا الدلیل۔

تشریح: ـــ قولہ ثم قیل: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ منع کہتے ہیں طلب الدلیل کو اور طلب الدلیل میں طلب مصدر ہے اور مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی مبنی للمفعول بتقدیر اول وہ صفت ہوگا مانع کی چنانچہ کہا جائے گا المانع الطالب اور بتقدیر دوم وہ صفت ہوگا دلیل کی چنانچہ کہا جائے گا الدلیل المطلوب حالانکہ مناظرین مانعین کبھی اس طرح کہتے ہیں ھذہ المقدمة ممنوعة اور یہاں ممنوعہ سے جو مطلوب مستفاد ہوتا ہے وہ نہ مانع کی صفت ہے اور نہ دلیل کی بلکہ وہ مقدمہ کی صفت ہے پس طلب کو اگر مانع یا دلیل کی صفت بنایا جائے تو مقولہ مذکورہ ہذہ المقدمة ممنوعة باطل ہو جائے گا اور اگر اس کو مقدمہ کی صفت بنایا جائے تو یہ ضابطہ مذکورہ باطل ہو جائے گا کہ طلب اگر مبنی للفاعل ہو تو مانع کی صفت ہوگا اور اگر مبنی للمفعول ہو تو دلیل کی صفت ہوگا جواب یہ کہ طلب یہاں مصدر مبنی للفاعل نہیں ہو سکتا ورنہ مناظرین کے اس قول کا بطلان لازم آئے گا کہ ھذہ المقدمة ممنوعة اور بلا وجہ اہل علم کے قول کا بطلان درست نہیں اسلئے بہتر یہ ہے کہ وہ مصدر مبنی للمفعول ہو اور صفت ہو مقدمہ کی تعریف اب یہ ہوگی کون المقدمة بحیث یطلب علیہ الدلیل مقدمہ کی متن والی تعریف نہ ہوگی اور اہل علم کا قول درست ہو جائے گا۔

قولہ لا یذھب علیک: یہ رد ہے بعض لوگوں کا کہ مخفی نہ رہے کہ طلب جب مصدر مبنی للمفعول ہو تو مقدمہ کی صفت نہیں بلکہ دلیل کی صفت ہوگا کیونکہ مقولہ مذکورہ ھذہ المقدمة ممنوعة میں بھی مقدمہ پر دلیل طلب کی جاتی ہے پس مقولہ مذکورہ بھی درست ہوا اور متن میں جو مقدمہ کی تعریف گزری وہ بھی درست ہوئی۔

وقیل ان تعریف المقدمة علی ھذا الوجہ یوجب ان یثبت المانع توقف صحة الدلیل علی ما منعہ حتی یکون منعہ مسموعا وفی کثیر مما شاع فیہ المنع ذلک مشکل کالنتائج الدلیل وایجاب الصغری

وكلية الكبرى فان[٢] توقف الصحة عليه غير مسلم لجواز ان يكون الصحة موقوفة على اندراج الاصغر تحت الاوسط ويكون هذه الامور من لوازم ذلك الاندراج ولازم الموقوف عليه لا يجب ان يكون موقوفاً عليه واثبات التوقف دونه خرط القتاد

ترجمہ ـــــ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ مقدمہ کی تعریف اس طریقہ پر سائل کو واجب کرتی ہے کہ مانع ثابت کرے صحت دلیل کے توقف کو اس امر پر جس کو منع کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا منع مسموع ہو اور اکثر اس چیز میں جس میں منع شائع ہے وہ مشکل ہے جیسے انتاج دلیل اور ایجاب صغریٰ وکلیۃ کبریٰ پس اسپر صحت کا توقف مسلم نہیں کیونکہ جائز ہے صحت موقوف ہو اصغر کا اوسط کے تحت اندراج پر اور یہ امور ان اندراج کے لوازم سے ہوں اور موقوف علیہ کا لازم ضروری نہیں کہ وہ موقوف علیہ ہو اور اثبات توقف اس وجوب کے قریب خرط قتاد ہے

تشریح ـــــ قولہ[١] وقیل ان الخ :۔ یعنی متن میں جو مقدمہ کی تعریف گذری اس تقدیر پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مدعی جب دعویٰ پر دلیل پیش کرے اور مانع اسکو کسی مقدمہ پر منع وارد کرے تو مدعی مانع سے یہ مطالبہ کرسکتا ہے کہ آپ یہ ثابت کریں کہ جس مقدمہ پر آپ نے منع وارد کیا ہے صحت دلیل اسپر موقوف ہے اس مطالبہ کے مانع پر یہ ثابت کرنا ضروری ہوگا کہ جس مقدمہ پر منع وارد کیا ہے صحت دلیل اسی پر موقوف ہے اور اگر وہ ثابت نہ کرے تو منع اس کا مسموع نہ ہوگا اور یہ ثابت کرنا بسا اوقات بہت مشکل ہے کہ صحت دلیل اسی مقدمہ پر موقوف ہے جس پر منع وارد کیا ہے چنانچہ دلیل کبھی صحت انتاج پر موقوف ہوتی ہے کہ نتیجہ صحیح ہے اس وجہ سے دلیل بھی صحیح ہے مگر یہ ثابت کرنا دشوار ہے کہ صحت دلیل صحت نتیجہ پر موقوف ہے اسی طرح شکل اول ایجاب صغریٰ وکلیۃ کبریٰ پر موقوف ہے۔

قولہ[٢] فان توقف الصحۃ :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ یہ کہنا درست نہیں کہ جس پر منع وارد ہے صحت دلیل کا اسپر موقوف ہونے کا ثبوت مشکل ہے بلکہ وہ آسان ہے اسلئے کہ مثلاً شکل اول کا صحیح ہونا ایجاب صغریٰ اور کلیۃ کبریٰ پر موقوف ہے اور وہ آسانی ثابت ہے کیونکہ اگر ایجاب صغریٰ وکلیۃ کبریٰ نہ ہو تو اصغر حد اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا اور نتیجہ بھی درست نہ ہوگا جیسا کہ منطق کی کتابوں میں مذکور ہے اس وجہ سے شکل اول کے صحت انتاج کیلئے ایجاب صغریٰ اور کلیۃ کبریٰ کا ہونا ضروری ہے جواب یہ کہ تسلیم نہیں کہ شکل اول کی صحت انتاج اور مذکورہ یعنی ایجاب صغریٰ وکلیۃ کبریٰ پر موقوف ہے کیونکہ ممکن ہے صحت انتاج حقیقت میں اصغر کا حد اوسط کے تحت اندراج پر موقوف ہو اور یہ امور اس اندراج کے لوازم سے ہوں تو یہ ضروری نہیں کہ جب کوئی چیز کسی پر موقوف ہو تو اس کے

لوازم پر بھی موقوف ہو اور جب تک یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب کوئی چیز کسی پر موقوف ہو تو اس کا اس کے لازم پر موقوف ہونا واجب ہے تو اس وقت تک یہ ثابت کرنا ہی مشکل ہے کہ شکل اول کی صحت انتاج ایجاب صغریٰ و کلیۃ کبریٰ پر موقوف ہے کیونکہ وجوب کے بغیر موقوف ثابت نہیں ہوتا جس سے یہ معلوم ہوا کہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ جس پر منع دارد ہو صحت انتاج بھی اسی پر موقوف ہے۔

ثمّ[۱] انہ قد یذکر مع المنعِ السندُ فذکرہٗ بقولہ السندُ وھو[۲] فی اللغۃِ وکذا المستندُ وما استندت الیہ من حائطٍ وغیرہٖ وفی اصطلاحِ اھلِ المناظرۃِ ما یذکر[۳] لتقویۃِ المنعِ ویسمّٰی مستنداً ایضاً سواء کان مفیداً فی الواقع اولا ویندرج فیہ الصحیحُ والفاسدُ والاولُ[۴] انما یکون اخصّ او مساویاً للنقیض المقدّمۃ الممنوعۃ والثانی[۵] انما ھو الاعمّ منہ مطلقاً او من وجہٍ وقیل[۶] انّ الاعمّ لیس بسندٍ مصطلحٍ وھذا القولون فیہ ان ھذا لا یصلح للسندیۃ وفیہ ان معنی قولھم ان ما ذکرت للتقویۃ لیس بمفیدٍ لھا کانہ لیس بسندٍ۔

ترجمہ: ——— پھر کبھی منع کے ساتھ سند کو بھی بیان کیا جاتا ہے تو ماتن نے اس کو اپنے اس قول سے بیان فرمایا (سند) اور وہ لغت میں اسی طرح مستند وہ ہے جس کی طرف سہارا کیا جائے دیوار وغیرہ میں سے اور اہل مناظرہ کی اصطلاح میں (وہ ہے جس کو منع کی تقویت کیلئے بیان کیا جائے اور سند کو مستند بھی کہا جاتا ہے) عام ہے وہ واقع میں مفید ہو یا مفید نہ ہو اور اس میں صحیح و فاسد داخل ہو جاتے ہیں اور اول مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے اخص ہے یا مساوی اور دوم اس سے اعم مطلق ہے یا اعم من وجہ اور بعض نے کہا کہ اعم سند اصطلاحی نہیں اسی وجہ سے مناظرین نے اس کے متعلق کہا کہ وہ سند ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس میں نظر ہے کہ ان لوگوں کے قول ما ذکرت لتقویۃ کا معنی اس کیلئے مفید نہیں گویا وہ سند نہیں۔

تشریح ——— قولہ[۱] ثم انہ قد یذکر: یہ آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے کہ ماقبل میں چونکہ منع کی تعریف گذری اور منع کی تقویت کیلئے کبھی سند کو بھی بیان کیا جاتا ہے اسلئے منع کے بعد سند کو بیان کیا گیا۔

قولہ[۲] وھو فی اللغۃ: متن میں آگے چونکہ سند کے اصطلاحی معنی کو بیان کیا گیا ہے اس لئے اس سے پہلے اس کے لغوی معنی کو بیان کیا جاتا ہے کہ سند لغت میں وہ ہے جس کا دیوار وغیرہ میں سے سہارا لیا جائے سند کو مستند بھی کہا جاتا ہے اصطلاحی معنی یہ ہے کہ سند وہ ہے جو منع کی تقویت کیلئے بیان کیا جائے۔ دونوں معنوں میں مناسبت ظاہر ہے کہ مانع کو سہارا بنا تا ہے تاکہ منع کو اس سے تقویت حاصل ہو۔

بیانہ ما یلیٰ کن:- سند کی یہ اصطلاحی تعریف ہے کہ سند وہ ہے جس کو منع کی تقویت کیلئے بیان کیا جائے اس کی دو قسمیں ہیں سند صحیح اور سند غیر صحیح جس کو سند فاسد بھی کہا جاتا ہے اور سند صحیح وہ ہے جو اعتقاد و واقع دونوں کے اعتبار سے مفید تقویت ہو اور سند فاسد وہ ہے جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور مفید تقویت ہو واقع کے مطابق نہ ہو۔

قولہ والاول اما:- اول سے مراد سند صحیح ہے اور سند صحیح وہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے اخص ہے اور نقیض اعم یا مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے مساوی ہے بتقدیر اول یعنی اعم و اخص میں یہ ضروری ہے کہ جب اخص پایا جائے تو اعم بھی پایا جائے گا اور جب اعم پایا جائے تو ضروری نہیں کہ اخص بھی پایا جائے اسمیں ایک مادہ اجتماع کا ہوگا اور ایک مادہ افتراق کا جیسے انسان و حیوان زید میں دونوں صادق ہیں اور فرس میں حیوان صادق ہے انسان نہیں۔ پس جہاں سند صحیح پائی جائے وہاں مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی پائی جائیگی لیکن جہاں مقدمہ ممنوعہ کی نقیض پائی جائے تو وہاں سند صحیح کا پایا جانا کچھ ضروری نہیں بتقدیر دوم یعنی مساوی ہونیکی صورت میں یہ ضروری ہے کہ جب ایک پایا جائے تو دوسرا بھی پایا جائیگا جیسے انسان و ناطق میں۔

قولہ الثانی اما هو:- ثانی سے مراد سند فاسد ہے اور سند فاسد وہ ہے کہ اس کے درمیان اور مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے درمیان اعم اخص مطلق کی نسبت ہوگی یا اعم من وجہ کی بتقدیر اول سند فاسد اعم مطلق ہوگی اور مقدمہ ممنوعہ اخص ہوگی پس اسمیں دو مادے ہوں گے ایک مادہ اجتماع کا اور ایک افتراق کا پس جہاں مقدمہ ممنوعہ کی نقیض ہوگی وہاں سند فاسد بھی ہوگی لیکن جہاں سند فاسد ہو تو ضروری نہیں کہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی ہو بتقدیر دوم سند فاسد اعم من وجہ اور مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اخص من وجہ ہوگی اس میں ایک مادہ اجتماع کا ہوگا اور دو مادے افتراق کے ہونگے جیسے حیوان و ابیض کہ بگولا میں دونوں صادق ہیں اور کوا میں حیوان صادق ہے ابیض نہیں اور سنید کپڑا میں ابیض صادق ہے حیوان نہیں۔

قولہ وقیل ان الاعم: یہ سوال ہے جس کا جواب وفیہ انہ الخ سے دیا گیا ہے سوال یہ کہ سند فاسد مناظرین کی اصطلاح میں سند ہی نہیں کیونکہ وہ فاسد ہونیکی وجہ سے سند ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتی۔ جواب یہ کہ سند فاسد سند تو ہے لیکن صحیح نہیں کیونکہ وہ مفید تقویت نہیں اسلئے اس کو سند فاسد کہا جاتا ہے۔

ثمّ لما فرغ من بیانِ النقضِ التفصیلی الذی ھو المنع وبیانِ ما یلیٰ کر لتقویتہ اراد ان یبینَ النقضَ الاجمالی فقال النقضُ وھو فی اللغۃِ الکسرُ وفی اصطلاحِ النظارِ ابطالُ الدلیلِ ای دلیلُ المعللِ بعد تمام متمسکاً بشاھدٍ یدل علیٰ عدمِ استحقاقہ للاستدلالِ بہ وھو ای عدمُ استحقاقہ استلزامہ فسادالہ

اعمّ من ان یکون تخلّفُ المدلولِ عن الدلیلِ بان یوجد الدلیلُ فی موضعٍ ولم یوجد المدلولُ فیہ او فسادٌ آخرُ مثل لزوم المحالِ علی تقدیرِ تحقق المدلولِ ویتضح ذلک من قولہٖ وفصّل ای النقض بدعوی التخلفِ او لزوم محالٍ ویسمی نقضًا اجمالیًا ایضًا یعنی کما انہ یطلق لفظُ مطلقِ النقضِ علی المذکورِ یطلق النقض المقیّد بالاجمالی ایضًا علیہ بخلافِ المنعِ فانہ لا یطلق علیہ الا مقیدًا بالتفصیلی۔

ترجمہ: ـــــ پھر جب ماتن اس نقض تفصیلی کے بیان سے فارغ ہو چکے جو کہ وہ منع ہے اور اس کے بیان سے فارغ ہو چکے جو منع کی تقویت کیلئے بیان کیا جاتا ہے تو ماتن نے ارادہ فرمایا کہ وہ نقض اجمالی کو بیان کرے تو کہا (نقض اور وہ لغت میں کسر کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح مناظرہ میں دلیل کو باطل کرنا) معلل کی دلیل کو (دلیل کے پورا ہونے کے بعد ایسے شاہد کے ساتھ تمسک کرتے ہوئے جو شاہد اس بات پر دلالت کرے کہ وہ دلیل استدلال کا مستحق نہیں اور وہ (اس دلیل کا عدم استحقاق کسی نہ کسی فساد کو مستلزم ہوتا ہے) عام ہے اس بات سے کہ مدلول کا تخلف دلیل سے بایں طور ہو کہ دلیل ایسی جگہ میں پائی جائے اور مدلول نہ پایا جائے یا فساد آخر کو جیسے تحقق مدلول کی تقدیر پر محال کا لازم ہونا اور وہ واضح ہے اس کے قول وفصل سے (اور اس فساد کی تفصیل دو طرح سے کی گئی ہے) دعوی تخلف سے یا لزوم محال سے (اور اس نقض کو نقض اجمالی کہا جاتا ہے) یعنی جس طرح مطلق نقض کے لفظ کا اطلاق مذکور پر ہوتا ہے اسی طرح اس نقض پر بھی جو مقید ہے اجمالی کے ساتھ برخلاف منع کہ اس کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا مگر تفصیلی کے ساتھ مقید ہو کر۔

تشریح: ـــــ قولہ ثم لما فرغ، یہ آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے کہ جب نقض تفصیلی جس کو منع بھی کہا جاتا ہے اس کے بیان سے فارغ ہو چکے اور اس کے بیان سے جس کے ذریعہ اسکو تقویت حاصل ہوتی ہے یعنی سند منع کے بیان سے تو اب نقض اجمالی کو بیان کیا جاتا ہے۔ مناسبت اس میں یہ ہے کہ نقض تفصیلی یعنی منع میں جسطرح دلیل پر اعتراض ہوتا ہے اسی طرح نقض اجمالی میں بھی دلیل پر اعتراض ہوتا ہے کہ معلل کی دلیل مکمل ہونے کے بعد سائل اس دلیل کو باطل کرتا ہے لیکن نقض اجمالی کیلئے متمسک بالشاہد ہونا ضروری ہے تاکہ اس شاھد سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دلیل قابل استدلال نہیں اسلئے وہ فساد کو مستلزم ہے۔ منع کو نقض تفصیلی اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دلیل کے مقدمہ معینہ پر نقض وارد ہوتا ہے اور نقض اجمالی میں اجمال ہوتا ہے اسمیں مطلقاً دلیل کو باطل کیا جاتا ہے اور غیر معین مقدمہ کو منع کیا جاتا ہے اس بیان سے فرق بھی واضح ہو گیا کہ نقض اجمالی کیلئے شاہد کا ہونا ضروری ہے اور نقض تفصیلی کیلئے سند کا ہونا اور نقض

اجمالی میں منع تمامیت دلیل کے بعد ہوتا ہے اور نقض تفصیلی میں اس سے قبل۔

قولہ[۲] وھو فی اللغۃ: نقض کے اصطلاحی معنی سے پہلے اس کے لغوی کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ دونوں میں مناسبت واضح ہو جائے کہ نقض لغت میں کسر کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح مناظرہ میں نقض کہتے ہیں دلیل کے پورا ہونے کے بعد سائل کا اس کو کسی ایسے شاھد کے ساتھ تمسک کرتے ہوئے باطل کرنا جو شاھد اس بات پر دلالت کرے کہ وہ دلیل استدلال کا مستحق نہیں اور وہ مستحق نہ ہونا اس دلیل کا کسی نہ کسی فساد کو مستلزم ہوتا ہے۔

مناسبت دونوں میں ظاہر ہے کہ جب کسی دلیل کو باطل کیا گیا تو وہ اپنی حالت پر نہ رہی بلکہ ٹوٹ گئی۔

قولہ[۳] ای دلیل المعلل: اس تقدیر عبارت سے یہ اشارہ ہے کہ متن میں دلیل کے اوپر جو الف لام ہے وہ مضاف الیہ کے عوض ہے اور وہ معلل ہے اور متن میں ھو ضمیر مرفوع کا مرجع چونکہ واضح نہ تھا اسلئے شرح میں بلزم استحقاقہ سے اس کے مرجع کو بیان کیا گیا اسی طرح اعم من ان یکون الخ سے فساد کے طریقوں کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کے دو طریقے ہیں ایک تخلف مدلول عن الدلیل یعنی دلیل تو پائی جائے لیکن مدلول نہ پایا جائے دوسرا یہ کہ دلیل اور مدلول دونوں پائے جائیں لیکن مدلول محال کو مستلزم ہو اور جو محال کو مستلزم ہو وہ محال ہوتا ہے پس مدلول کا محال ہونا فساد ہے۔

بیانہ[۴] و فصل: فساداً ما میں چونکہ مطلق فساد کو بیان کیا گیا ہے اسلئے یہاں اسکی تفصیل بیان کی جاتی ہے کہ فساد دو طرح سے ہوتا ہے ایک دعوی تخلف سے اور دوسرا لزوم محال سے اور یعنی کما انہ الخ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابطال دلیل کو جس طرح مطلق نقض کہا جاتا ہے اسی طرح اجمالی کی قید کے ساتھ مقید کر کے نقض اجمالی کہا جاتا ہے اور منع پر بھی نقض کا اطلاق ہوتا ہے لیکن تفصیلی کے ساتھ مقید کر کے اور منع پر مطلق نقض کا اطلاق نہیں ہوتا۔

فالشاھد[۱] ما یدل علی فساد الدلیل للتخلف او لاستلزامہ محالاً ثم اعلم[۲] ان التعریف المشھور وھو تخلف الحکم عن الدلیل عدل المصنف عنہ لانہ یرد[۳] علیہ ان النقض لا یختص بالتخلف کما عرفت وان النقض صفۃ الناقض والتخلف صفۃ الحکم۔

ترجمہ: ــــــ شاھد وہ ہے جو فساد دلیل پر دلالت کرے تخلف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وہ محال کو مستلزم ہے پھر آپ جانیں کہ نقض کی مشہور تعریف ہے اور وہ حکم کا دلیل سے متخلف ہونا ہے مصنف نے اس سے اسلئے عدول فرمایا کہ اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ نقض تخلف کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ آپ نے پہچانا اور نقض صفت ہے ناقض کی اور تخلف صفت ہے حکم کی۔

قولہ ثم اعلم:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ نقض کی تعریف مشہور ہے تخلف الحکم عن الدلیل ماتن نے اس سے عدول کر کے اسکی دوسری تعریف کیوں بیان کی؟ جواب یہ کہ تعریف مشہور پر چونکہ دو سوال وارد ہوتے ہیں اگرچہ ان کے جوابات ممکن ہیں اسلئے انہوں نے اس تکلف سے بچنے کیلئے تعریف مشہور سے عدول کر کے اسکی دوسری تعریف بیان فرمائی۔

قولہ لانہ یرد علیہ: تعریف مشہور پر جو دو سوال وارد ہوتے ہیں ان میں سے پہلا سوال یہ کہ تعریف مشہور سے یہ مستفاد ہے کہ نقض صرف تخلف کے ساتھ خاص ہے حالانکہ وہ لزوم محال کو بھی شامل ہے پس تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں دوسرا سوال یہ کہ نقض صفت ہے ناقض کی حالانکہ تعریف مشہور سے یہ مستفاد ہے کہ تخلف حکم کی صفت ہے پس اس سے یہ لازم آیا کہ نقض حکم کی صفت ہو حالانکہ وہ ناقض کی صفت ہے۔

ویمکن الجواب عن الاول بان المراد بالحکم المدلول اعم من ان یکون مدعیٰ او غیرہ فیکون المعنی انتفاء المدلول مع وجود الدلیل وذلک یکون بوجہین احدھما ان یوجد الدلیل فی صورۃ ولم یوجد المدلول فیھا کا تخلف المشھور والثانی ان یوجد ولا یوجد مدلولہ اصلاً کما اذا استلزم المحال غایتہ انہ لیس بظاھر ملائم الارادۃ فی التعریف وعن الثانی بان المعرف ھو النقض الاصطلاحی دون اللغوی الذی ھو صفۃ الناقض مع انہ یجوز ان یکون مصدراً مبنیاً للمفعول

ترجمہ ـــــ اور ممکن ہے پہلی صورت کا اس طرح جواب دیا جائے کہ حکم سے مراد مدلول ہے عام ہے اس بات سے کہ وہ مدعی ہو یا اس کے علاوہ ہو پس معنی ہوا مدلول کا انتفا وجود دلیل کے ساتھ ہے اور وہ دو طریقوں سے ہے ان میں سے ایک یہ کہ دلیل جس صورت میں پائی جائے اس میں مدلول نہ پایا جائے جیسے تخلف مشہور اور دوسرا یہ کہ دلیل جس میں پائی جائے مدلول اس کا قطعاً نہ پایا جائے جیسا کہ جب محال کو مستلزم ہو زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ تعریف میں ظاہر وارادہ کے مناسب نہیں اور دوسرا طریقہ اس طرح کہ معرف وہ نقض اصطلاحی ہے نقض لغوی نہیں جو کہ وہ صفت ہے ناقض کی اس کے باوجود جائز ہے وہ مصدر مبنی للمفعول ہو۔

تشریح:ـــــ قولہ ویمکن الجواب:۔ یہ جواب ہے سوال اول کا کہ تعریف مشہور میں حکم سے مراد مدلول ہے اور مدلول سے مراد عام ہے کہ وہ مدعی ہو یا اسکے علاوہ پس اب تعریف مشہور کا معنی یہ ہوا کہ دلیل تو پائی جائے لیکن مدلول متخلف و منتفی ہو اور مدلول کے منتفی ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دلیل پائی جائے لیکن مدلول اس خاص جگہ میں منتفی ہو چاہے کسی دوسری جگہ میں پایا جائے دوسری صورت یہ کہ دلیل تو پائی جائے لیکن مدلول بالکل منتفی ہو

نہ وہ اس خاص جگہ میں پایا جائے اور نہ کسی دوسری جگہ میں اور کسی دوسری جگہ میں پائے جانے سے وہ محال کو مستلزم ہو اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود بھی محال ہوتا ہے۔

قولہ غایتہ انہ:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف مشہور میں حکم سے مدلول مراد لینے پر کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا تو پھر ماتن نے اس سے عدول کر کے دوسری تعریف کیوں بیان فرمائی؟ جواب یہ کہ تعریف میں لفظ سے وہ معنی مراد لیا جاتا ہے جو ظاہر و متبادر الی الفہم ہو اور تعریف مشہور میں چونکہ حکم سے مدلول مراد لینا ظاہر و متبادر الی الفہم نہیں اسلئے اس سے عدول کر کے دوسری تعریف بیان فرمائی۔

قولہ عن الثانی بان المعرف: اس عبارت سے سوال دوم کے دو جوابات دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ نقض کے دو معنی ہیں ایک لغوی اور دوسرا اصطلاحی اور تعریف مشہور نقض کا اصطلاحی معنی ہے اور نقض صفت ہے ناقض کی وہ نقض لغوی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نقض اصطلاحی بھی ناقض کی صفت ہو۔ ممکن ہے نقض اصطلاحی حکم کی بھی صفت ہو۔ دوسرا جواب یہ کہ نقض مصدر ہے اور مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی مبنی للمفعول اور نقض جو ناقض کی صفت ہے وہ مبنی للفاعل ہے لیکن یہاں مراد مصدر مبنی للمفعول ہے اور یہ حکم کی صفت ہے معنی یہ ہوگا کون الحکم منقوضا۔

ویرد علی التعریفین ان النقض بحسب الاصطلاح قد یطلق علی معنیین آخرین احدھما النقض المعرفات طرداً او عکساً والثانی المناقضۃ التی سبق ذکرھا و لا یخفی علیک ان المعرف ھو النقض المقابل للمنع السابق ذکرہ الوارد علی دلیل المعلل فلا ضیر فی خروج النقوض الواردۃ علی التعریفات من التعریف۔

ترجمہ:۔۔۔ اور مذکورہ دونوں تعریفوں پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ نقض باعتبار اصطلاح کے کبھی دوسرے دو معنوں پر بولا جاتا ہے جن میں سے ایک تعریفات پر نقض ہے طرد و عکس کے اعتبار سے اور دوسرا وہ مناقضہ ہے جو ماقبل میں مذکور ہوا اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ معرف وہ نقض ہے جو اس منع کے مقابل ہے جو ماقبل میں مذکور ہے اور معلل کی دلیل پر وارد ہے پس ان نقضوں کے خارج ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جو تعریفات پر وارد ہوتے ہیں۔

تشریح۔۔۔ قولہ ویرد علی التعریفین:۔ اس عبارت سے ماتن کی تعریف اور تعریف مشہور دونوں پر دو سوال وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ نقض اس اعتراض کو بھی کہا جاتا ہے جو تعریفات پر جامع و مانع ہونے کے اعتبار سے وارد ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے اس پر نقض کی نہ پہلی تعریف یعنی ابطال دلیل صادق آتی ہے اور نہ دوسری تعریف یعنی تخلف حکم صادق آتی ہے کیونکہ تعریفات تصورات ہوتی ہیں اور ابطال دلیل میں دلیل تصدیق ہے اسی طرح تخلف الحکم

عن الدلیل میں دلیل تصدیقی ہے۔ دوسرا سوال یہ کہ نقض منع کو بھی کہا جاتا ہے لیکن اس پر مذکورہ دونوں تعریفوں میں سے کوئی بھی صادق نہیں آتی کیونکہ نقض میں شاہد کا ہونا ضروری ہے اور منع میں سند تو ہوتی ہے لیکن شاہد قطعا نہیں ہوتا۔

قولہ لا یخفی علیک :- یہ جواب ہے مذکورہ دونوں سوالوں کا لیکن لف و نشر غیر مرتب کے طور پر پہلا سوال کا جواب لوارد علی دلیل الخ سے بعد میں اور دوسرے سوال کا جواب ھو النقض المقابل الخ سے پہلے دیا گیا ہے خلاصہ سوال اول کے جواب کا یہ کہ ماقبل میں نقض کی جو دو تعریفیں گذریں وہ مطلق نقض کی نہیں بلکہ اس خاص نقض کی ہیں جو معلل کی دلیل پر وارد ہے پس اگر نقض کی اس تعریف سے تعریفات پر جامع و مانع ہونے کے اعتبار سے وارد ہونے والا قول خارج ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ معلل کی دلیل پر وارد ہے۔ خلاصہ سوال دوم کے جواب کا یہ کہ نقض کی مذکورہ دونوں تعریفیں اس نقض کی ہیں جو اس منع کے مقابل ہے جو ماقبل میں مذکور ہوا۔ منع کو مطلقاً نقض نہیں کہا جاتا کیونکہ منع کو جب بھی نقض کہا جاتا ہے مقید بہ قید تفصیلی یعنی نقض تفصیلی کہا جاتا ہے۔

ثُمَّ الْاَسْوِلَۃُ الْمَسْمُوعَۃُ الْوَارِدَۃُ عَلٰی دَلِیْلِ الْمُعَلِّلِ ثَلَاثَۃٌ اَلْمَنْعُ وَالنَّقْضُ وَالْمُعَارَضَۃُ فَالْاَوَّلَانِ مَا عَرَفْتَ وَالثَّالِثُ مَا فَسَّرَہٗ بِقَوْلِہٖ وَالْمُعَارَضَۃُ اِقَامَۃُ الدَّلِیْلِ عَلٰی خِلَافِ مَا اَقَامَ الدَّلِیْلَ عَلَیْہِ الْخَصْمُ وَالْمُرَادُ بِالْخِلَافِ مَا یُنَافِیْ مُدَّعَی الْخَصْمِ سَوَاءٌ کَانَ نَقِیْضَہٗ اَوْ مُسَاوِیْ نَقِیْضِہٖ اَوْ اَخَصَّ لَا مَا یُغَایِرُہٗ مُطْلَقًا کَمَا یُشْعِرُ بِہٖ لَفْظُ الْخَصْمِ لِاَنَّہٗ اِنَّمَا یَتَحَقَّقُ الْمُخَاصَمَۃُ لَوْ کَانَ مَدْلُوْلُ دَلِیْلِ اَحَدِہِمَا مُنَافِیْ مَدْلُوْلِ دَلِیْلِ الْاٰخَرِ

ترجمہ :- پھر وہ سوالات جو مسموع ہیں اور وارد ہیں معلل کی دلیل پر تین ہیں۔ منع اور نقض اور معارضہ پس اول دونوں وہ ہیں جنکو آپ نے پہچانا اور تیسرا وہ ہے جس کو ماتن نے اپنے اس قول سے تفسیر فرمایا اور (معارضہ کہتے ہیں) جس پر خصم نے دلیل قائم کی ہے اسکے خلاف پر دلیل قائم کرنیکو) اور خلاف سے مراد وہ ہے جو خصم کے مدعی کے منافی ہو عام ہے وہ اس کی نقیض ہو یا اسکی نقیض کا مساوی ہو یا اس سے اخص ہو۔ اس کا مطلقاً مغایر نہ ہو جیسا کہ لفظ خصم اس کا اشارہ کرتا ہے کیونکہ مخاصمت متحقق ہوتی ہے اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی دلیل کا مدلول دوسرے کی دلیل کے مدلول کا منافی ہو۔

تشریح :- قولہ ثم الاسولۃ :- یہ آئندہ کی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے کہ معلل و مدعی کی دلیل پر جو تین طرح کے سوالات وارد ہوتے ہیں (۱) منع (۲) نقض (۳) معارضہ۔ ان میں سے

اول دونوں کا ذکر چونکہ ماقبل میں ہو چکا ہے اسلئے اب اخیر یعنی معارضہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

بیانہ المعارضۃ: معارضہ کہتے ہیں جس پر خصم نے دلیل قائم کی ہے اسکے خلاف پر دلیل قائم کرنے کو یعنی مدعی نے جس پر دلیل قائم کرکے ثابت کیا ہو تو سائل کا اس کے خلاف پر دلیل قائم کرکے اسکو ثابت کرنے کو معارضہ کہا جاتا ہے۔

قولہ والمراد بالخلاف: تعریف میں جو خلاف مذکور ہے اسکے معنی کو بیان کیا جاتا ہے کہ خلاف سے مراد مطلق خلاف نہیں بلکہ وہ ہے کہ سائل کا مدعی خصم کے مدعی کے خلاف ہو عام ہے سائل کا مدعی خصم کے مدعی کے نقیض کے مساوی ہو یا نقیض سے اخص ہو۔

قولہ کما یشعر: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ خلاف سے مراد مطلق خلاف نہیں بلکہ وہ ہے جو ماقبل میں مذکور ہے یہ کیسے معلوم ہوا؟ جواب یہ کہ لفظ خصم چونکہ اس بات پر قرینہ ہے کہ خلاف سے اس کا معنی مطلق خلاف نہیں بلکہ وہ ہے جو ماقبل میں مذکور ہے کہ ایک کی دلیل کا مدلول دوسرے کی دلیل کے مدلول کا منافی ہو کیونکہ دس روپے کے نوٹ اور بیس ۲۰ اٹھنیوں میں مطلقاً خلاف تو ہے لیکن اگر کوئی دس روپے کے نوٹ کے بجائے بیس اٹھنی دیدے تو اسمیں کوئی اختلاف نہیں البتہ اختلاف اس وقت ہوتا جبکہ بیس اٹھنی کے بجائے پندرہ ۱۵ اٹھنی دے یا بیس چونی دے۔

فان اتحد دلیلاھما بان اتحدا فی المادۃ والصورۃ جمیعًا کما فی المغالطات العامۃ الورود او صورتھما فقط بان اتحدا فی الصورۃ فقط بان یکونا علی الضرب الاول من الشکل الاول مع اختلافھما فی المادۃ فمعارضۃ بالقلب ان اتحد دلیلاھما ومعارضۃ بالمثل ان اتحد صورتھما والا ای وان لم یتحدا لا صورۃ ولا مادۃ فمعارضۃ بالغیر۔

ترجمہ ـــــ (پس اگر مدعی اور خصم دونوں کی دلیلیں متحد ہوں) بایں طور کہ دونوں مادہ و صورت میں ایک ساتھ متحد ہوں جیسا کہ مغالطات عامۃ الورود میں (یا ان دونوں کی) صرف (صورت متحد ہوں) بایں طور کہ دونوں صرف صورت میں متحد ہوں بایں طور کہ وہ دونوں شکل اول کی ضرب اول پر ہوں ان دونوں کا مادہ میں اختلاف کے ساتھ (تو معارضہ بالقلب ہے) اگر دونوں کی دلیلیں متحد ہوں (اور معارضہ بالمثل ہے) اگر دونوں کی صورت متحد ہوں (ورنہ) یعنی اگر دونوں نہ صورت میں متحد ہوں اور نہ مادہ میں (تو معارضہ بالغیر ہے)

تشریح ـــــ بیانہ فان اتحد: اکثر مصنفوں کا چونکہ یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ شئی کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم کو بیان کرتے ہیں اسلئے یہاں بھی معارضہ کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم کو بیان کیا جاتا ہے

(۳) معارضہ بالمثل (۳) معارضہ بالغیر دلیل حصر اس کی یہ ہے کہ معارضہ میں دونوں
کہ اسکی تین قسمیں ہیں (۱) معارضہ بالقلب (۲) معارضہ بالمثل دونوں متحد ہیں یا نہیں اگر دونوں متحد ہیں تو معارضہ بالقلب ہے جس کو معارضہ فیہا مناقضہ
دلیلیں صورت و مادہ دونوں میں متحد ہیں یا نہیں اگر دونوں متحد ہیں تو وہ معارضہ بالمثل ہے اور اگر نہ صورت
بھی کہا جاتا ہے اور اگر دونوں میں متحد نہیں بلکہ صرف صورت میں متحد ہیں تو وہ معارضہ بالقلب وہ ہے جس میں دونوں دلیلیں مادہ
میں متحد ہوں اور نہ مادہ میں تو وہ معارضہ بالغیر ہے خلاصہ یہ کہ معارضہ بالقلب وہ ہے جس میں دونوں دلیلوں کی صورت متحد ہوں اور معارضہ
وصورت دونوں میں متحد ہوں اور معارضہ بالمثل وہ ہے جس میں دونوں دلیلوں کی صورت متحد ہوں اور معارضہ
دلیلیں نہ صورت میں متحد ہوں اور نہ مادہ میں۔
بالغیر وہ ہے جس میں دونوں دلیلیں نہ صورت میں متحد ہوں اور نہ مادہ میں۔ مذکورہ تینوں اقسام کے درمیان مثالوں کے ذریعہ واضح کیا جاتا ہے کہ

قولہ بان اتحدا فی المادۃ: مذکورہ تینوں اقسام کے درمیان مثالوں کے ذریعہ واضح کیا جاتا ہے کہ
معارضہ بالقلب وہ ہے جس کی دونوں دلیلیں مادہ وصورت میں متحد ہوں یعنی مدعی و خصم دونوں کی دلیلیں مادہ وصورت
دونوں میں متحد ہوں چنانچہ دونوں دلیلیں شکل اول کی مثلاً ضرب اول یا ضرب ثانی پر ہوں اور دونوں کے الفاظ علیحدہ
نہ ہوں بلکہ ایک ہوں۔

قولہ بان اتحدا فی الصورۃ: یعنی معارضہ بالمثل وہ ہے جس کی دونوں دلیلوں کی صورت متحد
ہوں یعنی مدعی و خصم دونوں کی دلیلیں صرف صورت میں متحد ہوں مادہ میں نہیں مثلاً دونوں کی دلیلیں شکل اول
کی ضرب اول ہوں لیکن مادہ دونوں کے الگ الگ ہوں یعنی دونوں دلیلوں کے الفاظ علیحدہ ہوں شرح میں لفظ
فقط اور ماقبل میں لفظ جمیعاً سے دونوں قسموں میں فرق کو واضح کرنے کیلئے بیان کیا گیا ہے۔

قولہ وان لم یتحدا: یہاں دو چیزیں بیان کی گئیں ہیں ایک یہ کہ متن میں الا حرف استثنا نہیں
بلکہ وان لم یتحدا فمعارضہ کا مخفف ہے جو قاعدہ یرملون سے والا ہوگیا ہے جیسا کہ التشریح میں اسکی تفصیل موجود ہے
دوسری یہ کہ ماقبل میں چیزیں اثباتی طور پر مذکور ہوں اور ان کے بعد جب نفی آجائے تو نفی کا تعلق ہر ایک کے
ساتھ ہوگا اور ماقبل میں مادہ وصورت دونوں چونکہ مثبت طور پر مذکور تھیں اسلئے نفی کا تعلق صورت و مادہ
دونوں کے ساتھ ہے کہ دونوں دلیلیں ایک دوسرے کے ساتھ نہ صورت میں متحد ہوں اور نہ مادہ میں پس وہ
معارضہ بالغیر ہے۔

قال المصنف قدس سرہٗ فیما نقل عنہ المعارضۃ بالقلب توجد فی المغالطات العامۃ الورود کما یقال
المدعیٰ ثابت لانہ لو لم یکن المدعیٰ ثابتاً لکان نقیضہٗ ثابتاً وعلیٰ تقدیر ان یکون نقیضہٗ ثابتاً کان شئ
من الاشیاء ثابتاً فلزم من ھذہ المقدمات ھذہ الشرطیۃ ان لم یکن المدعیٰ ثابتاً لکان شئ

من الاشياء ثابتاً و ينعكس بعكس النقيض الى هذا ان لم يكن شئ من الاشياء ثابتاً لكان المدعى ثابتا تم كلامه فمنى قوله توجد فى المغالطات اشارة الى انها لا توجد فى الدلائل العقلية العرفية وقد يقع فى القياسات الفقهية ايضاً كما اذا قال الحنفى مسح الراس ركن من اركان الوضوء فلا يكفى اقل ما يطلق عليه اسم المسح كغسل الوجه فيقول الشافعى معارضاً المسح ركن منها فلا يقدر بالربع كغسل الوجه

ترجمہ ——— مصنف قدس سرہٗ نے اس چیز کے متعلق فرمایا جو ان سے منقول ہے کہ معارضہ بالقلب مغالطہ عامۃ الورود میں پایا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ مدعی ثابت ہے کیونکہ مدعی اگر ثابت نہ ہو تو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور اس تقدیر پر کہ اسکی نقیض ثابت ہے تو شئی من الاشیاء ثابت ہوگی تو ان مقدمات سے یہ شرطیہ لازم آئے گا کہ مدعی اگر ثابت نہ ہو تو شئی من الاشیاء ثابت ہوگی اور وہ اس امر کی طرف عکس نقیض ہوگا کہ اگر شئی من الاشیاء ثابت نہ ہو تو مدعی ثابت ہوگا۔ کلام مصنف کا نام ہوگیا۔ پس ان کے قول میں توجد فی المغالطات اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دلائل عقلیہ محضہ میں پایا نہیں جاتا اور کبھی قیاسات فقہیہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ حنفی نے کہا کہ مسح راس ارکان وضوء میں سے ایک رکن ہے پس اس کا اقل کافی نہ ہوگا جس پر اسم مسح اطلاق کیا جاتا ہے جیسے چہرہ کا دھونا پس امام شافعی نے فرمایا مسح کا معارضہ کرتے ہوئے کہ وہ اس کا رکن ہے پس ربع کے ساتھ مقدر نہ ہوگا جیسے کہ چہرہ کا دھونا

تشریح ؛ ——— قولہ قال المصنف : ماتن جب اپنے متن پر کوئی حاشیہ لکھے تو اس کو منہیہ کہا جاتا ہے شرح میں یہاں اس منہیہ کو نقل کر کے اسکی وضاحت بیان کیجاتی ہے۔ معارضہ میں صرف معارضہ بالقلب کی مثال کو بیان کیا گیا ہے لیکن شرح میں معارضہ بالمثل اور معارضہ بالغیر کی مثال کو بیان کیا گیا ہے اور معارضہ بالقلب کی مثال کو بھی

قولہ توجد فی المغالطات : یعنی معارضہ بالقلب مغالطہ عامۃ الورود میں پایا جاتا ہے اور مغالطہ عامۃ الورود سے جس مدعی و مقصود کو ثابت کرنا چاہیں وہ اس سے ثابت کیا جائے گا وہ مثلاً یہ کہ مدعی و مقصود ہمارا یہ ہے کہ رسول اللہ عالم الغیب ہے اور دعوی یہ ہے کہ مدعی ثابت ہے کیونکہ اگر اس کو ثابت نہ مانا جائے تو اس کی دلیل اس طرح دیجائیگی کہ مدعی اگر ثابت نہ ہو تو اسکی نقیض ثابت ہوگی چنانچہ کہا جائے گا لو لم یکن المدعی ثابتاً لکان نقیضہ ثابتاً یہ دلیل کا صغری ہوگا اور کبری یہ ہوگا کہ جب بھی اس کی نقیض ثابت ہوگی تو شئی من الاشیاء ثابت ہوگی چنانچہ کہا جائیگا کلما کان نقیضہ ثابتاً کان شئی من الاشیاء ثابتاً تو اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ ان لم المدعی ثابتاً کان شئی من الاشیاء ثابتاً یعنی اگر مدعی ثابت نہ ہو تو شئی من الاشیاء ثابت ہوگی اور نتیجہ اس کا صحیح ہے یا غلط اس کو معلوم کرنے کیلئے اس کا عکس نقیض نکالا جائے گا اگر عکس نقیض صحیح ہے تو نتیجہ کو بھی صحیح مانا جائے گا اور اگر عکس نقیض غلط ہے تو نتیجہ کو

بھی غلط مانا جائے گا کیونکہ اس کا عکس نقیض یہ ہے ان لم یکن شئ من الاشیاء ثابتاً کان المدعی ثابتاً اور یہ غلط ہے کیونکہ مدعی بھی شئ من الاشیاء ہے اور جب شئ من الاشیاء ثابت نہ ہو تو مدعی بھی ثابت نہ ہوگا تو جب عکس نقیض غلط ہو تو نتیجہ بھی غلط ہوگا اور یہ غلط اسلئے لازم آیا کہ مدعی کو ثابت نہیں مانا گیا تھا لہذا ثابت ہوا کہ مدعی ثابت ہے۔

قولہ[۳] ففی قولہ توجد ۔ اس عبارت سے عبارت مذکورہ توجد فی المغالطات کا فائدہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ دلائل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ ہیں جن میں مغالطہ ہوتا ہے ان کو مغالطہ عامۃ الورود کہا جاتا ہے اور دوسرے وہ دلائل ہیں جو عقلیہ محضہ ہوتے ہیں ان کے اندر ہرگز مغالطہ نہیں ہوتا پس معارضہ بالقلب مغالطہ عامۃ الورود میں پایا جائیگا لیکن دلائل عقلیہ محضہ میں نہیں۔

قولہ[۴] قد یقع ۔ یعنی معارضہ بالقلب جس طرح مغالطہ عامۃ الورود میں پایا جاتا ہے اسی طرح قیاسات فقہیہ میں بھی اور وہ اس طرح کہ حنفی کے نزدیک وضو میں چونکہ ربع راس کی مسح فرض ہے اور اس سے کم پر جائز نہیں اسلئے حنفی معلل نے ربع راس کے مسح کی فرضیت پر یہ دلیل دیا کہ مسح الراس رکن من ارکان الوضوء وکل رکن من ارکان الوضوء لا یکفی اقل ما یطلق علیہ اسمہ کغسل الوجہ فالمسح لا یکفی علیہ اقل ما یطلق علیہ اسمہ یعنی مسح ارکان وضو میں سے ہے اور ارکان وضو میں سے کسی رکن کا اقل رکن پر اطلاق کافی نہیں جس طرح کچھ چہرہ دھو لینے کو شرع میں غسل وجہ نہیں کہا جاتا پس مسح راس بھی رکن وضو میں سے ہے لہذا اسمیں اقل رکن ایک دو بالوں کے چھونے کو مسح نہیں کہا جاتا اسلئے ربع راس کی مسح فرض ہوئی اس سے کم جائز نہیں اور شافعی کے نزدیک چونکہ ربع کی مقدار ضروری نہیں اس سے کم پر بھی مسح جائز ہے خواہ ایک دو بالوں پر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مسح کا معنی چھونا ہے اور یہ ایک دو بالوں کے چھونے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے ۔ اسلئے شافعی معارض نے دلیل مذکور پر معارضہ بالقلب کر کے یہ کہا المسح رکن من ارکان الوضوء وکل رکن من ارکان الوضوء لا یقدر بالربع کغسل الوجہ فالمسح لا یقدر بالربع ۔ یہ معارضہ بالقلب اسلئے ہے کہ دونوں دلیلوں کا قیاس ایک ہے وہ شکل اول کی ضرب اول ہے ان دونوں کا صغریٰ ایک ہے البتہ کبریٰ میں کچھ فرق ہے ۔

وَاَمَّا[۱] المعارضۃُ بالمثلِ فکما اذا قال المعللُ العالم محتاجٌ الی المؤثرِ وکلُّ محتاجٍ الیہ حادثٌ فہو حادثٌ یقول المعارضُ العالم مُستغنٍ عن المؤثرِ وکلُّ مُستغنٍ عنہ قدیمٌ فہو قدیمٌ فالدلیلانِ متحدانِ فی الصورۃِ لکونہما من ضربٍ واحدٍ من الشکلِ الاولِ واذا[۲] قال المعارضُ لو کانَ العالمُ حادثاً لما کان مستغنیاً لکنہ مستغنٍ فلیس بحادثٍ کانت معارضۃً بالغیرِ

ترجمہ :۔ اور لیکن معارضۃ بالمثل پس جیسا کہ جب معلل نے کہا کہ عالم محتاج ہے موثر کا اور ہر وہ شئی جو

موثر کا محتاج ہو وہ حادث ہے معارض کہے گا کہ عالم موثر سے مستغنی ہے اور ہر وہ شئی جو موثر سے مستغنی ہو وہ قدیم ہے پس عالم قدیم ہے لہذا دونوں دلیلیں صورت میں متحد ہیں کیونکہ وہ دونوں شکل اول کی ضرب اول میں سے ہے اور جب معارض نے کہا کہ اگر عالم حادث ہوتا تو وہ مستغنی ہوتا لیکن وہ مستغنی ہے لہذا وہ حادث نہیں تو وہ معارضہ بالغیر ہے۔

تشریح:۔۔۔ قولہ واما المعارضۃ: یہ مثال ہے معارضہ بالمثل کی کہ معلل نے مثلاً یہ دعوی کیا کہ عالم حادث ہے اور اسپر یہ دلیل پیش کی کہ العالم محتاج الی الموثر وکل محتاج الی الموثر حادث فالعالم حادث تو اسپر معارض نے معارضہ بالمثل کرتے ہوئے یہ کہا کہ العالم مستغن عن الموثر وکل مستغن عن الموثر قدیم فالعالم قدیم پس اسمیں مدعی و سائل دونوں کی دلیلیں صورت میں متحد ہیں کہ دونوں شکل اول کی ضرب اول ہیں لیکن مادہ میں اختلاف ہے کیونکہ ایک دلیل کے الفاظ دوسری دلیل کے الفاظ سے مختلف ہیں۔

قولہ: واذا قال المعارض: یہ مثال ہے معارضہ بالغیر کی کہ معلل نے مثلاً دعوی مذکور العالم حادث کو دلیل مذکور یعنی العالم محتاج الی الموثر وکل محتاج الی الموثر حادث سے ثابت کیا تو معارض نے اس پر معارضہ بالغیر کرتے ہوئے کہا کہ لو کان العالم حادثاً لما کان مستغنیاً لکنہ مستغن فلیس بحادث۔ اسمیں معلل و سائل کی دلیلیں چونکہ آپس میں نہ صورت میں متحد ہیں اور نہ مادہ میں۔ صورت میں اسلئے نہیں کہ پہلا قیاس اقترانی ہے اور دوسرا استثنائی اور مادہ میں اسلئے نہیں کہ دونوں کے الفاظ علیحدہ علیحدہ ہیں۔

ثم قیل یصدق التعریف علی تعلیل المعلل الاول بعد ما عارضہ السائل والجواب عنہ انہ معارضۃ علی اختیار المصنف کما سیجیئ ولو سلم عدم کونہ معارضۃ کما ھو مختار غیرہ یمکن ان یقال ان المراد بالخصم المعلل الاول المثبت لمدعاہ بالدلیل لا المعارض ۔۔۔

ترجمہ:۔۔۔۔ پھر کہا گیا تعریف معلل اول کی تعلیل پر صادق آتی ہے بعد اس چیز کے جس کا سائل معارضہ کرے اور جواب اسکی طرف سے یہ ہے کہ وہ معارضہ ہے اختیار مصنف پر جیسا کہ عنقریب آئے گا اور اگر اس کا معارضہ نہ ہونا تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ وہ اس کے غیر کا مختار ہے ممکن ہے یہ کہا جائے کہ خصم سے مراد معلل اول ہے جو اپنے مدعی کو دلیل سے ثابت کرنیوالا ہے۔ معارض نہیں۔

تشریح:۔۔۔ قولہ ثم قیل: یہ اعتراض ہے معارضہ کی تعریف مذکور پر کہ وہ دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ وہ سائل کے معارضہ کے بعد معلل اول کی تعلیل پر صادق آتی ہے اسلئے کہ معارضہ وہ ہے کہ مدعی نے دلیل کے ساتھ جو مدعی ثابت کیا ہے سائل اسکے خلاف کو دلیل کے ساتھ ثابت کرے اور سائل کے معارضہ کے بعد خصم کا

هی الدلائلُ انما سمیت اوساطًا لتاخرها عن تعیینِ المدعیٰ و تقدمها علیٰ ما ینتهی البحث الیہ و مقاطع

هی المقدمات التی ینتهی البحث الیها من الضروریات والظنیات المسلمۃ عند الخصم مثل الدور والتسلسل

واجتماع النقیضین وغیرها فانہ اذا ینتهی البحثُ الیٰ المقدماتِ الضروریۃ او الظنیۃ المسلمۃ

عند الخصم انقطع و تمّ

ترجمہ ـــــ اور جب ماتن مقدمہ سے فارغ ہوچکے اور اس فن کا موضوع وہ بحث ہے چونکہ اسمیں اسکی کیفیتوں سے بحث کی جاتی ہے تو انہوں نے ابحاث میں لگنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اجزاء بحث کو بیان کیا اور فرمایا (پھر بحث کے تین اجزاء ہیں پہلا جزء مبادی ہیں وہ تعیین مدعیٰ کو کہا جاتا ہے جبکہ اسمیں خفا ہو کیونکہ جب وہ متعین نہیں تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ معلل کی دلیل وہ اس کا مثبت ہے یا نہیں (اور دوسرا جزء اوساط ہیں اور وہ دلائل ہیں) انکا نام اوساط اسلئے رکھا جاتا ہے کہ وہ موخر ہے تعیین مدعیٰ سے اور مقدم ہے اس امر پر کہ بحث اسکی طرف منتہی ہوتی ہے (اور تیسرا جزء مقاطع ہیں اور مقدمات ہیں جن کی طرف بحث کی انتہاء و خاتمہ ہوتا ہے خواہ مقدمات ضروریہ ہوں یا ظنی مقدمات ہوں جو خصم کے نزدیک مسلم ہیں) جیسے دور و تسلسل اور اجتماع نقیضین وغیرہا کیونکہ بحث جب مقدمات ضروریہ کی طرف منتہی ہوتی ہے یا ایسے مقدمات ظنیہ کی طرف جو خصم کے نزدیک مسلم ہیں تو بحث منقطع و تام ہوجاتی ہے۔

تشریح ـــــ قولہ ولما فرغ :۔ یہ آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے کہ متن یعنی رسالہ شریفیہ ہے وہ تین اجزاء پر مشتمل ہے (۱) مقدمہ (۲) ابحاث (۳) خاتمہ اور جب جزء اول جو مقدمہ ہے اس سے فارغ ہوچکے تو اب جزء دوم جو ابحاث ہے ۔ اس کو بیان کیا جاتا ہے کہ ابحاث جمع ہے بحث کی اور بحث علم مناظرہ کا موضوع ہے جس کی کیفیتوں اور عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔

بیانہ ثم للبحث: رسالہ شریفیہ کا جزء دوم جو بحث ہے اس کے بھی تین اجزاء ہیں (۱) مبادی (۲) اوساط (۳) مقاطع۔ مبادی تعیین مدعیٰ کو کہا جاتا ہے اور تعیین مدعیٰ سے مراد یہ ہے کہ مدعیٰ اگر خفی ہو تو سائل کیلئے ضروری ہے کہ وہ مدعی سے مدعیٰ معین کرالے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ مدعی کی دلیل مدعیٰ کیلئے مثبت ہے یا نہیں۔

بیانہ اوساط :۔ یعنی بحث کا دوسرا جزء اوساط ہیں اور وہ ان دلائل کو کہا جاتا ہے جو مبادی و مقاطع کے درمیان ہوتی ہیں یعنی وہ تعیین مدعیٰ سے موخر ہوتی ہیں اور جس کی طرف بحث کی انتہا ہوتی ہے اسپر مقدم ہوتی ہیں

بیانہ مقاطع :۔ یعنی بحث کا تیسرا جزء مقاطع ہیں اور وہ ان مقدمات کو کہا جاتا ہے جن پر بحث کی انتہاء

ہوتی ہے اور مقدمات عام ہیں کہ بدیہیات ہوں کہ جن کا انکار ممکن نہیں یا ایسے ظنیات ہوں کہ جو خصم کے نزدیک مسلم ہیں جیسے دور و تسلسل و اجتماع نقیضین و ارتفاع نقیضین وغیرہ کیونکہ ان تک پہونچنے کے بعد بحث ختم و منقطع اور تام ہو جاتی ہے۔

ثم قال المصنف فیما نقل عنه اعلم ان الواجب علی السائل ان یطالب اولا ما امکنه من تعریف مفردات المدعی وتعیین البحث وتمییزه عن سائر الاحوال کما اذا ادعی المعلل ان النیة لیست بشرط فی الوضوء فینبغی للسائل ان یقول ما النیة وما الشرط وما الوضوء فقال المعلل النیة قصد استباحة الصلوة او قصد امتثال الامر والشرط امر خارج یتوقف علیه الشیٔ وغیر موثر فیه والوضوء غسل الاعضاء الثلاثة ومسح الراس ثم یقول السائل عدم شرط النیة بای مذهب وای قول فیقول المعلل بمذهب ابی حنیفة رحمه اللہ تعالی خلافا للشافعی رحمه اللہ تم کلامه

ترجمہ: ـــــ پھر مصنف نے اس چیز کے متعلق فرمایا جو ان سے منقول ہے کہ آپ جانیں کہ سائل پر یہ واجب ہے کہ جن چیزوں کی طلب ممکن ہو سب سے پہلے وہ ان کا مطالبہ کرے یعنی مدعی کے مفردات کی تعریف تعیین بحث اور بحث کے بقیہ احوال سے تمیز کا مطالبہ کرے مثلاً معلل مدعی نے یہ دعوی کیا کہ نیت وضوء میں شرط نہیں تو سائل کیلئے یہ کہنا مناسب ہے کہ نیت کیا چیز ہے اور شرط کیا ہے اور وضوء کیا ہے؟ تو معلل کہے گا کہ نیت نماز کیلئے مباح ہونے کا قصد کرنا یا امتثال امر کا قصد کرنا ہے اور شرط وہ امر خارج ہے جس پر شئی موقوف ہے اور اسمیں موثر نہیں اور جب وضوء اعضاء ثلاثہ کا دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے پھر سائل کہے گا کہ نیت کا شرط نہ ہونا کس مذہب میں ہے اور کس کا قول ہے؟ تو معلل کہے گا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں ہے امام شافعی اس کے خلاف ہیں۔ مصنف کا کلام تام ہو گیا۔

تشریح: ـــــ قولہ ثم قال المصنف: اس مقام پر ماتن نے منہیہ لکھا ہے جس کو شارح نے نقل کرکے اسکی وضاحت بیان کیا ہے ساتھ ہی اسپر وارد ہونیوالے سوال کا جواب بھی دیا ہے۔ منہیہ میں یہ ہے کہ سائل کیلئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس کیلئے جن چیزوں کی طلب ممکن ہو ان کا مطالبہ کرے مثلاً مدعی کے مقصود کے مفردات کی تعریف اور بحث کا تعین اور بحث کے بقیہ احوال سے تمیز کا مطالبہ کرے چنانچہ معلل مدعی نے یہ دعوی کیا کہ النیة لیست بشرط فی الوضوء یعنی نیت وضوء میں شرط نہیں پس اگر سائل کو مفردات کا علم نہ ہو تو وہ معلل سے دریافت کر سکتا ہے کہ نیت کیا ہے؟ شرط کیا ہے؟ اور وضوء کیا ہے؟ تو معلل اس کو بیان کرے گا کہ نیت اسے کہتے ہیں

ایسے امر خارج کو کہ جس پر شئی موقوف ہو لیکن وہ امر شئی میں تاثیر نہ کرے اور وضو کہتے ہیں اعضاء ثلاثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کو پھر استباحت صلاۃ کے ارادہ کو یا امتثال امر یعنی کسی کام کے بجا لانے کے ارادہ کو اور شرط کہتے ہیں سائل معلل سے یہ دریافت کر سکتا ہے کہ نیت کا وضو میں شرط نہ ہونا کس کا مذہب اور کس کا قول ہے؟ تو معلل بیان کرے گا کہ وہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کا قول ہے جس کا امام شافعی مخالف ہیں۔

قولہ خارج یتوقف: شرط کی تعریف میں یہ قیود احترازی ہیں کیونکہ خارج کی قید سے علت مادی اور علت صوری نکل گئی اس لئے کہ وہ شئی میں داخل ہوتی ہیں یا شئی سے خارج نہیں اور توقف کی قید سے علت غائی نکل گئی اس لئے کہ شئی علت غائیہ پر موقوف نہیں ہوتی جس طرح تخت جلوس سلطان پر موقوف نہیں اور غیر مؤثر کی قید سے علت فاعلی نکل گئی اس لئے کہ علت فاعلی شئی میں مؤثر ہوتی ہے۔

اعلم ان وجوب الطلب انما هو اذا لم یکن معلوما للسائل لان الطلب مع العلم مکابرة او مجادلة کما سبق وقوله امکنه اشارة الی ان بعض الاشیاء لا یجوز طلبه من الناقل کالدلیل علی المنقول او علی مقدمة من مقدمات الدلیل الذی نقله معه واما اذا تصدی لاثبات المنقول فیجوز ذلک منه لانه اخذ منصب المدعی والمستدل فیؤاخذ بما یؤاخذان به

ترجمہ: آپ جانیں کہ طلب کا وجوب اس وقت ہوتا ہے جبکہ سائل کو معلوم نہ ہو کیونکہ علم کے باوجود طلب کرنا مکابرہ یا مجادلہ کہلاتا ہے جیسا کہ گذرا اور ماتن کا قول امکنہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ بعض اشیاء کی طلب ناقل سے جائز نہیں جیسے دلیل منقول پر یا مقدمہ پر اس دلیل کے مقدمات سے ہے جس کو اس کے ساتھ نقل کیا ہے اور لیکن جب منقول کے اثبات کا درپے ہو تو وہ جائز ہے اس لئے کہ وہ اس وقت مدعی و مستدل کا منصب لے لیا پس وہ مؤاخذہ کیا جائے گا اس چیز سے جس سے وہ دونوں مؤاخذہ کئے جاتے ہیں۔

تشریح: قولہ اعلم ان وجوب: یہ وضاحت ہے منہیہ کے مذکورہ عبارت کی کہ سائل کیلئے مذکورہ چیزوں کی طلب یعنی مدعی کے مفردات کی تعریف اور بحث کا تعین اور بحث کے بقیہ احوال سے غیر کا مطالبہ اس وقت واجب ہے جبکہ ان کا علم پہلے سے نہ ہو اور اگر ان کا علم پہلے سے ہو تو معلل و سائل کی وہ بحث مناظرہ نہیں بلکہ مکابرہ یا مجادلہ کہلائے گی جیسا کہ ماقبل میں ان دونوں کی تعریف سے ظاہر ہے

قولہ امکنہ اشارۃ: یعنی منہیہ میں ماتن کا قول امکنہ سے یہ کہا گیا ہے کہ جن چیزوں کی طلب ممکن ہو سائل ان کو طلب کرے پس اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ سائل کیلئے ان کی طلب جائز

نہیں چنانچہ ناقل نے اگر کوئی نقل پیش کیا تو سائل کا ناقل سے منقول پر دلیل کا مطالبہ کرنا ناقل کے مقامات میں سے کسی پر دلیل کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔

قولہ اما اذا تصدی، یعنی سائل ناقل سے منقول پر دلیل کا مطالبہ نہیں کرسکتا لیکن بعض ان صورتوں میں جبکہ ناقل نقل پیش کرنے کے بعد اسکو ثابت کرنا شروع کردیا ہو چنانچہ ناقل نے سیدنا امام ابوحنیفہ کے اس قول کو نقل کیا ہو کہ وضوء میں نیت شرط نہیں اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کردیا ہو کہ یہ بالکل حق و درست ہے تو اس سے سائل نے مدعی کا منصب لے لیا تو اب ایسی صورت میں سائل ناقل سے دلیل کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

ثم قولہ فینبغی ینافی قولہ الواجبُ علی السائلِ ظاہراً لان الواجبَ ما لایجوز ترکہ وما ینبغی یجوز ترکہ وان تاملت بامعانِ النظرِ یظہرلک عدمُ التنافی لان المحققینَ کثیراً ما یعبرون بالالیق عن الواجب مع انہ فی التعبیرِ بہ عنہ اشارۃ الی ما ستعرف من انہ ینبغی ان لا یکون احداً المتخاصمین فی غایۃ الرذالۃ کان ہذہ الاشیاءِ ظاہرۃٌ لاتکون مجہولۃ الا لمن کان اسوءُ الحالِ

ترجمہ:۔۔۔ پھر ماتن کا قول فینبغی بظاہر منافی ہے ان کے قول الواجب علی السائل کے کیونکہ واجب وہ ہے جس کا ترک جائز نہ ہو اور اگر آپ تعمق نظر سے تامل کریں تو آپ کیلئے عدم منافی ظاہر ہو جائے گا کیونکہ محققین اکثر واجب کو لائق کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں باوجودیکہ اس کے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جس کو آپ عنقریب پہچانیں گے کہ مناسب یہ ہے کہ دو متخاصمین میں سے ایک نہایت گھٹیا نہ ہو کیونکہ یہ چیزیں ظاہر ہیں مجہول نہیں ہوتیں مگر اس کیلئے جو بدتر حال ہو

تشریح:۔۔۔ قولہ ثم قولہ فینبغی: یہ سوال ہے ماتن کے منہیہ پر کہ اس سے عبارت میں تعارض واقع ہوتا ہے کیونکہ پہلے یہ کہا گیا الواجب علی السائل یعنی سائل پر واجب ہے اور بعد میں یہ کہا گیا فینبغی للسائل یعنی سائل کیلئے مناسب ہے۔ واجب وہ ہے جس کا ترک جائز نہ ہو اور مناسب وہ ہے جس کا ترک جائز ہو اور ظاہر ہے جائز و ناجائز کے درمیان تعارض ہوتا ہے۔

قولہ وان تاملت: یہ جواب ہے سوال مذکور کا کہ منہیہ میں تعارض واقع نہیں کیونکہ اکثر محققین واجب کو لائق و مناسب سے تعبیر کرتے ہیں یعنی یجب کی جگہ ینبغی بیان کرتے ہیں پس یہاں بھی ینبغی کا معنی یجب ہوا اور الواجب علی السائل اور ینبغی للسائل کا ایک ہی مطلب ہوا۔

قولہ مع انہ فی التعبیر: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ یجب کی جگہ ینبغی لانا اگرچہ درست ہے لیکن یہاں ینبغی لانیکی علت باعث کیا ہے؟ جواب یہ کہ سائل دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ ہے جس کو ماقبل مذکور کا علم نہ اجمالاً ہو تا ہے

اور نہ تفصیلاً دوسرا وہ ہے جس کو ان چیزوں کا علم اجمالاً ہوتا ہے تفصیلاً نہیں بتقدیر اول سائل چونکہ انتہائی جاحل و نہایت گھٹیا ہوتا ہے جو مناظر و مخاصم کی صلاحیت نہیں رکھتا اسلئے اس کیلئے طلب واجب ہوتی ہے بتقدیر دوم چونکہ علم اجمالاً حاصل ہوتا ہے تفصیلاً نہیں اسلئے اس کیلئے طلب مناسب ہے کہ وہ مدعی سے تفصیل دریافت کرتا ہے پس اس مقام میں بینفی کی علت باعث یہی دوسری صورت ہے کہ سائل بالکل جاحل نہ ہو بلکہ ایسا ہو کہ ما قبل مذکور کا علم اجمالاً ہو۔ مدعی سے اسکی تفصیل دریافت کرے۔

ثم قال المصنفُ قدّس سرهٗ في الحاشية ثم اعلم ان المعلل في تعريف الاقوالِ والتحريرِ لا يتوجه عليه المنع كما اذا قال المعللُ الزكوةُ واجبةٌ في حلي النساءِ عند ابي حنيفةَ رحمهُ اللّٰه وليست بواجبةٍ عند الشافعي رحمهُ اللّٰه فلا يقال له لم قلت انها واجبةٌ لانه ذكر القول بطريق الحكايةِ لا بطريق الادعاءِ ولا دخل في الحكاياتِ الا اذا نقل شيئاً واخطاء في النقل فحينئذٍ يجوز طلب تصحيح النقلِ او عرف شيئاً ولم يكن تعريفه جامعاً او مانعاً فيجوز ان يطلب الطرد والعكس فلا يجوز الدخل اذا كان جامعاً مانعاً تم كلامه والمراد بكونه جامعاً ومانعاً علم المخاطب بهما لانه كثيراً ما يكون الحدُّ جامعاً ولا يعلم السائلُ فيطلب ويجوز طلبه بالاتفاق۔

ترجمہ:۔ پھر مصنف قدس سرہٗ نے حاشیہ منہیہ میں فرمایا کہ پھر آپ یہ جانیں کہ معلل جبتک اقوال و تحریر کی تعریف میں ہے اس پر منع متوجہ نہیں ہوتا جیسا کہ معلل نے کہا کہ زکوٰۃ عورتوں کے زیور میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک واجب نہیں تو اس کیلئے نہ کہا جائے گا لم قلت انہا واجبۃ کیوں کہ انہوں نے قول کو بطور حکایت ذکر کیا ہے بطور ادعاء نہیں اور حکایات میں کوئی دخل نہیں مگر جبکہ کسی شئی کو نقل کرے اور نقل میں خطاء کرے پس اس وقت تصحیح نقل کا مطالبہ جائز ہے یا مدعی نے شئی کی ایسی تعریف کی جو جامع و مانع نہیں تو جائز ہے وہ طرد و عکس کا مطالبہ کرے تو دخل جائز نہیں جبکہ وہ جامع و مانع ہو ان کا کلام تام ہو گیا اور تعریف کے جامع و مانع ہونے سے مراد مخاطب کا ان دونوں کو جاننا ہے کیونکہ اکثر ایسا ہے کہ تعریف جامع ہوتی ہے اور سائل نہیں جانتا تو مطالبہ کرتا ہے اور اس کا مطالبہ بالاتفاق جائز ہے۔

تشریح:۔ قولہٗ ثم قال المصنف: اس مقام پر ماتن نے دو منہیہ بیان کیا ہے ایک وہ ہے جو ماقبل میں گذرا اور دوسرا وہ یہ کہ معلل جبتک اپنے اقوال کی تعریف اور مدعی و مقصود کے تعین میں مشغول ہو سائل اس پر منع وارد نہیں کر سکتا مثلاً حنفی معلل نے کہا کہ عورتوں کے زیور میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک

زکوٰۃ واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں اسپر سائل یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے یہ کیوں کہا کہ زکوٰۃ واجب ہے؟ اسلئے کہ معلل ناقل ہے جس نے دوسرے کے قول کو حکایت کے طور پر نقل کیا ہے مدعی نہیں کیونکہ منع دعویٰ پر ہوتا ہے نقل و حکایت پر نہیں البتہ ناقل نے اگر کوئی نقل پیش کیا اور اس کے نقل پیش کرنے میں کوئی غلطی واقع ہوئی تو سائل اس سے تصحیح نقل کا مطالبہ کر سکتا ہے یا مدعی نے ایسی تعریف بیان کی جو افراد کو جامع و مانع نہیں تو سائل معلل و مدعی سے تعریف کو جامع و مانع بنانے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر تعریف جامع و مانع ہو تو اب کوئی دخل و اعتراض واقع نہ ہوگا۔

قولہ[۲] والمراد بکونہ: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف اگر نفس الامر میں جامع و مانع ہو لیکن مخاطب و سائل کو اس کا علم نہ ہو تو وہ اس کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ جواب یہ کہ مطالبہ و عدم مطالبہ کا مدار مخاطب و سائل ہے کہ نفس الامر میں تعریف اگر جامع و مانع ہو لیکن مخاطب و سائل اسکو نہ جانے تو وہ بالاتفاق تعریف کے جامع و مانع ہونے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

فلنشرع ای لما[۱] فرغنا من بیان المقدمۃ وبیان اجزاء البحث فلنشرع بعد ذکر التعریفات وبیان اجزاء البحث فی الابحاث وھی تسعۃ البحث[۲] الاول فی بیان طریق للبحث و ترتیبہ الطبعی فی التقدیم والتاخیر والترتیب[۳] فی اللغۃ جعل کل شیٔ فی مرتبتہ وفی الاصطلاح جعل الاشیاء المتعددۃ بحیث یطلق علیہا الاسم الواحد و یکون لبعضھا نسبۃ الی البعض بالتقدیم والتاخیر واراد[۴] بالترتیب الطبعی الترتیب الذی یقتضی طبیعۃ البحث ان یکون علیہ وھو ما فصلہ بقولہ یلتزم الخصم البیان بعد الاستفسار ای بعد ما یطلب بیانہ من تعیین المدعی لانہ لو اشتغل بالبیان قبل الطلب لعدّ عبثاً

ترجمہ ——— (پس ہم کہتے ہیں) یعنی جب ہم مقدمہ کے بیان سے اور اجزاء بحث کے بیان سے فارغ ہو چکے تو اب تعریفات کے ذکر اور اجزاء بحث کے بیان کے بعد شروع کرتے ہیں (ابحاث میں اور وہ کل نو ہیں بحث اول طریقہ بحث اور) تقدیم و تاخیر میں (ایسی ترتیب طبعی کے بیان میں) اور ترتیب لغت میں ہر شئی کو اس کے مرتبہ میں کرنے کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں متعدد چیزوں کو اس طریقہ پر کرنا ہے کہ اسپر اسم واحد کا اطلاق کیا جائے اور بعض کی نسبت بعض کی طرف تقدم و تاخر کی ہو اور ترتیب طبعی سے مراد وہ ترتیب ہے کہ طبیعت بحث اس امر کا مقتضی ہو کہ وہ اسپر ہے اور وہ ترتیب وہ ہے جس کو مصنف نے اپنے اس قول سے تفصیل فرمایا (کہ استفسار کے بعد خصم اس کے بیان کا التزام کرے) یعنی اس امر کے بعد کہ جس کے بیان کا تعیین مدعی میں سے مطالبہ کیا جائے کیونکہ خصم اگر طلب سے

پہلے بیان میں مشغول ہو جائے تو عبث شمار کیا جائے گا۔

تشریح۔ قولہ ای لما فرغنا: یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فلنشرع میں جو فلئے وہ فاجزائیہ ہے اور اس کی شرط لما فرغنا بیان الخ محذوف ہے اور ساتھ ہی یہ آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان بھی ہے کہ ماقبل میں تعریفات اور اجزاء بحث کا بیان تھا اور ان سے فارغ ہو چکے تو اب الحاک کو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کل تو ہیں جسکی تفصیل آگے مذکور ہے۔

بیانہ البحث الاول۔ یعنی تو ابحاث میں سے پہلی بحث طریقہ بحث اور اسکی ترتیب طبعی کے بیان میں یعنی اس امر کے بیان میں کہ بحث کس طریقہ سے کی جائے۔ اس کا انداز کیا ہے اور بحث میں کس کو پہلے بیان کیا جائے اور کس کو بعد میں۔ طبعی طور پر کون مقدم ہے اور کون موخر؟ وغیرہ وغیرہ اور ترتیب کے مفہوم میں چونکہ تقدیم وتاخیر داخل ہے اسلئے اس کے صلہ فی التقدیم والتاخیر کو بیان کیا گیا۔

قولہ والترتیب فی اللغۃ:۔ متن میں لفظ ترتیب مذکور ہے اور اس کا معنی چونکہ بظاہر دشوار معلوم ہوتا ہے اسلئے شرح میں اسکے لغوی و اصطلاحی معنی کو بیان کیا گیا کہ ترتیب لغت میں جعل کل شئی الخ ہر شئی کو اس کے مرتبہ میں رکھنے کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں جعل الاشیاء الخ یعنی متعدد چیزوں کو اس طرح کرنے کو کہ ان پر ایک ہی نام بولا جائے اور بعض چیزوں کی نسبت بعض کے ساتھ تقدیم و تاخیر کی ہو۔

قولہ اراد بالترتیب الطبعی، ترتیب دو طرح کی ہوتی ہے ایک وضعی جس کو ترتیب ذکری بھی کہا جاتا ہے اور دوسری طبعی۔ وضعی وہ ترتیب ہے جو واضع کے وضع سے ہو اور ترتیب طبعی وہ ترتیب ہے کہ بحث کی طبیعت و ذات جس کا تقاضہ کرے کہ فلاں مقدم ہے اور فلاں موخر۔ اس کو ماتن نے اپنے قول بلتزم الخصم سے آگے بیان فرمایا ہے۔

بیانہ یلتزم الخصم:۔ یہ معنی ہے ترتیب طبعی کا کہ استفسار کے بعد خصم کے بیان کا اس طور التزام کرے کہ مدعی نے جب دعوی کیا تو دعوی کے بعد سائل اگر تعیین مدعی اور تعریف مفردات کا مطالبہ کرے تو مدعی کیلئے ان چیزوں کو بیان کرنا لازم و ضروری ہے۔ اور اگر سائل نے مطالبہ نہ کیا تو ان چیزوں کو بیان کرنا عبث اور فائدہ سے خالی شمار کیا جائے گا۔

قولہ او اخذ ای الخصم اذا کان علی صیغۃ المجہول او السائل اذا کان مبنیا للفاعل بتصحیح النقل ای بیان صحۃ نسبۃ ما انسب الیہ من کتاب او ثقۃ ان نقل شیئا مثالہ اذا قال ناقل قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ النیۃ لیست بشرط فی الوضوء یقول السائل ما النیۃ وما الشئ وما الوضوء فبعد ما بین تعاریفہا کما مر لواخذ

بتصحیح النقل بان یقال لہ من این تنقل انہ قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فلان فیقول الناقل قد صرح بہ فی الھدایۃ لکن فی زماننا لما انتشار الکذب والمجادلۃ والمکابرۃ لا یکفی ھذا القول بل لا بد من ان یری ما نقلہ ـــــ

ترجمہ ـــــ (اور) خصم (مواخذہ کرے گا) جبکہ وہ صیغہ مجہول پر ہو یا سائل مواخذہ کرے گا جبکہ وہ مبنی للفاعل ہو (تصحیح نقل کے ساتھ) یعنی اس چیز کی نسبت کے بیان صحت کے ساتھ جس کی طرف منسوب ہے کتاب یا امام میں سے (اگر اس نے کوئی چیز نقل کی) اسکی مثال ہے جبکہ ناقل نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نیت وضوء میں شرط نہیں سائل کہے گا کہ نیت کیا ہے اور شرط کیا اور وضو کیا پس ان کی تعریفوں کو بیان کرنے کے بعد جیسا کہ گذرا خصم ناقل کا تصحیح نقل کے ساتھ مواخذہ بایں طور کرے گا کہ اس سے کہا جائے کہ کہاں سے آپ نے نقل کیا ہے ناقل کہے گا کہ اس کو امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے تو ناقل کہے گا کہ ھدایہ میں اسکی تصریح کیگئی ہے لیکن ہمارے زمانہ میں جبکہ کذب و مجادلہ و مکابرہ ظاہر ہے۔ یہ قول کافی نہیں اس کو دیکھا دینا ضروری ہے جس کو وہ نقل کیا ہے۔

تشریح :ـــــ قولہ یواخذ : سائل مدعی سے مواخذہ و مطالبہ کس طرح کرے گا اس عبارت سے اسکے طریقوں کو بیان کیا گیا ہے کہ مدعی کبھی اپنے دعوی پر نقل پیش کرتا ہے اور مدعی کا دعوی کبھی بدیہی خفی ہوتا ہے اور کبھی نظری تو سائل اس کا اس اعتبار سے مواخذہ کرے گا کہ مدعی اگر اپنے دعوی پر نقل پیش کیا تو سائل تصحیح نقل کا مطالبہ کرے گا اور دعوی اگر بدیہی خفی ہو تو سائل تنبیہ کا مطالبہ کرے گا اور دعوی نظری ہو تو سائل دلیل کا مطالبہ کرے گا۔

قولہ[۲] ای الخصم اذا کان : اس تقدیر عبارت سے یہ اشارہ ہے کہ متن میں یواخذ معروف بھی ہو سکتا ہے اور مجہول بھی اگر معروف ہو تو اسکی ضمیر مرفوع فاعل ہو گی جس کا مرجع فاعل ہو گا معنی یہ ہے کہ سائل مطالبہ کرے گا اور مجہول کی صورت میں اسکی ضمیر مرفوع نائب فاعل ہو گی مرجع اس کا خصم و مدعی ہو گا معنی یہ ہے کہ خصم سے مطالبہ کیا جائیگا دونوں صورتوں میں مطالبہ کرنیوالا سائل ہو گا اور جس سے مطالبہ کیا جائے وہ خصم و مدعی ہو گا۔

قولہ[۳] ای بیان صحتہ :۔ یہ معنی ہے تصحیح نقل کا کہ تصحیح نقل کہتے ہیں جس کتاب یا امام کی طرف نقل کی نسبت کی گئی ہو اسکی نسبت کی صحت کے بیان کرنے کو مثلاً ناقل نے کہا کہ سیدنا امام ابو حنیفہ نے فرمایا النیۃ لیست بشرط فی الوضوء یعنی نیت وضوء میں شرط نہیں پس اگر سائل کو نیت، شرط، اور وضو کی تعریفیں معلوم نہ ہوں تو مدعی سے ان کی تعریف معلوم کرنے کے بعد وہ مدعی سے تصحیح نقل کا مطالبہ کرے گا کہ آپ نے سیدنا امام ابو حنیفہ کا یہ قول کہاں سے اور کس کتاب سے نقل کیا ہے؟ تو ناقل کہے گا کہ کتب احناف میں سے ہدایہ ہے اس کی تصریح اسمیں موجود ہے لیکن اس دور میں چونکہ جھوٹ

اور مجادلہ اور مکابرہ بکثرت واقع ہوتے ہیں اسلئے ناقل کو اصل کتاب دکھانا لازم و ضروری ہے

ثم عطف علی قولہ بتصحیح النقل الخ قولہ وبالتنبیہ او الدلیل ان ادعی بدیہیاً خفیاً او نظریاً مجہولاً ای یؤاخذ بالتنبیہ ان ادعی بدیہیاً خفیاً کما اذا قال اہل الحق حقیقۃ من حقائق الاشیاء ثابتۃ منقول السوفسطائی بای تنبیہ تقول فیقول لانا نشاہد المشاہدات فلو لم تکن ثابتۃ لما نشاہدہا او لانک حقیقۃ من الحقائق فلو لم تکن ثابتاً لما تطلب منا التنبیہ ویؤاخذ بالدلیل ان ادعی نظریاً مجہولاً کما اذا قال المتکلم العالم حادث یقول الحکیم بای دلیل تقول ذلک فیقول لانہ متغیر وکل متغیر حادث فہو حادث ووجہ لتقیید البدیہی بکونہ خفیاً والنظری بکونہ مجہولاً لا یخفی

ترجمہ — پھر ماتن نے اپنے قول بتصحیح النقل پر اپنے قول وبالتنبیہ الخ کو عطف کیا (اگر اس نے کسی بدیہی خفی کا دعوی کیا تو خصم تنبیہ کے ساتھ مواخذہ کرے گا) یعنی تنبیہ کے ساتھ مواخذہ کرے گا یا اس نے نظری مجہول کا دعوی کیا تو خصم دلیل کے ساتھ مواخذہ کرے گا اگر بدیہی خفی کا دعوی کرے۔ جیسا کہ جب اہل حق کہے کہ حقیقت جو حقائق اشیاء سے ہے وہ ثابت ہے پس سوفسطائی کہے گا آپ کس تنبیہ سے کہتے ہیں تو وہ کہے گا ہم مشاہدات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر وہ ثابت نہ ہوتے تو ہم اس کا مشاہدہ نہ کرتے یا اسلئے کہ آپ بھی حقیقت ہیں حقائق اشیاء سے ہیں پس اگر آپ ثابت نہ ہوتے تو آپ کا ہم سے تنبیہ کا مطالبہ نہ ہوتا اور دلیل کا مواخذہ کیا جائے گا اگر دعوی نظری مجہول ہو جیسا کہ جب متکلم کہے کہ عالم حادث ہے۔ حکیم کہے گا کہ آپ اسکو کس دلیل سے کہتے ہیں؟ تو کہے گا وہ چونکہ متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے پس وہ حادث ہوگا اور بدیہی کو خفی ہونے کے ساتھ مقید ہونے کی وجہ اور نظری کو مجہول ہونے کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ مخفی نہیں

تشریح: — قولہ ثم عطف علی قولہ، اس عبارت سے دو چیزیں بیان کی گئی ہیں ایک آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان کہ متن میں بالتنبیہ او الدلیل کا عطف ماقبل میں بتصحیح النقل پر ہے پس بتصحیح النقل کا تعلق چونکہ یؤاخذ کے ساتھ ہے اسلئے بالتنبیہ او الدلیل کا تعلق بھی یؤاخذ کے ساتھ ہوگا اس وجہ سے تقدیر عبارت یہ بیان کی گئی ای یؤاخذ بالتنبیہ ان ادعی الخ دوسری یہ اشارہ کرنا ہے کہ متن کی عبارت لف و نشر مرتب کے طور پر ہے کہ بالتنبیہ کا تعلق ان ادعی بدیہیاً خفیاً کے ساتھ ہے اور بالدلیل کا تعلق ان ادعی نظریاً مجہولاً کے ساتھ ہے۔ خلاصہ یہ کہ مدعی جب دعوی خفی کرے تو سائل تنبیہ سے مواخذہ کرے گا اور اگر دعوی نظری کرے تو سائل دلیل سے مواخذہ کرے گا۔

قولہ کما اذا قال: یہ مثال ہے اسکی کہ مدعی جب بدیہی خفی کا دعوی کرے تو سائل اس سے تنبیہ کا مطالبہ کرے گا خلاصہ یہ کہ اہل حق کا دعوی ہے کہ حقائق اشیاء ثابت ہیں اور سوفسطائی جو کسی چیز کو نہیں مانتے توہمات کا قول کرتے ہیں جنکہ

وہ وجود باری تعالیٰ کو بھی وہم قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک دعویٰ مذکورہ بدیہی خفی ہے پس وہ مدعی مسلمان سے دریافت کرے گا کہ بای تنبیہ تقول حقائق الاشیاء ثابتۃ یعنی کس تنبیہ سے آپ حقائق اشیاء کو ثابت قرار دیں گے؟ تو مدعی اس کو دو طریقے سے تنبیہ کرے گا۔ ایک یہ کہ مشاہدات مثلاً زمین و آسمان و پہاڑ جیسی چیزوں کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں پس اگر وہ چیزیں ثابت نہ ہوتیں تو ان کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا حالاں کہ ان تمام کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں ثابت نہ ہوتیں تو ان کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا حالانکہ ان تمام کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں ثابت ہیں دوسرا طریقہ یہ کہ مدعی سوفسطائی سے یہ تنبیہ بیان کرتا ہے کہ آپ بھی حقائق اشیاء میں سے ایک حقیقت نہ ہوتے تو آپ کا اہل حق سے تنبیہ کا مطالبہ کرنا بھی درست نہ ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ حقائق اشیاء کو آپ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

قولہ یواخذ بالدلیل: اوپر دو صورتیں مذکور ہوئیں ایک یہ کہ مدعی اگر دعوی خفی کرے تو سائل تنبیہ سے مواخذہ کرے گا دوسری یہ کہ مدعی اگر دعوی نظری کرے تو سائل دلیل سے مواخذہ کرے گا۔ پہلی صورت اور اسکی مثال چونکہ گذر گئی اسلئے اب دوسری صورت اور اسکی مثال بیان کی جاتی ہے کہ دعوی اگر نظری مجہول ہو تو سائل مدعی سے دلیل کا مطالبہ کرے گا۔ مثلاً کسی متکلم نے یہ دعوی کیا کہ عالم حادث ہے اور وہ چونکہ نظری ہے اسلئے سائل کہے گا بایّ دلیل تقول ذلک یعنی آپ اس کو کس دلیل سے کہتے ہیں؟ تو مدعی متکلم اس دعویٰ پر اس طرح دلیل دے گا کہ عالم چونکہ متغیر ہے اور ہر تغیر حادث ہوتا ہے اسلئے عالم حادث ہے۔

فاذا اقام المدعی الدلیل ویسمی حینئذٍ معللاً تمنع مقدمۃٌ معینۃٌ منہ مع السند کما اذا منع الحکیم کبریٰ دلیل المتکلم بان یقول لا نسلم انّ کلّ متغیرٍ حادثٌ مستنداً بانہٗ لِمَ لا یجوز ان یکون بعضُ المتغیر قدیماً اَوْ مجرداً عنہ ای عاریاً عن السند

ترجمہ: ــــ (پس جب) مدعی نے (کسی دلیل کو قائم کیا) اس وقت اس کا نام معلل رکھا جاتا ہے (تو اس کے مقدمہ معینہ کو منع مع السند کہا جائے گا جیسا کہ جب کسی حکیم و فلسفی نے متکلم کی دلیل کے کبریٰ کو منع کرتے ہوئے بایں طور کہا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہے اس امر سے سند حاصل کرتے ہوئے کہ کیوں نہیں جائز ہے کہ بعض متغیر قدیم ہے (یا مجرد عن السند) یعنی سند سے عاری ہوکر۔

تشریح: ــــ بیانہ فاذا اقام: یعنی مدعی جب دعویٰ پر دلیل قائم کرے تو اس کو معلل کہا جائے گا اور دعویٰ کے بعد مدعی کے ذمہ تصحیح نقل اور تنبیہ اور دلیل لازم ہوتی ہے جیسا کہ اس کا بیان ماقبل میں تفصیل سے

گزرا اور سائل کے ذمہ یہ ہے کہ جب معلل نے اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کر لی تو محل کی مناسبت سے سائل معلل کے کسی معین مقدمہ پر منع مع السند یا منع بلا سند یا نقض و معارضہ وارد کر سکتا ہے۔

قولہ کما اذا منع الخ:۔ یہ مثال ہے اسکا جبکہ سائل و مانع منع مع السند کرے خلاصہ یہ کہ کوئی حکیم و فلسفی متکلم کی دلیل مثلاً العالم متغیر و کل متغیر حادث کے کبریٰ کل متغیر حادث پر اس طرح منع وارد کرے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہے سند وہ یہ بیان کرے کہ ممکن ہے بعض متغیر قدیم ہو۔

فیجاب بابطال السند اذا منع السند بعد اثبات التساوی ای بعد بیان کون السند مساویاً لعدم المقدمۃ الممنوعۃ بان یکون کلما صدق السند صدق عدم المقدمۃ الممنوعۃ وبالعکس لیفید ابطالہ بطلان المنع کما یثبت المتکلم کون قولہ یجوز ان یکون بعض المتغیر قدیماً مساویاً لعدم کون کل متغیر حادثاً ثم یبطل ذلک الجواز بالدلیل او یجاب باثبات المقدمۃ الممنوعۃ اعم من ان لم یکن المانع مستنداً لشیء او یکون مستنداً بالسند المساوی او غیرہ مع التعرض بما تمسک بہ ان کان متمسکاً لشیء والتعرض مستحسن ولیس بواجب اذ یتم المناقشۃ باثبات المقدمۃ بدون التعرض ایضاً وھو المقصود۔

ترجمہ:۔ (تو ابطال سند کے ساتھ جواب دیا جائے گا) جبکہ سند کے ساتھ منع کیا جائے (اثبات تساوی کے بعد یعنی سند کا عدم مقدمہ ممنوعہ کے مساوی ہونے کے بعد بایں طور کہ جب بھی سند صادق ہوگی تو مقدمہ ممنوعہ کا عدم صادق ہوگا اور اس کا برعکس تاکہ اس کا ابطال بطلان منع کا فائدہ دے۔ جائز ہے کہ بعض متغیر کا قدیم ہونا مساوی ہو ہر متغیر کا حادث ہونے کے عدم کو پھر دلیل سے وہ جواز باطل ہو جائے گا (یا) جواب دیا جائے گا (اثبات مقدمہ ممنوعہ کے ساتھ) عام ہے اس بات سے کہ اگر کسی شئی کا مستند نہ ہو یا مستند ہو سند مساوی یا اس کے علاوہ کے ساتھ (جس کے ساتھ اس نے تمسک کیا ہے اس کا تعرض کرتے ہوئے) اگر کسی شئی کے ساتھ متمسک ہو اور تعرض مستحسن ہے اور وہ واجب نہیں اسلئے کہ مناقشہ اثبات مقدمہ کے ساتھ بغیر تعرض کے بھی تمام ہوتا ہے اور وہ مقصود ہے۔

تشریح:۔ بیانہ فیجاب بابطال: یعنی سائل جب منع مع السند کرے تو مدعی کے پاس اس کے جواب دینے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اثبات تساوی کے بعد سند کو باطل کیا جائے یعنی معلل بیان سند کے بعد سند اور مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے درمیان تساوی ثابت کرے اسلئے کہ منع مقدمہ ممنوعہ کی نقیض ہے اور سند اور نقیض میں تساوی سے مراد یہ ہے کہ اگر سند صادق ہو تو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی صادق ہوگی اور جب مقدمہ ممنوعہ کی نقیض صادق ہو تو سند بھی صادق ہوگی اسلئے کہ دو متساویوں میں سے ہر ایک کا حکم ایک ہوتا ہے تو جب معلل اثبات تساوی

کے بعد سند کو باطل کرے تو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض باطل ہو جائے گی کیونکہ ہر ایک متساوی کا حکم ایک ہوتا ہے تو جب منع باطل تو معلل کا مدعیٰ جو مقدمۂ ممنوعہ ہے وہ ثابت ہو جائے گا چنانچہ مانع کی سند بعض المتغیر قدیم ہے اور مقدمہ ممنوعہ کل متغیر حادث ہے جس کی نقیض بعض المتغیر لیس بحادث ہے ظاہر ہے سند اور مقدمہ ممنوعہ کی نقیض میں تساوی ہے تو جب سند بعض المتغیر قدیم باطل ہو گی تو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بعض المتغیر لیس بحادث بھی باطل ہو جائے گی کیونکہ دو متساوی میں سے ہر ایک کا حکم ایک ہوتا ہے پس معلل کا مقدمہ ممنوعہ کل متغیر حادث ثابت ہو گیا۔

قولہ او یجاب: یعنی مدعی کے جواب کا دوسرا طریقہ یہ کہ مدعی سائل کو مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کے ساتھ جواب دے عام ہے مانع کسی شئی کے ساتھ مستند ہو یعنی منع کے ساتھ پیش کرے یا نکرے اور اگر منع کے ساتھ سند پیش کرے تو وہ عام ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کا وہ مساوی ہے یا مساوی نہیں۔

قولہ مع التعرض: اوپر یہ کہا گیا تھا کہ معلل کے ذمہ صرف مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنا ہے سند کو خواہ وہ باطل کرے یا نہ کرے اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ معلل اگر ثابت ممنوعہ کے اثبات کے بعد مانع کی سند کو بھی باطل کرے تو بہتر و مستحسن ہے واجب ضروری نہیں کیونکہ اصل مقصد مقدمۂ ممنوعہ کو ثابت کرنا ہے جو حاصل ہے اور سند کو باطل کرنا اسلئے مستحسن ہے کہ مانع کے منع کی کوئی چیز باقی نہ رہے گا۔

وقال المصنف فیما نقل عنہ ابطال السندِ المساوی معتبرٌ سواء کان مساواتہ بحسب نفسِ الامرِ اَوْ بزعمِ المانعِ لافادتہ اثباتَ المقدمۃِ الممنوعۃِ تحقیقاً او تقدیراً تمّ کلامہ فعلیٰ ھذا امّا ان یقید قولہ بعد اثباتِ التساوی بما اذا لم یعتقد المانع ذلک او یراد بہ کونہ مثبتاً فی ذھنِ السامعِ المانعِ اما باثباتِ المدعی اَوْ باعتبار ظنہٖ

ترجمہ ـــــ اور مصنف نے اس چیز کے متعلق فرمایا جو ان سے منقول ہے کہ سند مساوی کو باطل کرنا معتبر ہے عام ہے اسکے مساوات نفس الامر کے اعتبار سے ہو یا مانع کے زعم میں ہو اسکے افادہ کی وجہ سے مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔ ان کا کلام تام ہو گیا پس اس تقدیر پر آیا اس کے قول بعد اثبات التساوی کو مقید کیا جائے اس چیز کے ذریعہ جبکہ مانع اس کا اعتقاد نہ کرے یا اس سے ارادہ کیا جائے مانع کا سامع کے ذہن میں مثبت ہونے کا آیا اثبات مدعیٰ کے ساتھ یا اس کے اعتبار ظن کے ساتھ۔

تشریح ـــــ قولہ وقال المصنف: یہ ماتن کا منھیہ ہے جو جواب ہے اس سوال کا کہ یہ کہنا کہ معلل ابطال سند بعد اثبات تساوی کے ساتھ جواب دے گا" درست نہیں اسلئے کہ معلل کے ذمہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ مقدمہ

ممنوعہ کو ثابت کرے اور یہاں سند کو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی قرار دے کر باطل قرار دیا گیا ہے جبکہ یا ابطال
کافی نہیں اسلئے کہ ممکن ہے وہ تساوی مانع کے نزدیک معتبر نہ ہو۔ جواب یہ کہ وہ مساوات سائل کے نزدیک معتبر ہے خواہ
وہ مساوات نفس الامر میں ہو۔ یا مانع کے زعم میں ہو اور اگر وہ مساوات نفس الامر میں ہو تو اس سے مقدمہ ممنوعہ تحقیقاً ثابت
ہوگا اور اگر مساوات مانع کے زعم میں ہو تو مقدمہ ممنوعہ تقدیراً ثابت ہوگا۔

قولہ[۲] فعلی ھذا۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ماتن اور منہیہ میں تعارض واقع ہے کیونکہ متن میں ہے کہ مدعی
مساوات ثابت کرنیکی بعد منع کو باطل کرے گا اور منہیہ میں ہے کہ مساوات عام
ہے خواہ نفس الامر میں ہو یا مانع کے زعم میں تو جب مانع کے زعم میں مساوات ثابت ہو تو مساوات مانع کو مسلم ہوگا تو پھر بعد
مقدمۂ ممنوعہ کی نقیض اور مانع کی سند میں مساوات ثابت
اثبات التساوی کہنے سے تعارض لازم آئے گا جواب یہ کہ اثبات مصدر ہے اور مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی مبنی للمفعول
اگر مبنی للفاعل ہو تو اثبات معنی مثبت ہوگا اور اب بعد اثبات کا معنی یہ ہوگا کہ مانع کو مساوات کا زعم ہوگا لیکن اس کو
مساوات کا یقین نہیں اس وجہ سے معلل مثبت مساوات ہوگا اور مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اور سند کے مساوات کے بعد
ابطال سند سے منع باطل کرے گا پس متن ومنہیہ میں کوئی تعارض نہ ہوگا اور اگر اثبات مصدر بمعنی مبنی للمفعول ہو تو معنی یہ ہوگا
کہ معلل مانع کے زعم میں مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اور سند میں ثابت شدہ مساوات کے بعد ابطال سند سے منع باطل
کرے گا خواہ مساوات کا ثبوت اثبات مدعی سے ہو یا زعم مانع سے پس اس صورت میں بھی متن ومنہیہ میں کوئی تعارض نہ ہوگا۔

ثم[۱] اعلم اَن دفعَ السندِ یکون علیٰ وجہینِ احدُھا المنع بانْ یکون نظریًا فیطلب المعللُ الدلیلَ من المانعِ علیہ وھذا عبثٌ کان اللازمَ علیہ اثباتُ المقدامۃِ الممنوعۃِ واثباتُ السندِ لاینفعہٗ بل یضرہٗ فلذا خص قدّسَ سرہٗ الابطال بالذکرِ والثانی الابطال[۲] وھو انما ینفع اُذا کان مساویاً للمنعِ لان انتفاءَ احدِ المتساویینِ فی الخارجِ یدل علیٰ انتفاءِ الآخرِ فیہ

ترجمہ: —— پھر آپ جانیں کہ دفع سند دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک منع ہے بایں طور کہ وہ نظری ہے پس معلل مانع سے دلیل طلب کرے گا اور یہ عبث ہے کیونکہ اس پر لازم مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنا ہے اور سند کو ثابت کرنا اس کو نفع نہیں دیتا بلکہ اس کو ضرر دیتا ہے اسی وجہ سے ماتن قدس سرہٗ نے ابطال کو ذکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور دوسرا طریقہ ابطال ہے اور وہ نفع دیتا ہے جبکہ وہ منع کا مساوی ہو کیونکہ خارج میں دو متساویوں میں سے ایک کا انتفاء دوسرے کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح: —— قولہ[۱] ثم اعلم۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مانع جب مانع پر سند پیش کرے تو معلل اس کا

جواب دو طریقوں سے دے سکتا ہے ایک طریقہ یہ کہ مانع کی سند اگر نظری ہو تو معلل اسپر منع وارد کرتے ہوئے مانع سے اسپر دلیل کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ کہ معلل مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اور سند میں اثبات تساوی کے بعد سند کو باطل قرار دے سکتا ہے تو جب معلل سند کا جواب دو طریقہ سے دے سکتا ہے تو متن میں صرف دوسرے طریقہ کو بیان کیا گیا پہلا طریقہ کو کیوں نہیں؟ جواب یہ کہ پہلا طریقہ میں چونکہ جواب سے عبث لازم آتا ہے اسلئے کہ معلل کیلئے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرے اور مانع کی سند کا اثبات اسکیلئے نقصان دہ ہے اس لئے کہ مانع اول اگر مانع دوم کے منع کو ثابت کر دے تو وہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کا ثبوت ہوگا اور مقدمہ ممنوعہ ثابت نہ ہو سکے گا کیونکہ ایک نقیض کے ثبوت سے دوسرے کا ثبوت محال ہو جاتا ہے چونکہ اس سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہے پس معلل کی طرف سے منع سند پر فائدہ مند نہیں

قولہ والثانی الابطال یعنی جواب کا دوسرا طریقہ معلل کیلئے سند کا ابطال ہے اور معلل کیلئے اس سند کا ابطال مفید ہے جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی ہو کیونکہ جب سند باطل ہو گی تو اس کا مساوی مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی باطل ہوگی اسلئے کہ دو متساویوں میں سے ہر ایک کا حکم ایک ہوتا ہے پس مقدمہ ممنوعہ ثابت ہوا اور یہی معلل کا مقصود بھی تھا۔

بخلاف ما اذا کان اخصَّ فانہ لا ینفع فانَّ انتفاءَ الاخصِّ لا یستلزمُ انتفاءَ الاعمِّ واما السندُ الاعمُّ فھو بالحقیقۃِ لیس بسندٍ ولذلک قیّدَ المصنفُ الابطالَ بقولہ بعد اثباتِ التساوی۔

ترجمہ :۔ بر خلاف اس صورت میں جبکہ وہ اخص ہو کیونکہ وہ نفع نہیں دیتا اسلئے کہ اخص کا انتفاء اعم کے انتفاء کو مستلزم نہیں ہوتا اور لیکن سند اعم تو وہ حقیقت میں سند نہیں اسی وجہ سے مصنف قدس سرہ نے ابطال کو اپنے قول بعد اثبات التساوی کے ساتھ مقید فرمایا۔

تشریح :۔ قولہ بخلاف ما اذا کان یعنی جو سند مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے اخص ہو اس کو معلل کیلئے باطل کرنا فائدہ مند نہیں اسلئے کہ اخص کی نفی اعم کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی جس طرح انسان کی نفی سے حیوان کی نفی لازم نہیں ہوتی پس سند اخص کے بطلان سے مقدمہ ممنوعہ ثابت نہ ہوگا۔

قولہ اما السند الاعم :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مقدمہ ممنوعہ دو طریقہ سے ثابت ہوتا ہے ایک سند مساوی کے بطلان سے جیسا کہ گذرا اور دوسرا سند اعم کے بطلان سے بھی اسلئے کہ اخص کی نفی اعم کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی لیکن اعم کی نفی اخص کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے پس جب سند اعم باطل ہو جائیگی تو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی جو اس سے اخص ہے وہ بھی باطل ہو جائیگی اور اس سے مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو جائے گا۔ جواب یہ کہ سند اعم حقیقت میں سند ہی نہیں کیونکہ

وہ مانع کیلئے مفید نہیں اسلئے کہ اعم کی نفی سے اگرچہ اخص کی نفی ہو جاتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اعم کے پائے جانے سے اخص بھی پایا جائے پس سند اعم کے پائے جانے سے ضروری نہیں کہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی پائی جائے تو جب مقدمہ ممنوعہ کی نقیض نہیں پائی جائیگی تو مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو جائے گا پس مانع کو سند کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اسی وجہ سے متن میں الابطال کو بعد اثبات التنافی کے ساتھ مقید فرمایا تاکہ دوسرے خارج ہو جائیں۔

وینقض الدلیل اذا کان قابلاً للنقض باحد الوجھین المذکورین من التخلف ولزوم المحال بان یقول السائل ھذا الدلیل غیر صحیح لتخلفہ عن الدلیل فی تلک الصورۃ اولانہ لوکان المدلول ثابتاً لزم اجتماع النقیضین مثلاً ویعارض ان کان قابلاً للمعارضۃ باحد الوجوہ الثلاثۃ المذکورۃ من المعارضۃ بالقلب او المعارضۃ بالمثل او المعارضۃ بالغیر کمامر۔

ترجمہ ــــــ (اور سائل نقض کرے) دلیل کا جبکہ وہ نقض کے قابل ہو (نقض کے ان دو طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ) جو مذکور ہیں تخلف اور لزوم محال میں سے بایں طور کہ سائل کہے کہ یہ دلیل صحیح نہیں کیونکہ وہ اس صورت میں مدلول کے خلاف ہے یا اسلئے کہ اگر مدلول ثابت ہو تو مثلاً اجتماع نقیضین لازم آئیگا (یا معارضہ کرے) اگر معارضہ کے قابل ہو تو (ان تین قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ) جو مذکور ہیں معارضہ بالقلب یا معارضہ بالقلب یا معارضہ بالمثل یا معارضہ بالغیر میں سے جیسا کہ گذرا۔

تشریح ــــ بیانہ وینقض۔ اوپر یہ گذرا کہ معلل کی دلیل پر سائل تین طریقہ سے سوال کرسکتا ہے ایک منع اور دوسرا نقض اور تیسرا معارضہ سے۔ پہلا طریقہ جو منع اور سند منع ہے وہ چونکہ ماقبل میں مذکور ہو چکا اور معلل کیطرف سے اس کا جواب بھی اسلئے اب اسکے دوسرے طریقہ جو نقض ہے اسکو بیان کیا جاتا ہے کہ معلل کی دلیل اگر نقض کے قابل ہو تو سائل دلیل پر نقض وارد کرے گا کہ دلیل آپ کی درست نہیں۔

قولہ المذکورین، متن میں وجہین سے مراد کیا ہے؟ اس عبارت سے اس کے معنی کو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک وجہ تخلف مدعی ہے اور دوسری لزوم محال ہے۔ تخلف مدعی یہ کہ سائل معلل کو یہ کہے کہ فلاں جگہ آپ کی دلیل بیان کیجاتی ہے لیکن مدعی یعنی مدلول اسکے خلاف ہے یعنی وہ نہیں پایا جاتا اور لزوم محال یہ کہ مدلول اگر ثابت ہو تو مثلاً اجتماع نقیضین یا ارتفاع نقیضین لازم آئے گا اور ظاہر ہے دونوں محال ہیں۔

بیانہ ویعارض۔ یعنی معلل کی دلیل اگر معارضہ کے قابل ہو تو سائل اسپر مذکورہ تین طریقوں یعنی معارضہ بالقلب اور معارضہ بالمثل اور معارضہ بالغیر میں سے کسی ایک طریقہ سے معارضہ کرے گا جبکہ معلل کی دلیل معارضہ کے قابل

ہو یعنی سائل کے پاس مدعی کے خلاف پر کوئی دلیل موجود ہو۔

فیجاب عنہ فی صورتی النقض والمعارضۃ بالمنع اذا کان قابلاً لہ او النقض ان کان صالحاً لہ او المعارضۃ ان کان قابلاً لہما لان المعلل الاول بعد النقض والمعارضۃ یصیر سائلاً فیکون لہ ثلاثۃ مناصب کما کانت للسائل الاول وقد یورد الاسولۃ الثلاثۃ علی کل واحد منہما فکلمۃ او لمنع الخلو دون الجمع۔

ترجمہ:۔۔۔۔۔ (تو جواب دیا جائے گا) نقض اور معارضہ کی دونوں صورتوں میں (منع کے ساتھ) جبکہ وہ اس کا قابل ہو (یا نقض کے ساتھ) اگر وہ اس کی صلاحیت رکھے (معارضہ کے ساتھ) اگر وہ اس کے قابل ہو کیونکہ معلل اول نقض اور معارضہ کے بعد سائل ہو جاتا ہے پس اس کیلئے تین منصب ہوں گے جیسا کہ وہ سائل اول کیلئے ہیں اور کبھی تینوں سوال نقض و معارضہ میں سے ہر ایک پر وارد ہوتے ہیں پس کلمہ او منع خلو کیلئے ہے جمع کیلئے نہیں۔

تشریح:۔۔۔ بیانہ فیجاب:۔ یعنی جس طرح ماقبل میں یہ گذرا کہ مانع جب منع وارد کرے یا سند منع پیش کرے تو معلل اس کا جواب مذکورہ دو طریقوں سے دے گا اس طرح یہاں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ معلل کی دلیل پر اگر کوئی نقض وارد کرے یہ معارضہ کرے تو ان دونوں کا جواب منع یا نقض یا معارضہ کے ساتھ دیا جائے گا اگر منع کے قابل ہو تو منع کے ساتھ اور اگر نقض کے قابل ہو تو نقض کے ساتھ اور اگر معارضہ کے قابل ہو تو معارضہ کے ساتھ جواب دیا جائے گا۔

قولہ فی صورتی النقض:۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ماقبل میں جواب منع اور سند منع کے متعلق تھا اور یہاں نقض و معارضہ کے متعلق جواب دیا جاتا ہے۔

قولہ لان المعلل الاول:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مذکورہ تینوں سوالات یعنی منع و نقض و معارضہ کرنا سائل کا کام ہے معلل اول کا نہیں اور معلل اول ظاہر ہے سائل نہیں ہوتا پس معلل اول کا مذکورہ تینوں سوالات کرنا درست نہیں۔ جواب یہ کہ سائل نقض و معارضہ کے بعد مدعی اور معلل ثانی ہو جاتا ہے اور معلل اول سائل ہو جاتا ہے پس معلل اول تینوں سوالات بحیثیت سائل کر سکتا ہے بحیثیت معلل اول نہیں۔

قولہ قد یورد:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معلل نقض و معارضہ پر مذکورہ تینوں سوالات میں سے کوئی ایک وارد کر سکتا ہے تینوں ایک ساتھ نہیں چونکہ اسمیں کلمہ او مذکور ہے جو احد الامور ثلاثہ پر دلالت کرتا ہے۔ جواب یہ کہ لفظ او جو یہاں مذکور ہے وہ منع خلو کے طور پر ہے منع جمع کے طور پر نہیں۔ یعنی نقض و معارضہ اگر مذکورہ تینوں سوالات کی صلاحیت کے قابل ہوں تو ان پر تینوں سوالات ایک ساتھ وارد ہو سکتے ہیں یا تینوں میں سے کوئی ایک۔ حاصل یہ کہ نقض و معارضہ پر مذکورہ تینوں سوالات یا ان میں سے کوئی ایک فرد وارد ہوگا ایسا نہیں کہ

تینوں میں سے کوئی ایک بھی وارد نہ ہو۔

متن: ویجوز الجواب بالتغییر ای بتغییر الاصل او التحریر بحیث لا یرد علیہ شئی فی الکل مطلقاً سواء کان السائل مانعاً او ناقضاً او معارضاً وسواء کان الجواب بتغییر الدعوی او الدلیل او المقدمۃ الممنوعۃ۔

ترجمہ: ——— (اور جائز ہے) جواب (تغییر) یعنی تغییر اصل (یا تحریر کے ساتھ) اس طور پہ کہ اس پر کچھ بھی وارد نہ ہوگا (تمام سوالوں میں مطلقاً) عام ہے سائل مانع ہو یا ناقض ہو یا معارض ہو اور عام ہے وہ جواب تغییر دعوی کے ساتھ ہو تغییر دلیل یا تغییر مقدمہ ممنوعہ کے ساتھ!

تشریح: ——— بیانہ ویجوز:۔ فاعل یجوز کا اس کی ضمیر مرفوع ہے جس کا مرجع لفظ الجواب ہے اور التغییر میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے اصل عبارت شرح میں مذکور ہے خلاصہ یہ کہ ماقبل میں منع اور نقض اور معارضہ تینوں کا جواب علیحدہ طور پہ دیا گیا تھا اور اب یہاں مجموعی طور پہ جواب دیا جاتا ہے کہ معلل ان تمام میں تغییر اصل یا تحریر کے ساتھ جواب دے گا۔

قولہ بتغییر الاصل:۔ یعنی تغییر اصل یہ کہ دعوی کو لفظاً میں تبدیل کر دے معنی و مفہوم میں نہیں مثلاً زید لاقائم سے زید لیس بقائم اور تحریر سے مراد یہ کہ دعوی کے ساتھ کسی قید کا اضافہ کر دے اور فی الکل سے مراد یہ کہ سائل عام ہے خواہ مانع ہو یا ناقض یا معارض پس تمام صورتوں میں جواب تغییر اصل و تحریر کے ساتھ دیا جائے گا اور مطلقاً سے مراد یہ کہ کسی صورت میں بھی جواب دیا جائے گا خواہ تغییر دعوی کی صورت میں یا تغییر دلیل کی صورت میں یا تغییر مقدمہ ممنوعہ کی صورت میں ہر صورت تینوں سوالوں کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

متن: واما التنبیہ فیتوجہ علیہ ذلک ای ما ذکرنا من الاسئلۃ الثلاثۃ ولا یکثر نفعہ ای نفع ذلک التوجہ اذ لم یقصد بہ ای بذکر ذلک التنبیہ اثبات الدعوی لکونہا بل بدیہیۃ غیر محتاجۃ الی الاثبات فلا یقدح ذلک التوجہ فی ثبوتہ ای الدعوی بتاویل المطلوب او المدعی المستغنی صفۃ لثبوتہ عن الاثبات بخلاف الاستدلال فان التوجہ ہناک یقدح فی ثبوت الدعوی لکونہ محتاجاً الیہ وکان الاولی ان یذکر الدلیل بدل الاستدلال ———

ترجمہ: ——— (اور لیکن تنبیہ تو اس پر وہ متوجہ ہوگا) یعنی مذکورہ تینوں سوالات (اور اس کا نفع زیادہ نہیں) یعنی اس توجہ کا نفع (کیونکہ اس سے) یعنی اس تنبیہ کو ذکر کرنے سے (اثبات دعوی مقصود نہیں) کیونکہ وہ بدیہی ہے جو اثبات کا محتاج نہیں (پس وہ) توجہ (کوئی خرابی نہیں اس کے ثبوت میں) یعنی دعوی کے ثبوت میں۔ دعوی مطلوب یا

مدعی کی تاویل میں ہے (جو مستغنی ہے) وہ صفت ہے ثبوتہ کی (اثبات سے برخلاف استدلال کے) کیونکہ توجہ بیان ثبوت دعویٰ میں خلل واقع ہے اسلئے کہ وہ محتاج الیہ ہے اور اولیٰ یہ کہ دلیل کو استدلال کے بدلہ ذکر کیا جائے۔

تشریح:۔ بیانہ واما التنبیہ: یعنی مدعی جب دعویٰ خفی پر تنبیہ پیش کرے تو سائل اسپر منع اور نقض اور معارضہ تینوں وارد کر سکتا ہے لیکن مانع کیلئے سوالات مذکورہ زیادہ مفید نہیں کیونکہ مدعی تنبیہ سے مدعیٰ کو ثابت کرنا نہیں چاہتا کیونکہ مدعیٰ بدیہی ہونیکی وجہ سے وہ خود ثابت ہوتا ہے پس سائل کیطرف سے تنبیہ پر سوالات سے اثبات مدعیٰ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی برخلاف دلیل پر وہ سوالات کرنے سے اثبات مدعیٰ میں خلل پیدا ہوتا ہے اسلئے کہ اثبات مدعیٰ دلیل کا محتاج ہے تنبیہ کا نہیں۔

قولہ ای ماذکرہ:۔ متن میں جو ذلک ہے اس کا یہ مشار الیہ ہے اور نفع ذلک التوجہ سے متن میں نفعہ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح ای یذکر ذلک التنبیہ سے متن میں بہ کی ضمیر کے مرجع کا بیان ہے اور لکونہا الخ سے دلیل ہے اس دعویٰ کی کہ وہ تنبیہ زیادہ نفع بخش اسلئے نہیں کہ دعویٰ چونکہ بدیہی ہوتا ہے جو اثبات کا محتاج نہیں اس وجہ سے اسمیں توجہ زیادہ نفع بخش نہیں۔

قولہ ای الدعویٰ بتاویل:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ فی ثبوتہ میں ضمیر مجرور مذکر ہے جس کا مرجع دعویٰ کو قرار دیا گیا ہے حالاں کہ وہ مونث ہے لہذا ضمیر مرجع کے مطابق نہیں جبکہ ضمیر کا مرجع کے مطابق ہونا ضروری ہے جواب یہ کہ دعویٰ اگرچہ بظاہر مونث ہے لیکن وہ مطلوب و مدعیٰ کی تاویل میں ہے اور ظاہر ہے مطلوب و مدعیٰ دونوں مذکر ہیں

بیانہ المستغنی۔ یعنی وہ صفت ہے ثبوتہ کی کیونکہ ثبوت اگرچہ نکرہ ہے لیکن اضافت کی وجہ سے وہ معرفہ ہو گیا ہے اس وجہ سے اسکی صفت معرفہ بیان کی گئی اور عن الاثبات متعلق ہے المستغنی کے ساتھ۔

قولہ فان التوجہ: یہ دلیل ہے بخلاف الاستدلال کی جس کا حاصل یہ کہ سائل کی طرف سے تنبیہ پر توجہ یعنی سوالات کرنے سے اثبات مدعیٰ میں کچھ بھی خلل واقع نہیں ہوتا البتہ دلیل پر توجہ یعنی سوالات کرنے سے اثبات مدعیٰ میں خلل واقع ہوتا ہے کیونکہ اثبات مدعیٰ دلیل کا محتاج ہوتا ہے تنبیہ کا نہیں۔

قولہ وکان الاولیٰ:۔ ماتن کو اس عبارت سے یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ متن میں جو بخلاف الاستدلال میں استدلال مذکور ہے اس کو استدلال کے بجائے دلیل بیان کرنی چاہیے کیونکہ ماقبل میں تنبیہ مذکور ہے اور تنبیہ کا مقابل لفظ دلیل آتا ہے استدلال نہیں۔

وقد نیاقش تضمنا بانہ لما یفوت بالاسولۃ المذکورۃ ماھو مقصود بالاستدلال اعنی اثبات المدعی

كذٰلك يفوتُ بها ما هو مقصودٌ من التنبيه ايضًا اعنى ازالة الخفاء فلا فرقَ الا ان يقال إنّ المقصودَ الاصلى هو ثبوتُ المدعى واَمّا زوالُ الخفاء فقد يحصل بادنى تامّلٍ للسائل الطالب للحقِ ايضًا فلا اعتداد بفواته ولا يخفى ما فيه فتامّل۔

ترجمہ: ——— اور کبھی یہاں مناقشہ ہوتا ہے باین طور کہ وہ جس طرح مذکورہ سوالوں سے فوت ہوتا ہے جو استدلال سے مقصود ہے یعنی مدعی کا اثبات، اسی طرح اس سے وہ بھی فوت ہوتا ہے جو تنبیہ سے مقصود ہے یعنی ازالہ خفا پس کوئی فرق نہیں مگر یہ کہا جائے کہ مقصود اصلی وہ مدعی کا ثبوت ہے اور لیکن زوال خفا تو وہ کبھی سائل کے ادنی تامل سے حاصل ہوتا ہے جو حق کا طالب ہے پس اسکے فوت ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ مخفی نہیں جو اسمیں ہے پس آپ غور کریں۔

تشریح:۔ قولہ وقد نیاقش۔ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب الا ان یقال الخ سے آگے مذکور ہے خلاصہ سوال کا یہ کہ یہ کہنا درست نہیں کہ سائل کو تنبیہ پر اعتراض کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ اسمیں مدعی کا کوئی نقصان ہے اسلئے کہ جس طرح دلیل پر اعتراض کرنے سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح تنبیہ پر اعتراض کرنے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ دعویٰ پر دلیل کا مقصود اثبات مدعی ہوتا ہے اور دلیل پر اعتراض کرنے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا اسی طرح تنبیہ سے مقصود ازالہ خفا ہے اور اسپر اعتراض کرنے سے ازالہ خفا نہیں ہوتا پس دونوں پر اعتراض کرنا فائدہ سے خالی نہیں پس ان کے درمیان فرق پیدا کرنا درست نہیں۔

قولہ الا ان یقال: یہ جواب ہے سوال مذکور کا کہ دلیل اور تنبیہ پر اعتراض کرنے میں فرق موجود ہے کیونکہ اصل مقصود اثبات مدعی ہوتا ہے نہ کہ ازالہ خفا پس دلیل پر اعتراض کرنے سے اثبات مدعی نہیں ہوتا اور تنبیہ پر اعتراض کرنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ طالب حق کے ادنیٰ تامل سے خفا زائل ہو جاتا ہے پس تنبیہ پر اعتراض کرنے سے مقصد زائل نہیں ہوگا

قولہ لا یخفی ما فیہ: یہ اشارہ ہے جواب مذکور کے رد کیطرف کہ مدعی کا اصل مقصد ازالہ خفا ہے اسی وجہ سے مدعی کو اسکی ضرورت پیش آتی ہے پس جب مدعی ازالہ خفا کیلئے تنبیہ کا محتاج ہے تو تنبیہ مقصود اصلی ہوئی پس اسپر اعتراض کرنے سے اصل مقصود حاصل نہ ہوگا جس طرح سائل کا دلیل پر اعتراض کرنے سے فائدہ سے خالی نہیں اسی طرح تنبیہ پر بھی اعتراض کرنے سے فائدہ سے خالی نہیں ہوتا پس دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

قولہ فتامل:۔ یہ اشارہ ہے جواب الجواب کی طرف کہ دلیل و تنبیہ میں فرق موجود ہے کیوں کہ دلیل پر اعتراض کرنے سے اثبات مدعی کیلئے نقصان دہ ثابت ہے لیکن تنبیہ پر اعتراض کرنے سے اگرچہ ازالہ خفا کیلئے کچھ نقصان دہ ثابت ہے لیکن اثبات مدعی کیلئے نقصان دہ ثابت نہیں کیونکہ مدعی بدیہی ہونیکی وجہ سے خود بخود ثابت ہوتا ہے۔

البحث[۱] الثانی ما سیتلی[۲] علیک وھو قولہ التعریف الحقیقی لاشتمالہ[۳] علی دعاوی ضمنیۃ وھی[۴] ان ھذا المذکور والجزء الاول جنس لہ والثانی فصل لہ یمنع بان یقال لا نسلم انہ حد لہ والاول جنس والثانی فصل وینقض ببیان الاختلال فی طردہ[۵] بان یقال ما ذکرت لیس بمانع لدخول فرد من افراد غیر المحدود فیہ وعکسہ بان یقال ذلک لیس بجامع لخروج فرد من افراد المحدود عنہ ـــــ

ترجمہ : ـــــ (دوسری بحث وہ جو آپ پر عنقریب بیان کیا جائے گا اور وہ ماتن کا قول ہے (تعریف حقیقی دعاوی ضمنیہ پر مشتمل ہونیکی وجہ سے) اور وہ یہ مذکور اس کی حد ہے اور جزء اول اسکی جنس ہے اور جزء دوم اسکی فصل ہے (منع کیا جائے گا) بایں طور کہا جائے گا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اسکی حد ہے یا اول جنس ہے اور دوم فصل ہے (اور نقض کیا جائے گا اس کے جامع ہونے میں خلل کو بیان کرکے) بایں طور کہا جائے گا کہ وہ جو آپ نے بیان کیا مانع نہیں فرد کے اسمیں داخل ہونیکی وجہ سے افراد غیر محدود میں سے (اور اسکے عکس ہونے میں) بایں طور کہا جائے کہ وہ جامع نہیں اس سے اس فرد کے خارج ہونیکی وجہ سے افراد محدود میں سے۔

تشریح : ـــــ بیانہ[۱] البحث الثانی :۔ بحث اول جو طریقہ بحث اور ترتیب طبعی کے بیان میں ہے جب اسکے بیان سے فارغ ہوچکے تو اب اسکی دوسری بحث کو بیان کیا جاتا ہے جس میں پہلا بیان تعریف حقیقی کا ہے اور تعریف حقیقی قضیہ ہوتی ہے چونکہ وہ دعاوی ضمنیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور جب قضیہ ہے تو اس پر منع وارد کیا جائے گا اور جامع ومانع کے خلل کو بیان کرتے ہوئے اسپر نقض بھی کیا جائیگا اور کسی دوسرے کی تعریف کے ساتھ اس کا معارضہ بھی کیا جائے گا۔

قولہ[۲] ماسیتلی علیک : یہ جواب ہے اس سوال کا کہ البحث الثانی ترکیب میں مبتدا واقع ہے اور اسکی خبر التعریف الحقیقی ہے اور خبر حالانکہ مبتدا پر محمول ہوتی ہے اور یہاں محمول ہونیکی صلاحیت نہیں جواب یہ کہ خبر یہاں التعریف الحقیقی نہیں بلکہ ماسیتلی علیک ہے جو محذوف ہے اور ظاہر ہے اس کا حمل البحث پر بلاشبہ درست ہے۔

بیانہ[۳] لاشتمالہ :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ تعریف حقیقی کو مناظرہ میں شمار کرنا درست نہیں کیونکہ مناظرہ کہتے ہیں توجہ المتخاصمین فی النسبۃ کو اور نسبت سے مراد نسبت تامہ خبری قضیہ میں ہوتی ہے اور تعریف حقیقی قضیہ نہیں بلکہ وہ از قسم تصور ہوتی ہے۔ جواب یہ کہ تعریف حقیقی چونکہ دعاوی ضمنیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور دعاوی ضمنیہ میں نسبت تامہ خبری ہوتی ہے اسلئے وہ قضیہ ہے تصور نہیں پس اسمیں مناظرہ درست ہو جائے گا اور اعتراضات کا ورود بھی!

قولہ[۴] وھی ان ھذا المذکور : یہ وضاحت ہے دعاوی ضمنیہ کی کہ مذکورہ عبارت تعریف حقیقی کی حد ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جزء اول اسکی جنس ہے اور جزء دوم اس کی فصل پس اسمیں ضمنی دعاوی ہیں جنکی وجہ سے

اسمیں مناظرہ واقع ہوتا ہے مثلاً منع اس طرح وارد ہوگا کہ فلاں حد نہیں یا فصل نہیں اور نقض اس طرح وارد ہوگا کہ اسمیں طرد نہیں یعنی مانع نہیں کیونکہ اسمیں غیر معرف کے افراد داخل ہو جاتے ہیں پس وہ دخول غیر سے مانع نہیں یا وہ تعریف عکس نہیں یعنی جامع افراد نہیں کیونکہ وہ معرف کے بعض افراد پر صادق نہیں آتی اور اسپر معارضہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

بیانہ فی طردہ :- طرد کہتے ہیں تلازم فی الثبوت کو یعنی کلما صدق علیہ الحد صدق علیہ المحدود وبالعکس یعنی جب بھی اسپر حد صادق آئیگی تو اسپر محدود بھی صادق آئیگا اور اس کا برعکس بھی اور عکس کہتے ہیں تلازم فی الانتفاء کو یعنی کلما لم یصدق علیہ الحد لم یصدق علیہ المحدود وبالعکس یعنی جب بھی اسپر حد صادق نہ آئیگی تو اس پر محدود بھی صادق نہ آئے گا اس کا برعکس بھی پس تعریف مذکور اگر طرد یعنی مانع نہ ہو تو قاعدۂ اول منقوض ہو جائے گا اور اگر عکس یعنی جامع نہ ہو تو قاعدۂ دوم منقوض ہو جائے گا۔

ویعارض بغیرہ ای بحد غیر ما ذکرہ لکن لابد ان یکون ذلک الغیر لما یعترف بہ الحاد اذ لا تعارض بین التصورات فان احدا منہا لا یمنع الآخر قیل کما ان لنا دعاوی ضمنیۃ کذلک لنا الدلائل علیہا فالمنع والنقض والمعارضۃ ترجع الی تلک الدلائل

ترجمہ :- (اور معارضہ کیا جائے گا کسی غیر کے ساتھ) یعنی غیر کی تعریف کے ساتھ جس کو اس نے بیان کیا لیکن ضروری ہے وہ غیر اس میں سے ہو جس کو تعریف کرنیوالا پہچانتا ہو اسلئے کہ تصورات کے درمیان کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان میں سے کسی ایک دوسرے کو منع نہیں کرتا بعض لوگوں نے کہا کہ جس طرح ہمارے لئے دعاوی ضمنیہ ہے اسی طرح ہمارے لئے اس پر کچھ دلائل ہیں پس منع اور نقض اور معارضہ ان دلائل کی طرف راجع ہوں گے۔

تشریح :- قولہ بحد غیر ما ذکرہ :- یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تعریف حقیقی پر معارضہ کے وارد ہونے کیلئے تین شرطیں ہیں اول یہ کہ جس پر معارضہ کیا جائے وہ حد ہو رسم نہ ہو کیونکہ رسم تصور محض ہوتا ہے اور تصور محض میں معارضہ نہیں ہوتا اسلئے معلل کہہ سکتا ہے وہ بھی ایک تصور ہے اور یہ بھی ایک تصور پس ان میں معارضہ نہ ہوگا دوم یہ کہ حاد اول کے مقابل یعنی سائل و معارض جو تعریف کرے وہ بھی حد ہو سوم یہ کہ حاد اول یہ بھی تسلیم کرے کہ سائل نے جو تعریف کی ہے وہ بھی حد ہے تاکہ وہ دونوں جانب سے ضمنی دعاوی کی وجہ سے معارض واقع ہو۔

قولہ قیل کما ان الخ :- بعض لوگوں نے ماتن کو یہ مشورہ دیا ہے کہ جس طرح حد حقیقی میں دعاوی ضمنیہ کی وجہ سے اس پر تینوں اعتراضات یعنی منع و نقض و معارضہ وارد ہوتے ہیں اسی طرح اگر ان دعاوی ضمنیہ پر دلائل بیان کی جائیں تو ان پر بھی تینوں اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں تو ماتن کو یہ چاہیئے کہ وہ یہ بھی بیان کرے کہ دعاوی ضمنیہ کے دلائل پر

بھی مذکورہ تینوں اعتراضات وارد ہوسکتے ہیں جس طرح ان دعاوی ضمنیہ پر وارد ہوتے ہیں۔

وتحقیق المقام ان التحدید تصویرٌ وتنقیشٌ لصورة المحدود فی الذھن فلا حکم فیہ اصلاً فالحاد انما ذکر المحدود لتوجہ الذھن الی ما ھو معلوم بوجہٍ ما ثم یرتسم فیہ صورة اخری اتم من الاولی لا لیحکم علیہ بالحد اذ لیس ھو بصدد التصدیق بثبوتہ لہ فما مثلہ الا کمثل النقاش الا ان الحاد ینقش فی الذھن صورة معقولة وھذا النقاش فی اللوح صورة محسوسة فکما انہ اذا اخذ النقاش یرسم فیہ نقشاً لم یتوجہ علیہ منعٌ بل لم یکن لہ معنی کذلک الحاد فی صورة التحدید غایتہ انہ یفھم من الحد ضمناً الحکم بان ھذا حدٌ و ذلک محدودٌ فورود المنع المذکور انما ھو باعتبار ھذا الحکم الضمنی فما یجری علی السنة القوم من انا لا نسلم انہ حدٌ لہ منع ذلک الحکم الضمنی۔

ترجمہ: ——— اور تحقیق مقام یہ ہے کہ تحدید ذہن میں محدود کی صورت کشی اور نقش و نگار کرنا ہے پس اسمیں قطعاً حکم نہیں ہوتا پس حاد محدود کو اسلئے بیان کرتا ہے کہ ذہن اس کی طرف متوجہ ہوجائے جو کچھ نہ کچھ معلوم ہے پھر اسمیں دوسری صورت پہلی صورت سے کامل کھینچی ہے نہ کہ تاکہ اس پر حد کا حکم لگایا جائے کیونکہ وہ محدود کیلئے ثبوت حکم کی تصدیق کے درپے نہیں پس وہ نقاش کی مثل ہے مگر یہ کہ حاد ذہن میں صورت منقولہ کا نقش کرتا ہے اور یہ نقاش تختی میں صورت محسوسہ کا نقش کرتا ہے پس جس طرح نقاش اسمیں نقش کھینچتا ہے اسپر منع متوجہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا کوئی معنی نہیں اسی طرح حاد تحدید کی صورت میں ہے اس کی غایت یہ ہے کہ حد سے ضمناً حکم مفہوم ہوتا ہے بایں طور کہ یہ حد ہے اور وہ محدود ہے پس منوع مذکورہ کا ورود حکم ضمنی کے اعتبار سے ہوتا ہے پس جو قوم کی زبانوں پر جاری ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اس کی حد ہے اس حکم ضمنی کو منع کیا جاتا ہے۔

تشریح: ——— قولہ تحقیق المقام: تعریف حقیقی چونکہ دعاوی ضمنیہ پر مشتمل ہوتی ہے اسلئے اسپر مذکورہ تینوں اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور اگر ان دعاوی ضمنیہ کو نظر انداز کردیا جائے یعنی اگر ان کا اعتبار نہ کیا جائے تو اعتراضات مذکورہ وارد نہ ہوں گے کیونکہ تحدید حقیقت میں ذہن میں محدود کی صورت کشی اور نقش و نگار کرتا ہے اس میں قطعاً حکم نہیں ہوتا اسی وجہ سے اسپر منع وارد نہیں ہوتا۔

قولہ فالحاد انما ذکر: ——— یہ جواب ان دو سوالوں کا جن میں سے پہلا سوال یہ کہ یہ کہنا کہ حد میں حکم نہیں ہوتا تسلیم نہیں بلکہ اسمیں حکم ہوتا ہے چنانچہ انسان کی تعریف جو حیوان ناطق سے کی جاتی ہے ظاہر ہے اسمیں حکم موجود ہے کیوں کہ یہ انسان کیلئے حیوان ناطق کو ثابت کیا جاتا ہے دوسرا سوال یہ کہ جن کی تعریف کی جائے وہ کچھ نہ کچھ معلوم ہوتی ہے پس اس کی مزید تعریف کرنا فضول ہے۔ جواب سوال اول کا یہ کہ محدود کا ذکر ثبوت حکم کیلئے نہیں اور نہ اس سے تصدیق تصور ہوتی ہے بلکہ محدود

کو اسلئے بیان کیا جاتا ہے کہ ذہن اس کیطرف متوجہ ہو جائے اور جواب سوال دوم کا یہ کہ تعریف سے پہلے محدود کا تصور ہوتا ہے لیکن دھندلا سا اس لئے اس کے بعد اسکی تعریف بیان کی جاتی ہے کہ وہ مکمل طور پر واضح و روشن ہو جائے۔

قولہ معلوم بوجہ ما: یعنی تعریف سے پہلے بھی محدود کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا ہے لیکن مکمل طور پر نہیں کیونکہ مکمل طور پر تعریف کے بعد شئی معلوم ہوتی ہے یعنی شئی پہلے من وجہ معلوم ہوتی ہے لیکن تعریف کے بعد پورے طور پر معلوم ہو جاتی ہے۔

قولہ کمثل النقاش: یعنی تعریف صورت گری کیطرح ہے کہ صورت گری میں خارج میں نقش و نگار کیا جاتا ہے اور تعریف میں ذہن کے اندر نقش و نگار ہوتا ہے تو جس طرح نقش و نگار بناتے ہوئے اسپر منع درست نہیں اسی طرح دعاوی ضمنیہ کو نظر انداز کرکے تعریف پر منع وارد کرنا درست نہیں لیکن تعریف میں حکم ضمناً مقصود ہوتا ہے پس اسپر اس لحاظ سے مذکورہ اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں چنانچہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس تعریف کا حد ہونا تسلیم نہیں وہ حقیقتاً اس حکم ضمنی کی وجہ سے ہے اور وہ حکم ضمنی ہذا حدٌ وغیرہ ہے جو تعریف سے مستفاد ہے۔

فلما اورد السائلُ المنوعَ فیجابُ بما علم طریقہٗ من بیانِ صحۃِ النقلِ والاثباتِ وتغییرِ الاصلِ ان یقول بطریقِ علم کأن الجوابُ انما یکون بالطریقِ المعلومِ واستصعبَ ای الجوابُ عن بعضِ الایراداتِ اعنی المنعَ فی الحدودِ الحقیقیۃِ لأن الجوابَ عن المنعِ باثباتِ المقدمۃِ الممنوعۃِ وذلک فی الحقیقۃِ متوقفٌ علی الاطلاعِ علی الذاتیاتِ وذلک فی غایۃِ الصعوبۃِ کما صرح بہ ابنُ سینا فی کتابہٖ دون الاعتباریۃِ کاللفظیۃِ

ترجمہ: پس جب سائل نے منوع کو بیان کیا (تو جواب دیا جائے گا اور ان کا ماقبل مذکور طریقہ سے) بیان صحت نقل اور بیان اثبات اور بیان تغییر اصل سے اور ادائیگی یہ کرکے بطور مسلم کیونکہ جواب بطور معلوم ہوتا ہے (اور مشکل ہے) جواب بعض ایرادات کا یعنی منع کا (تعریفات حقیقیہ میں) کیونکہ منع کا جواب مقدمہ ممنوعہ کے اثبات سے ہوتا ہے اور وہ حقیقت میں موقوف ہے اطلاع علی الذاتیات پر اور وہ انتہائی مشکل ہے جیساکہ ابن سینا نے اپنی کتاب میں اسکی تصریح کی ہے (اور تعریفات لفظیہ کی طرح تعریفات اعتباریہ پر اعتراض کا جواب مشکل نہیں)

تشریح: قولہ فلما اورد: اس تقدیر عبارت سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ متن میں فیجاب جزاء ہے شرط محذوف کی اور وہ لما اورد السائل المنوع ہے جو سیاق کلام کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔

قولہ فیجاب: یعنی سائل جب دعاوی ضمنیہ کی وجہ سے سوالات کرے تو حاد مذکورہ طریقوں سے ان کا جواب دے گا پس اگر سائل مثلاً صحت نقل کا مطالبہ کرے تو حاد نقل پیش کرے گا اور اگر حاد نے کسی شئی کی اصطلاحی تعریف

کی ہو تو سائل کے جواب میں حاد یہ کہے گا کہ اصطلاح والوں نے اس تعریف کو فلاں فن کی فلاں کتاب میں لکھا ہے یا حاد تعریف حقیقی کو ثابت کرے گا یا وہ پہلی تعریف کو تغیر و تبدیل کر دے گا۔

قولہ[؁] وکان الاولیٰ، ماتن کو اس عبارت سے یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے متن میں بما علم طریقہ کہا یعنی یہ کہا کہ حاد ایسی شئی کے ساتھ جواب دے گا جس کے طریقہ معلوم ہیں جبکہ ان کو بطریق علم کہنا چاہیئے چونکہ ماقبل میں معلوم طریقے ہیں شئی نہیں۔

بیانہ[؁] واستصعب، یعنی تعریفات حقیقیہ پر اگر منع وارد کیا جائے تو اس کا جواب مشکل ہے اور شرح میں ای الجواب سے استصعب کی ضمیر کے مرجع یعنی اس کے نائب فاعل کو بیان کیا گیا ہے اور ساتھ بتایا بھی کہ جس سوال کا جواب مشکل ہے وہ منع ہے۔

قولہ[؁] لان الجواب: یہ دلیل ہے تعریفات حقیقیہ پر منع کا جواب مشکل ہونے کی جس کا خلاصہ یہ کہ منع سے اصل میں مقدمہ ممنوعہ ثابت کرنا مقصود ہے اور مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنا محدود کی ذاتیات کے جاننے پر موقوف ہے اور شئی کی ذاتیات کو حقیقۃً جاننا رب قدیر ہی کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ علامہ ابن سینا نے اس کی تصریح کی ہے کہ شئی کی ذاتیات کا جاننا دشوار ہے کیونکہ ممکن ہے حیوان انسان کا عرض عام ہو اور ماشی اس کی جنس اور ناطق خاصہ ہو اور ضاحک فصل قریب اور حیوان و ماشی میں کسی کے جنس یا عرض عام ہونے پر کوئی دلیل نہیں اسی طرح ناطق اور ضاحک میں کسی کے فصل یا خاصہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

بیانہ[؁] دون الاعتباریہ: یعنی منع کا جواب اگرچہ تعریفات حقیقیہ پر دشوار ہے لیکن تعریفات اعتباریہ یعنی اصطلاحیہ ولفظیہ پر نہیں کیونکہ تعریفات اصطلاحیہ پر اگر کوئی منع وارد کرے کہ میں اسکو نہیں مانتا تو حاد اسی کو کتاب کے حوالے سے ثابت کر دے گا اسی طرح اگر کوئی تعریفات لفظیہ پر منع وارد کرے تو حاد اس کو لغت کا حوالہ دیدے گا۔

بیانہ فانہا ای الحدود الاعتباریۃ لاستلزامہا الحکم بان ہذا الحد لہ فی الاصطلاح تمنع ایضًا کما تمنع اللفظیۃ لاستلزامہا الحکم بان ہذا معناہ فی اللغۃ ولا یخفی انہ کان الاولیٰ علی تقدیر رجوع ضمیر استصعب الی الجواب علی ما نقل عنہ قدس سرہ ان یقول فانہ یسہل فیہا بمجرد نقل الخ ولو رجع ضمیر استصعب الی المنع اتضح الامر بلا تکلف غایتہ انہ یرد علیہ انہ لا صعوبۃ فی المنع وانما ہی فی جوابہ وبالجملۃ ہذا الکلام لا یخلو عن نوع خدشۃ ویدفع المنع الوارد علیہا بمجرد نقل من اہل الاصطلاح کما یدفع المنع الوارد علی اللفظیۃ بالنقل من اہل اللغۃ او وجہ استعمال من العلاقۃ بین المراد وبین المعنی

المصطلح او بیان ارادۃ بان یقال کانرید ما یفہم من ظاہر الالفاظ بل نرید بالمعنی آخر

ترجمہ:۔ (اور بے شک وہ) یعنی تعریفات اعتباریہ (چونکہ وہ حکم کو مستلزم ہیں) بایں طور کہ یہ اسکی اصطلاح میں تعریف ہے (ان پر بھی منع وارد کیا جائے گا) جس طرح تعریفات لفظیہ پر منع وارد کیا جاتا ہے چونکہ وہ حکم کو مستلزم ہو بایں طور کہ یہ اس کا معنی ہے لغت میں اور مخفی نہ رہے کہ وہ اولی ہے استصعب کی ضمیر کو جواب کیطرف رجوع کرنیکی تقدیر پر۔ اس طور پر کہ ماتن قدس سرہٗ سے منقول ہے یہ کہے کہ اسمیں جواب سہل ہے محض نقل سے اور اگر استصعب کی ضمیر کو منع کی طرف رجوع کیا جائے تو امر بلا تکلف واضح ہو جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ اسپر یہ وارد ہوگا کہ وہ منع میں دشوار نہیں اور وہ بے شک دشوار اس کے جواب میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ کلام ایک قسم کے خدشہ سے خالی نہیں (اور دفع کیا جائے گا) منع کو جو تعریفات پر وارد ہے (محض نقل سے) اصل اصطلاح کی طرف نسبت جس طرح اس منع کو دفع کیا جائے گا اہل لغت کی طرف سے نقل کے ذریعہ جو تعریفات لفظیہ پر وارد ہے (یا بطریق استعمال) میں اس اصطلاح سے جو مراد معنی اصطلاحی کے درمیان ہے (یا بیان ارادہ سے) بایں طور کہا جائے کہ ہم اس کا ارادہ نہیں کرتے جو ظاہر لفظ سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ معنی آخر کا ارادہ کرتے ہیں۔

تشریح:۔ بیانہ فانہا، یہ دلیل ہے اس امر کی کہ تعریفات اعتباریہ یعنی اصطلاحیہ ولفظیہ پر منع وارد ہو سکتا ہے جس کا خلاصہ یہ کہ تعریفات اصطلاحیہ ولفظیہ چونکہ حکم کو مستلزم ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اصطلاح میں چونکہ یہ اسکی تعریف ہے اسلئے ان پر منع وارد ہوتا ہے اور شرح میں ای الحدود الاعتباریہ سے متن فانہا کے اندر ضمیر منصوب کے مرجع کو بیان کیا گیا ہے اور کما تمنع اللفظیۃ سے متن میں ایضاً کے مفہوم کی وضاحت مقصود ہے کہ تعریفات اصطلاحیہ پر منع وارد ہوتا ہے جس طرح تعریفات لفظیہ پر منع وارد ہوتا ہے۔

قولہ ولا یخفی انہ:۔ یہ اعتراض ہے متن پر کہ استصعب فعل مجہول ہے جس کا نائب فاعل ضمیر مرفوع ہے اور مرجع لفظاً جواب ہے یا لفظاً منع پس اگر لفظاً جواب ہے جیساکہ ماتن سے منہیہ میں اسکی تصریح موجود ہے تو جواب کے اندر یدفع بمجرد نقل اور وجہ استعمال کے بجائے یسہل فیہا بمجرد نقل او وجہ استعمال ہونا چاہیے کیونکہ مشکل کے مقابل میں سہل و آسان آتا ہے دفع نہیں اور اگر مرجع لفظ منع ہو تو معنی بلاشبہ واضح ہو جائے گا لیکن اسپر یہ نقص لازم آئے گا کہ تعریفات حقیقیہ پر ورود منع مشکل ہو حالانکہ مشکل ورود منع نہیں بلکہ اس کا جواب ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ متن کی عبارت کسی اعتبار سے بھی نقص سے خالی نہیں۔

بیانہ یدفع:۔ یعنی تعریفات اصطلاحیہ ولفظیہ پر ورود منع کا جواب مشکل نہیں بلکہ آسان ہے کیونکہ

اسمیں منع کو تین طریقے سے دفع کیا جا سکتا ہے ایک محض نقل سے یعنی اصطلاحی تعریف کو کتاب سے دکھا دیگا
مثلاً تعریف لفظی میں لغت کی کتاب کو دکھادے گا جس طرح دوسرا طریقہ استعمال سے یعنی معنی مستعمل فیہ اور معنی
لغوی یا معنیٔ اصطلاحی کے درمیان علاقہ کو بیان کرے چنانچہ یہ کہے کہ میں نے جو تعریف بیان کی ہے اس کا اصطلاحی
تعریف کے ساتھ تعلق وعلاقہ ہے اور وہ اصطلاحی تعریف مترادف ہے تیسرا طریقہ بیان مراد سے مثلاً حادثہ
کہے کہ لفظاً جو معنی ظاہر ہے وہ میری مراد نہیں بلکہ وہ ہے جس کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ فصل البسیط ہے مرکب
نہیں ورنہ تسلسل لازم آئے گا جو ممنوع ہے لیکن اس کی تعبیر مرکب سے کی جاتی ہے جس طرح ناطق کی تعریف مدرک کلیات
جزئیات سے کی جاتی ہے۔ لیکن وہ ناطق کے اجزاء نہیں اسی طرح اللہ اسم جلالت کی تعریف جو علم للذات واجب
الوجود دائم سے کی جاتی ہے لیکن وہ اسم جلالت کے اجزاء نہیں۔

واعلم ان اطلاق الممنوع یعنی المنعَ والنقضَ والمعارضةَ وجارٍ فی کلامهم اطلاقُ لفظ المنع علی کل واحدٍ
منها هناک یعنی علی الاسئلة الواردة علی الحدود بطریق الاستعارة المصرحة باعتبار تشبیهها بالمصطلحات
ویحتمل الحقیقة بناءً علی ان الالفاظ المذکورة کما انها موضوعةٌ للمعانی المشهورة ویحتمل ان تکون موضوعةً
لتلک المعانی ایضاً کذا نقل عنه قدس سره

ترجمہ: ـــــ (اور آپ جانیں کہ ممنوع یعنی منع ونقض ومعارضہ (کا اطلاق) اور مناظرین کے کلام میں لفظ
منع کا اطلاق امور مذکورہ میں سے ہر ایک پر ہوتا ہے (یہاں) یعنی ان سوالوں پر جو تعریفات پر وارد ہوتے ہیں (بطور استعارہ
مصرحہ (ہے)) اس اعتبار سے کہ اسکی تشبیہ مصطلحات کے ساتھ ہے (اور وہ حقیقت کا بھی احتمال رکھتا ہے) بناء کرتے
ہوئے اس امر پر کہ الفاظ مذکورہ جیسا کہ وہ موضوع ہیں معانی مشہورہ کیلئے محتمل ہیں اس امر کا کہ وہ ان معانی کیلئے بھی موضوع
ہیں جیسا کہ وہ ماتن قدس سرہ سے منقول ہے۔

تشریح:- بیانہ واعلم ان اطلاق: یعنی منع ونقض ومعارضہ میں سے ہر ایک پر منع کا اطلاق ہوتا
ہے پس منع دو طرح کا ہوا ایک ان سوالوں کو بھی منع کہا جاتا ہے جو دلیل یا اس کے مقدمہ پر وارد ہوتے ہیں اور دوسرا ان
سوالوں کو بھی منع کہا جاتا ہے جو تعریفات پر وارد ہوں لیکن دلیل یا اس کے مقدمہ پر وارد ہونے والے سوالات کو منع
کہنا حقیقت ہے اور تعریفات پر سوالات کو منع کہنا استعارۃً مجاز مرسل ہے۔

قولہ المصرحة:- استعارہ لغت میں طلب عاریۃ کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں ادوات شئی کو ذکر کئے
بغیر کسی شئی کو دوسری شئی کے ساتھ تشبیہ دینے کو کہا جاتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں (۱) استعارہ بالکنایہ (۲) استعارہ

مصرحہ (۳) استعارہ تخییلیہ (۴) استعارہ ترشیحیہ ۔ استعارہ بالکنایہ وہ ہے کہ صرف مشبہ کو بیان کرکے اس سے مشبہ بہ مراد لیا جائے وجہ تسمیہ یہ کہ اسمیں مشبہ بہ کنایۃً یعنی ضمناً سمجھا جاتا ہے صراحۃً نہیں اور استعارہ تخییلیہ وہ ہے کہ مشبہ بہ کے مناسبات میں سے اقوی تر مناسب کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے ۔ وجہ تسمیہ یہ کہ اس سے مشبہ بہ کا خیال پیدا ہوتا ہے استعارہ ترشیحیہ وہ ہے کہ مشبہ بہ کے مناسبات میں سے ضعیف تر مناسب کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے وجہ تسمیہ یہ کہ ترشیح چونکہ لغت میں مادہ کا اولاد کو تھوڑا تھوڑا دودھ پلانے کو کہا جاتا ہے اسلئے اس قسم کو بھی ترشیحیہ کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی مشبہ بہ کا تھوڑا تھوڑا علم ہو جاتا ہے اور استعارہ مصرحہ وہ ہے کہ مشبہ بہ کو بیان کرکے اس سے مشبہ مراد لیا جائے وجہ تسمیہ یہ کہ اسمیں مشبہ بہ کو صراحۃً بیان کیا جاتا ہے ۔ پس یہاں بھی دلیل اور مقدمہ دلیل پر وارد ہونے والے منوع پر مشبہ بہ ہیں اور حدود پر وارد ہونے والے منوع مشبہ تو ذکر ہے مشبہ بہ کا اور مراد مشبہ ہے پس یہ استعارہ مصرحہ ہے۔

قولہ باعتبار تشبیہہا ۔ یعنی حقیقی و مجازی معنی کے درمیان کسی علاقہ کا ہونا ضروری ہے پھر وہ علاقہ تشبیہ کا ہو یا غیر تشبیہ کا اگر علاقہ تشبیہ کا ہو تو اس کو استعارہ اور مجاز مستعار کہا جاتا ہے اور اگر علاقہ غیر تشبیہ کا ہو تو اس کو مجاز مرسل کہا جاتا ہے۔

البحث الثالث ما یستبان من قولہ یستبان ای یظہر مما ذکرنا من ان المنع طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ عدم توجہ المنع حقیقۃ علی النقل والدعوی مبنیین للفاعل ویجوز ان یکونا مبنیین للمفعول یعنی المدعی والمنقول حیث لم یقصد ارجاعہ ای ارجاع المنع الی المقدمۃ ای المقدمۃ المذکورۃ فی دلیل المستدل

ترجمہ: ——— (بحث ثالث) وہ ہے جو ماتن کے قول (واضح ہے) سے واضح ہے یعنی ظاہر ہے (اس میں سے جو ہم نے بیان کیا) کہ منع مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا ہے (منع کا حقیقۃً نقل و دعوی پر متوجہ نہ ہونا) دراں حالیکہ دونوں مبنی للفاعل ہوں اور جائز ہے ان دونوں کا مبنی للمفعول بمعنی مدعی و منقول ہونا (جبکہ اس کے) یعنی منع کے ارجاع کرنے کا قصد مقدمہ کی طرف نہ کیا ہو) یعنی اس مقدمہ کیطرف جو مذکور ہے مستدل کی دلیل میں۔

تشریح: ——— قولہ ما یستبان ۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ البحث الثالث مبتدا ہے جس کی خبر یستبان ما ذکرنا کو قرار دیا گیا ہے جو درست نہیں کیونکہ بحث ثالث صرف یستبان مما ذکرنا نہیں بلکہ پوری بحث ہے بحثہ ... تک ۔ جواب یہ کہ خبر یستبان نہیں بلکہ ما یستبان من قولہ ہے معنی اس کا یہ کہ بحث ثالث وہ ہے جو ماتن قدس سرہ کے قول سے ظاہر ہے اور ان کے قول سے ظاہر پوری بحث ہے۔

قولہ من ان المنع ۔ متن میں جو ما ذکرنا ہے یہ اس کا بیان ہے کہ اس سے مراد منع کی تعریف ہے اور

وہ مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا ہے۔

قولہ مبنیین للفاعل :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ نقل و دعویٰ دونوں مصادر ہیں اور مصادر اعتباری ہوتا ہے اور اعتباری شئی ظاہر ہے اثبات و نفی کی صلاحیت نہیں رکھتی پس اسپر منع وارد نہ ہوگا۔ جواب یہ کہ مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی مبنی للمفعول بتقدیر اول نقل بمعنی ناقل ہوگا اور دعویٰ بمعنی مدعی اور بتقدیر دوم نقل بمعنی منقول ہوگا اور دعویٰ بمعنی مدعیٰ اور یہاں دونوں احتمال درست ہے پس ان پر منع کا ورود درست ہو جائے گا۔

قولہ ای المقدمۃ المذکورۃ، مقدمہ کا اطلاق چونکہ چند چیزوں پر ہوتا ہے اسلئے یہاں مقدمہ سے جو مراد ہے اسکو بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ مقدمہ ہے جو مستدل کی دلیل میں مذکور ہے۔

اما النقل فلانہ اذا قال احد قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ النیۃ لیست بشرط فی الوضوء فاما ان یقول المانع لا نسلم انما لیست بشرط فیہ واما ان یقول لا نسلم ان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ قال کذا فالاول لا یسمع اصلاً لانہ قرر الکلام بطریق الحکایۃ فلا یتعلق بہ المواخذۃ اصلاً و اما الثانی فھو وان کان یسمع لکن لا من حیث انہ منع حقیقۃ بل لانہ عبارۃ عن طلب تصحیح النقل یطلق علیہ اللفظ المنع مجازاً للمشارکۃ فی کون کل منھما طلباً من قبیل استعمال اللفظ المقید فی مقید آخر المطلقۃ فاستعمل لفظ المنع

ترجمہ :- لیکن نقل تو اسلئے کہ جب کسی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیت وضو میں شرط نہیں پس مانع کہے گا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ امام ابو حنیفہ نے ایسا فرمایا ہے پس اول کچھ بھی مسموع نہ ہوگا کیونکہ ناقل نے کلام کو بطور حکایت ثابت کیا ہے پس اس کے ساتھ مواخذہ قطعاً متعلق نہ ہوگا اور لیکن دوم تو وہ اگرچہ مسموع ہوگا لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ حقیقۃً منع ہے بلکہ اسی لئے کہ وہ نام ہے طلب تصحیح نقل کا جس پر لفظ منع مجازاً اطلاق کیا جاتا ہے ان دونوں میں سے ہر ایک میں طلب کے شریک ہونیکی وجہ سے اسی قبیل سے کہ ایک لفظ مقید مطلق کے دوسرے مقید میں مستعمل ہے پس لفظ منع کو استعمال کیا گیا۔

تشریح :- قولہ اما النقل : اوپر یہ گذرا کہ منع حقیقی نہ نقل پر وارد ہوگا اور نہ دعویٰ پر لیکن نقل پر اسلئے نہیں کہ اگر کسی ناقل نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ نیت وضو میں شرط نہیں تو مانع اس پر دو طرح سے منع کرے گا۔ مانع یا تو یہ کہے گا کہ میں نہیں مانتا کہ نیت وضو میں شرط نہیں یا مانع اس طرح کہے گا کہ یہ میں نہیں مانتا کہ امام ابو حنیفہ نے اس طرح قول کیا ہے تو مانع کا پہلا قول

ہرگز مسموع نہ ہوگا کیونکہ یہ نہ تو منع حقیقی ہو سکتا ہے اور نہ منع مجازی کیونکہ ناقل کا وہ قول بطور حکایت ہے البتہ اس کا دوسرا قول مسموع ہوگا۔

قولہ لکن کان من حیث :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ دوسرے قول کے مسموع ہونے سے مراد یہ کہ نقل وارد ہو سکتا ہے حالانکہ اوپر یہ گذرا کہ نقل پر منع وارد نہیں ہوتا جواب یہ کہ مانع کے دوسرے قول پر جو منع وارد ہوتا ہے وہ منع حقیقی نہیں بلکہ منع مجازی ہے اور منع مجازی سے مراد طلب تصحیح نقل ہے اس طلب کو مجازاً منع کہا گیا۔

قولہ للمشارکۃ :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ حقیقت و مجاز میں کوئی نہ کوئی علاقہ ہوتا ہے اور یہاں کونسا علاقہ ہے؟ جواب یہ کہ ان کے اندر علاقہ طلب ہے کہ منع حقیقی میں طلب دلیل ہے اور منع مجازی میں طلب تصحیح۔ دونوں ہی طلب میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔

قولہ من قبیل :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ منع حقیقی اور منع مجازی میں جب علاقہ و مناسبت موجود ہے تو یہ مجاز کی کونسی صورت ہے؟ جواب یہ کہ ایک مطلق کے کبھی دو مقید ہوتے ہیں اور جب ایک مقید بولا جائے تو اس سے دوسرا مقید بھی مراد لیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا مجاز ہے چنانچہ طلب مطلق ہے جس کے دو مقید ہیں ایک منع حقیقی جو طلب الدلیل ہے۔ اور دوسرا منع مجازی جو تصحیح نقل ہے تو یہاں ایک مقید یعنی حقیقی بول کر دوسرا مقید یعنی منع مجازی مراد لیا گیا ہے۔

واما الدعوی فلانہ اذا قال المتکلم الجسم مرکب من اجزاء لا یتجزی ویقول الحکیم لا نسلم ذلک فاما ان یرید بہ طلب الدلیل علی المقدمۃ المعینۃ وھذا محال لا معنی لہ لانہ لم یوجد دلیل مع المدعی بعد حتی یطلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ منہ واما ان یرید بہ طلب الدلیل علی تلک الدعوی وھو مسموع لکنہ لیس بمنع حقیقۃ بل انما یطلق علیہ لفظ المنع مجازاً علی ما عرفت کالنقض والمعارضۃ ای کما انہ لا یتوجہ النقض والمعارضۃ لعدم الدلیل المذکور للاثبات

ترجمہ :۔ —— اور لیکن دعوی تو وہ اسلئے کہ جب متکلم کہے کہ جسم مرکب ہے اجزاء لا یتجزی سے فلسفی کہے کہ ہم وہ تسلیم نہیں کرتے پس آیا اس سے مقدمہ معینہ پر طلب دلیل کا ارادہ کرتا ہے اور یہ ان میں سے ہے جس کا کوئی معنی نہیں کیونکہ مدعی کے ساتھ ابتک کوئی دلیل نہیں پائی جاتی یہاں تک کہ دلیل کے مقدمہ معینہ پر طلب کیا جائے اور آیا اس سے اس دعوی پر طلب دلیل کا دعوی کرتا ہے اور وہ مسموع

ہے لیکن وہ منع حقیقی نہیں لیکن اس پر مجازاً لفظ منع کا اطلاق کیا جاتا ہے اس طور پر جو آپ نے پہچانا ہے جیسے نقض و معارضہ یعنی جس طرح نقض و معارضہ متوجہ نہیں کیونکہ وہ دلیل جو اثبات کیلئے مذکور ہے نہ معارضہ ہے۔

تشریح :۔۔۔ قولہ واما الدعوی الخ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ دعوی پر منع حقیقی وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ متکلم نے مثلاً یہ دعوی کیا کہ جسم مرکب ہے اجزاء لایتجزی سے اور فلسفی اس پر یہ منع وارد کرے کہ وہ مجھے تسلیم نہیں۔ اس کا دو مفہوم ہو سکتا ہے ایک یہ کہ طلب مقدمہ معینہ پر ہے۔ ظاہر ہے وہ درست نہیں کیونکہ دعوی پر ابھی دلیل ہی نہیں دی گئی تو سائل مقدمہ معینہ پر دلیل کیسے طلب کریگا دوسرا یہ کہ طلب دلیل دعوی پر ہو۔ یہ بلاشبہ درست ہے لیکن وہ منع حقیقی نہیں بلکہ منع مجازی ہے اور ان میں علاقہ مشارکت کا موجود ہے۔

قولہ ای کما انہ: یعنی نقل و دعوی پر نقض و معارضہ وارد نہیں ہوتے کیونکہ وہ دونوں دلیل پر وارد ہوتے ہیں ظاہر ہے نقل و دعوی دلیل نہیں۔

وقیل انما الممنوع منع المنقول من حیث ھو منقول لعدم التزام صحتہ واما اذا التزم صحتہ فمن حیث الالتزام لیس بناقل وکلامہ لیس بنقل بھذا الاعتبار فیتوجہ علیہ المنع قال قدس سرہ فیما نقل عنہ وانت خبیر بان ھذا القول منہ یدل علی ان تفسیر المقدمۃ بما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل غیر مسلم عندہ تم کلامہ وجہ الدلالۃ ان المنقول بعد کونہ ملتزم الصحۃ لیس مما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل مع انہ یجوز ورود المنع علیہ ولا یخفی علیک انہ انما یدل علی ذلک اذا فسر المنع بطلب الدلیل علی المقدمۃ واما اذا عنی بطلب الدلیل علی ملتزم الصحۃ فلا نعم یرد علیہ ح ان یمنع المدعی ایضاً حقیقۃً ولا بعد فی التزامہ

ترجمہ :۔۔۔ (اور بعض کا قول ہے کہ منقول من حیث ھو منقول پر منع اس وقت ممنوع ہے جبکہ ناقل نے اسکی صحت کا التزام نہ کیا ہو) اور لیکن جب اسکی صحت کا التزام کیا ہو تو وہ التزام کی حیثیت سے ناقل نہیں اور ان کا کلام اس اعتبار سے نقل نہیں پس اس پر منع متوجہ ہو جائے گا ماتن قدس سرہ نے اس چیز کے متعلق فرمایا جو ان سے منقول ہے اور آپ خبر رکھتے ہیں اس بات کی کہ یہ قول قائل کا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مقدمہ کی تفسیر ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل کے ساتھ ان کے نزدیک مسلم نہیں۔ ماتن کا کلام تام ہو گیا۔ دلالت کی وجہ یہ کہ منقول اس کے ملتزم الصحۃ کے بعد ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل کے قبیل سے نہیں باوجودیکہ منع کا ورود اس پر جائز ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے جبکہ منع کی تفسیر طلب الدلیل علی المقدمۃ کے ساتھ کیجائے اور لیکن جب طلب الدلیل علی ملتزم الصحۃ کیساتھ

تفسیر کی جائے تو دلالت نہیں کرے گا۔ ہاں اس پر اس وقت یہ وارد ہوگا کہ مدعی بھی حقیقۃً ممنوع ہوگا اور اس کا التزام میں کوئی بُعد نہیں۔

تشریح — بیانہ وقیل انما الممنوع: یہ قول ہے بعض علماء کا کہ منقول من حیث ھو منقول پر منع اس وقت وارد نہیں ہوتا جبتک کہ وہ ناقل اپنے نقل میں التزام صحت کا قصد نہ کرے اور اگر ناقل نے اپنے نقل میں منقول کی صحت کا التزام کرلیا تو اب وہ محض ناقل نہ رہے گا اور نہ اس کا نقل۔ نقل محض رہے گا بلکہ التزام صحت کی وجہ سے وہ بمنزلہ مدعی ہو جائے گا۔ اب ایسی صورت میں اس پر منع وارد ہو سکے گا چنانچہ ناقل نے کہا کہ سیدنا امام شافعی کا قول ہے لاوضوء الا بالتسمیۃ پھر صحت نقل کا خیال کرتے ہوئے ناقل نے اس پر یہ دلیل بھی دیدی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے لاوضوء الالمن یذکر اسم اللہ پس ایسی صورت میں ناقل مدعی قرار پائے گا اور اس کے نقل پر منع وارد کرنا درست ہو جائیگا

قولہ[۲] قال قدس سرہٗ: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ منقول ملتزم الصحۃ پر منع حقیقی نہیں بلکہ منع مجازی وارد ہوتا ہے اسلئے کہ منع کہتے ہیں طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ کو اور مقدمہ کہتے ہیں ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل کو پس منع منقول ملتزم الصحۃ پر وارد نہ ہوگا کیونکہ منقول مقدمہ نہیں اسلئے کہ صحت دلیل مقدمہ پر موقوف ہوتی ہے منقول پر نہیں جواب اس کا ماتن کے منیہ سے یہ دیا جائے گا کہ جن کے نزدیک منقول ملتزم الصحۃ پر منع حقیقی وارد ہوتا ہے ان کے نزدیک مقدمہ کی وہ تعریف مسلم نہیں بلکہ وہ مقدمہ کی دوسری تعریف بیان کرتے ہیں۔

قولہ[۳] ولا یخفی علیک: اوپر متن میں یہ گذرا کہ مقدمہ کی اگر کوئی دوسری تعریف بیان کرتے ہے منقول ملتزم الصحۃ پر منع حقیقی وارد ہو سکے گا شرح میں یہاں اس کا رد کیا جاتا ہے کہ مقدمہ کی تعریف تبدیل کئے بغیر منع کی تعریف تبدیل کر کے منقول ملتزم الصحۃ پر منع حقیقی وارد ہوگا کیونکہ منع کی مشہور تعریف یہ ہے طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ اور اگر منع کی تعریف طلب الدلیل علی منقول ملتزم الصحۃ کے ساتھ کی جائے تو اس تعریف کی وجہ سے منقول پر منع حقیقی وارد ہو سکے گا اسلئے کہ تعریف میں مقدمہ کا تذکرہ نہیں۔

قولہ[۴] نعم یرد: ۔ یہ سوال ہے جس کا جواب ولا بعد فی التزامہ سے آگے مذکور ہے سوال یہ کہ منع کی دوسری تعریف بیان کرکے منقول پر منع حقیقی وارد ہو سکتا ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ منع حقیقی دعویٰ پر بھی وارد ہو اسلئے کہ دعویٰ میں بھی مدعی صحت دعویٰ کا قصد کرتا ہے اور وہ بھی ملتزم صحت ہوتا ہے جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دعویٰ پر منع حقیقی وارد نہیں ہوتا۔ جواب یہ کہ منع کی اس تعریف کے اعتبار سے اگر دعویٰ پر منع حقیقی کا وارد ہونا تسلیم کرلیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وقد جرت کلمتهم ای النظار علی انه ای الشان لا یجوز طلب التصحیح عند النقل والتنبیہ عند دعوی الامر البدیہی الغیر الاولی والدلیل عند دعوی الامر النظری علی المعلوم مطلقا من غیر تقیید بما اذا لم یکن المقصود معلومیتہ بوجہ اٰخر والحال ان ذلک ای عدم جواز الطلب اذا لم یکن المقصود ای مقصود السائل معلومیتہ ای ای المنقول او کلام البدیہی او النظری بطریق اٰخر

ترجمہ:۔۔۔ (اور تحقیق کہ ان لوگوں) یعنی اہل مناظرہ (کے کلام اس امر پر جاری ہے وہ) ضمیر شان ہے (جائز نہیں معلوم پر تصحیح کا مطالبہ) نقل کے وقت (اور تنبیہ کا مطالبہ) امر بدیہی غیر اولی کے دعوی کے وقت (اور دلیل کا مطالبہ امر نظری کے دعوی کے وقت (مطلقاً) بغیر مقید کئے اس کے ساتھ جبکہ اس کا معلوم ہونا کسی دوسرے طریقہ سے مقصود نہ ہو (حالیکہ وہ) یعنی مطالبہ کا جائز نہ ہونا (جبکہ مقصود نہ ہو) یعنی سائل کا مقصود نہ ہو (اس کا معلوم کرنا) یعنی منقول یا امر بدیہی یا نظری کا معلوم کرنا (کسی دوسرے طریقے سے)۔

تشریح:۔۔۔ بیانہ وقد جرت، ماقبل میں نقل و دعوی پر منع کے ورود و عدم ورود سے متعلق کلام گذرا اسلئے یہاں اُن سے متعلق ایک دوسری بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ ناقل جب کوئی نقل پیش کرے تو اس سے تصحیح نقل کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر مدعی خفی کا دعوی کرے تو اس سے تنبیہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر مدعی نظری کا دعوی کرے تو اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا اور وہ چیزیں سائل کو کبھی معلوم ہوتی ہیں تو اہل مناظرہ نے اس پر یہ اتفاق قائم کیا ہے کہ سائل ان چیزوں کا مطالبہ مطلقاً نہیں کر سکتا ورنہ وہ مجادلہ ہو جائے گا مناظرہ نہیں خلاصہ یہ کہ معلوم ہونے پر مذکورہ چیزوں کا مطالبہ مطلقاً جائز نہیں جبکہ سائل ان کو کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرنے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر سائل کو جس طرح یہ چیزیں معلوم ہیں اسکے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرنے کا قصد کرے تو سائل ان چیزوں کو معلوم کر سکتا ہے۔

قولہ من غیر تقیید: یہ فائدہ ہے متن میں مطلقاً کی قید کا جس کا حاصل یہ کہ سائل نے ان چیزوں کے معلوم کرنے کا کسی دوسرے طریقہ سے قصد کیا ہو یا قصد نہ کیا ہو بہر صورت مواخذہ جائز نہیں اور ای عدم جواز سے متن میں ذلک کے مشار الیہ کو بیان کیا گیا ہے اور ای مقصود السائل سے یہ اشارہ ہے کہ متن میں المقصود میں جو الف لام ہے مضاف الیہ کے عوض ہے اور ای منقول سے یہ اشارہ ہے کہ متن میں معلومیتہ کے اندر ضمیر مجرور کا مرجع بدلیت کے طور پر المنقول ہے اور الامر البدیہی اور النظری بھی۔

بیانہ ان ذلک، ماقبل میں ماتن قدس سرہ نے جو مذہب بیان کیا ہے وہ دوسروں کا ہے اور یہاں وہ اپنا مذہب بیان کرتے ہیں جو ان کا مختار ہے کہ معلوم ہونے پر مذکورہ چیزوں کا مطالبہ اس وقت ناجائز ہے جبکہ

سائل ان کو کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرنے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر سائل کو جس طرح یہ چیزیں معلوم ہیں اسکے علاوہ کسی اور دوسرے طریقہ سے معلوم کرنے کا قصد کیا ہو تو ان چیزوں کو معلوم کرنا سائل کیلئے جائز ہوگا۔

قیل[۱] هذا مبني على التعدد العلة الغائية للمناظرة وهو غير جائز ولا[۲] يخفى ان زيادة الايقان والعلم لا يخرج عن اظهار الصواب غاية ما في الباب ان لاظهار الصواب مراتب عنها زيادة العلم كما يشاهد[۳] في البراهين الاقليدسية كذا فيما نقل عنه وانت[۴] ان تاملت عرفت ان حقيقة الاظهار انما توجد اذا لم يكن المظهر قبل الاظهار معلوما والا يلزم اظهار الظاهر واما زيادة الايقان فان كان اثباتها بعد العلم فزيادة الظهور وليس باظهار اذ التنبيه موجب للزيادة بحسب وان كان بعد ما لم يكن معلوما كما في البراهين الاقليدسية فاظهار

ترجمہ ـــــ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ قول مبنی ہے مناظرہ کیلئے علت غائیہ کے تعدد پر اور وہ جائز نہیں اور مخفی نہ رہے کہ ایقان و علم کی زیادتی اظہار صواب سے خارج نہیں کرتی زیادہ سے زیادہ اس بات میں یہ ہے کہ اظہار صواب کے چند مراتب ہیں جن میں سے ایک زیادتی علم ہے جیسا کہ براہین اقلیدسیہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اسی طرح اس چیز میں جو اس سے منقول ہے اور اگر آپ تامل کریں تو پہچان جائیں گے کہ حقیقت اظہار پائی جاتی ہے جبکہ مظہر اظہار سے پہلے معلوم نہ ہو ورنہ ظاہر کا اظہار لازم آئے گا لیکن زیادت ایقان تو اگر اس کا اثبات علم کے بعد ہے تو زیادہ ظہور ہے اظہار نہیں کیونکہ تنبیہ زیادتی کا موجب ہے اور اگر وہ اس کے بعد ہے جو معلوم نہیں جیسے براہین اقلیدسیہ میں تو اظہار ہے۔

تشریح ـــــ **قولہ** قیل هذا: یہ سوال ہے جس کا جواب ولا یخفی الخ سے آگے مذکور ہے خلاصہ سوال کا یہ کہ سائل کا مقصود اگر کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرنا ہے تو وہ تنبیہ وغیرہ کا مطالبہ کر سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم آئے گا کہ علم مناظرہ کی علل غائیہ متعدد ہو جائیں حالانکہ ایک علم کی ایک ہی علت غائیہ ہوتی ہے کیونکہ علم مناظرہ کی ایک علت غائیہ تو اظہار صواب ہے اور دوسری یہ کہ سائل کی غرض معلوم طریقہ کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرنے کیلئے سائل کا تنبیہ وغیرہ کا مطالبہ جائز ہے۔

قولہ ولا یخفی ان زیادۃ: یہ جواب ہے سوال مذکور کا کہ سائل کی اس غرض سے علم مناظرہ کی علل غائیہ کا متعدد ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ سائل کا دوسرے طریقہ سے علم و ایقان میں زیادتی حاصل ہوتی ہے اور وہ زیادتی اظہار صواب سے الگ اور جدا نہیں بلکہ وہ بھی اظہار صواب کے افراد سے ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اظہار صواب کے چند مراتب ہیں جو مختلف طریقوں سے حاصل ہوتے ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ علم مناظرہ کی علت غائیہ صرف ایک یعنی اظہار صواب ہے

البتہ اس کے چند مراتب ہیں جن میں سے ایک زیادتی علم بھی ہے۔

قولہ لما الیناھا: یہ اس امر کی تائید ہے کہ ایک چیز کی چند مراتب ہیں چنانچہ علم اقلیدس میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ایک دلیل سے دعویٰ کا علم آجاتا ہے لیکن زیادتی علم کیلئے دوسری دلیلوں کی ضرورت پیش آتی ہے پس اس کو مختلف طریقوں سے بیان کرکے ایقان و پختگی پیدا کیا جاتا ہے۔

قولہ وانت ان تاملت: یہ رد ہے جواب مذکور کا کہ سائل کو جب مذکورہ چیزوں کا ایک طریقہ سے علم حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اس کو دوسرے طریقہ سے معلوم کرنا چاہتا ہے تو وہ ظہور ہوگا اور علم وعرفان کی زیادتی یہ ظہور کے فرد ہیں۔ اظہار کے نہیں کیونکہ ظہور وہ ہے جو پہلے سے معلوم ہو اور اظہار وہ ہے جو پہلے سے معلوم نہ ہو اور علم مناظرہ کی علت غائیہ اظہار ہے ظہور نہیں پس اگر یہ کہا جائے کہ سائل مذکورہ چیزوں کے معلوم ہونے کے باوجود کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرسکتا ہے تو وہ ظہور ہوگا اظہار نہیں پس اس سے علم مناظرہ کی علل غائیہ کا متعدد ہونا لازم نہ آیا اسلئے کہ زیادتی ظہور میں لازم آئی اظہار میں نہیں۔

ثم عطف علیٰ قولہ بیتان قولہ ولا یلزم من بطلان الدلیل بطلان المدلول لجواز ان یکون لمدلول واحد دلائل شتیٰ فبطلان واحد منہا لم یبطلہ فاذا ابطل الدلیل فلا منصب للمعلل سوے التغییر و التبدیل

ترجمہ: ——— پھر ماتن قدس سرہٗ نے اپنے قول بیتان پر عطف کیا اپنے قول کو (اور بطلان دلیل سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا کیونکہ جائز ہے مدلول واحد کیلئے مختلف دلائل ہوں پس ان میں سے ایک کا بطلان مدلول کو باطل نہیں کرتا تو جب دلیل باطل ہوگئی تو معلل کیلئے تغییر و تبدیل کے علاوہ کوئی منصب نہ رہا۔

تشریح: ——— قولہ ثم عطف: یہ بیان ہے آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا اور ساتھ ہی اس کی ترکیب بھی اور یہ بھی کہ بحث ثالث کے دو جز ہیں جن میں سے پہلا جز مکمل ہوگیا اور اب دوسرے جز کو بیان کیا جاتا ہے کہ بطلان دلیل بطلان مدلول کو مستلزم نہیں کیونکہ دلیل ملزوم ہے اور مدلول اس کا لازم اور ملزوم و لازم میں یہ کہ ملزوم کا وجود لازم کے وجود کو مستلزم ہوتا ہے لیکن ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی ضروری نہیں جس طرح انسان کے وجود سے حیوان کا وجود لازم ہوتا ہے لیکن انسان کی نفی سے حیوان کی نفی لازم نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے حیوان فرس یا حمار میں ہو لیکن امر اول یعنی ملزوم کا وجود لازم کے وجود کو مستلزم اسلئے ہے کہ ملزوم کلی اخص ہوتا ہے اور لازم اعم اور اخص کا نفی سے ظاہر ہے اعم کی نفی لازم نہیں ہوتی البتہ لازم و ملزوم دونوں میں اگر تساوی کی نسبت ہو تو اب ہر ایک کی نفی سے

کی نفی ملزوم کی نفی کو مستلزم ہے کیونکہ لازم کبھی ملزوم سے اعم ہوتا
ہے اور کبھی مساوی اور ظاہر ہے اعم مساوی کی نفی سے اخص کی نفی ہو جاتی ہے لیکن ملزوم عام کی نفی لازم خاص کی نفی کو
مستلزم نہیں اور اوپر یہ گذرا کہ دلیل ملزوم ہے اور مدلول اس کا لازم اور مدلول کی نفی سے چونکہ لازم کی نفی ضروری نہیں اسلئے
دلیل کا بطلان مدلول کے بطلان کو مستلزم نہیں کیونکہ جائز ہے مدلول واحد کیلئے متعدد دلائل ہوں کہ جن میں سے
ایک دلیل کے بطلان سے مدلول کا بطلان لازم نہیں آتا اسلئے کہ جائز ہے اسکا اثبات دوسری دلیل سے ہو۔

قولہ فاذا ابطل: یعنی سائل اگر مدلول کو دلائل سے باطل کر دے تو معلل کیلئے ضروری ہے کہ وہ مدعی میں
تغیر و تبدیل کرکے اس کو بچائے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک دلیل جب باطل ہو جائے تو مستدل کو چاہیے کہ وہ دوسری
دلیل سے استدلال پیش کرے یہ نہیں کہ دلیل جب باطل ہو جائے تو مدعی میں تغیر و تبدل پیدا کرے جواب اس کا یہ کہ دلیل سے
یہاں مراد جنس دلیل ہے جو تمام دلائل کو شامل ہے تو اگر تمام دلائل باطل ہو جائیں تو ظاہر ہے مدعی میں تغیر و تبدل
کرنا لازم و ضروری ہو گا۔

البحث الرابع منع مقدمة معينة من الدليل او اكثر و حينئذ يكون اكثر من منع واحد صريحة صفة مقدمة
او خبر كان المحذوف او ضمنية يكون بناء الكلام عليه صفة مقدمة او اكثر و تذكير الضمير اما باعتبار
لفظ الاكثر او بتاويل كل واحد منهما او بالنظر الى ان المقدمة عبارة عما يتوقف عليه صحة الدليل جائز
خبر قوله منع و ايراد هذا الكلام لدفع توهم انه لا يجوز لان تلك المقدمة ليست بجزء الدليل
والمشهور ان المقدمة جزء الدليل وانما يجوز لان المقدمة على ما مر تفسيرها اعم من جزء الدليل

ترجمہ: ــــــ (چوتھی بحث منع کرنا دلیل کے ایک مقدمہ کا یا زیادہ مقدمات کا) اور اس وقت وہ منع واحد سے
زیادہ ہوگا (خواہ صریحہ ہو) صفت ہے مقدمہ کی یا خبر ہے کان محذوف کی (یا ضمنیہ جس پر دلیل کا مدار ہو) صفت ہے مقدمہ کی یا
اکثر کی اور ضمیر کو مذکر لانا باعتبار لفظ اکثر ہے یا بتاویل کل واحد ہے یا اس امر کی طرف نظر کرکے ہے کہ مقدمہ نام ہے ما یتوقف علیہ
صحۃ الدلیل کا (جائز ہے) خبر ہے ماتن قدس سرہ کے قول منع کی اور اس کلام کو لانا اس وہم کو دفع کرنے کیلئے ہے کہ وہ جائز
نہیں کیونکہ وہ مقدمہ دلیل کا جزء نہیں اور مشہور ہے یہ کہ مقدمہ جزء ہے دلیل کا اور وہ جائز ہے کیونکہ مقدمہ اس طور پر
کہ اسکی تفسیر گذری عام ہے جزء دلیل سے۔

تشریح: ــــ بیانہ البحث الرابع: تیسری بحث جب مکمل ہو گئی تو اب چوتھی بحث کو بیان کیا
جاتا ہے کہ ما قبل میں منع کی کچھ تفصیل گذری اب اس بحث میں منع سے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ منع کبھی دلیل

کے کسی ایک معین مقدمہ پر وارد ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد مقدموں پر پس اگر ایک سے زائد مقدموں پر منع وارد ہو تو وہ ایک منع نہیں بلکہ چند منع ہوں گے پھر ایک مقدمہ یا اکثر مقدمہ عام ہے صراحۃً ہو یا ضمناً اسپر منع جائز ہے مگر منع اس وقت وارد ہوگا جبکہ اس مقدمہ پر دلیل کی صحت یا کلام موقوف ہو۔

قولہ[۲] یکون۔ یعنی منع اگر ایک سے زائد مقدموں پر وارد ہو تو اس وقت منع ایک نہیں بلکہ چند ہو جائیں گے اور متن میں صریحۃً او ضمنیۃً ترکیب میں صفت واقع ہے مقدمۃ کی یا خبر ہے کان محذوف کی اور یکون بناء الکلام بھی صفت ہے مقدمہ کی یا لفظ اکثر کی۔

قولہ[۳] تذکیر الضمیر۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن میں بناء الکلام علیہ میں علیہ کی ضمیر مجرور مذکر ہے جس کا مرجع مقدمہ کو قرار دیا گیا ہے جو مونث ہے حالانکہ راجع تذکیر و تانیث میں مرجع کے مطابق ہوتا ہے جواب اسکے تین ہیں ایک یہ کہ ضمیر کو مذکر لفظ اکثر کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے اور لفظ اکثر ظاہر ہے مذکر ہے دوسرا یہ کہ ماقبل میں چونکہ دو چیزیں مذکور ہیں ایک مقدمہ اور دوسری اکثر من المقدمۃ اسلئے کل واحد کی تاویل میں ضمیر کو مذکر بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا یہ کہ مقدمہ کو جو ضمیر کا مرجع قرار دیا گیا ہے وہ اس کے معنی کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس کا معنی ہے مایتوقف علیہ صحۃ الدلیل اور ظاہر ہے اس میں مایتوقف مذکر ہے۔

قولہ[۴] ایراد ھذا الکلام۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ منع جیسا کہ گذرا کہ وہ مقدمہ معینہ پر وارد ہوتا ہے اور مشہور ہے مقدمہ دلیل کا جزء ہوتا ہے تو جو مقدمہ دلیل کا جزء نہ ہو بلکہ اس کی شرط یا قید ہو اور مقدمہ ضمناً ہو تو اس پر منع وارد ہونا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں۔ جواب یہ کہ جس مقدمہ پر کلام کا مدار ہے وہ عام ہے کہ دلیل کا جزء ہو یا شرط ہو یا قید ہو۔ مقدمہ خواہ ایک ہو یا زیادہ۔ صریح ہو یا ضمنی۔ بہر تقدیر اس مقدمہ پر منع کا ورود جائز ہوگا جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔

و منع المعلوم مطلقاً[۱] ای من کل وجہٍ مکابرۃٌ لا تسمع دون منع الخفی ای البدیھی الذی فیہ خفاء و دون[۲] منع مقدمۃ التنبیہ فانہ[۳] ای کل واحدٍ من منع البدیھی بمنع طلب التنبیہ علیہ و منع مقدمۃ التنبیہ بمعنی طلب الدلیل او التنبیہ علیھا بجوز تجوزاً لما عرفت من ان المنع حقیقۃً طلب الدلیل علی مقدمۃٍ معینۃٍ من الدلیل و العلاقۃ کونہٗ کل جزئیاً لمطلق الطلب۔

ترجمہ:۔ (اور مطلقاً) یعنی ہر اعتبار سے (منع معلوم کا مقدمہ مکابرہ ہے) جو مسموع نہیں (نہ کہ منع خفی کا) یعنی اس بدیہی کا جس میں خفا ہے (اور نہ منع مقدمہ تنبیہ کا کیوں کہ وہ) یعنی ہر ایک منع بدیہی بمعنی طلب

التنبیہ اور منع مقدمۃ التنبیہ یعنی طلب الدلیل او التنبیہ علیہا میں سے (بطور مجاز جائز ہے) اس طور پر جو آپ نے بیان کیا
منع حقیقۃً دلیل کے مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا ہے اور علاقہ ہر ایک کا جزئی ہونا ہے مطلق طلب کیلئے

تشریح:— بیانہ[۱] منع العلوم۔ یعنی نقل بدیہی خفی اور نظری مجہول جب سائل کو ہر لحاظ سے معلوم
ہوں تو سائل کا منع مناظرہ نہیں بلکہ مکابرہ کہلائے گا جو مسموع نہیں۔

قولہ[۲] دون۔ لفظ منع کی تقدیر سے یہ اشارہ ہے کہ مضاف یہاں محذوف ہے اور ای البدیہی
خفی کے معنی کو بیان کیا گیا ہے کہ خفی وہ بدیہی ہے جس میں خفا واقع ہو۔ خلاصہ یہ کہ دعوی بدیہی خفی ہو اور بدیہی خفی پر تنبیہ
ہو تو تنبیہ کے کسی مقدمہ پر منع جائز ہے لیکن وہ منع حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوگا اسلئے کہ منع حقیقی کہتے ہیں طلب الدلیل علی
مقدمۃ معینۃ کو اور یہاں چونکہ نہ تو دلیل ہے اور نہ مقدمہ معینہ اسلئے بدیہی خفی یا تنبیہ پر منع حقیقی وارد نہ ہوگا۔

بیانہ[۳] فانہ۔ یہ دلیل ہے دعوی مذکور کی کہ مقدمہ خفی اور مقدمہ تنبیہ کا منع مکابرہ نہیں ہوتا اسلئے کہ وہ منع بطور
مجاز جائز ہے شرح میں لام عرفت سے مجاز کی علت بیان کی گئی ہے کہ منع حقیقت میں طلب الدلیل علی مقدمۃ کو کہا جاتا ہے
اور یہاں پر نہ تو دلیل ہے اور نہ مقدمہ معینہ تو منع حقیقی بدیہی خفی یا تنبیہ پر وارد نہ ہوگا۔

قولہ[۴] ای کل واحد۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ انہ میں ضمیر مفرد ہے جس کا مرجع ماقبل میں دو چیزوں کو
قرار دیا گیا ہے ایک دون منع الخفی البدیہی یعنی طلب التنبیہ کو اور دوسرا منع مقدمۃ التنبیہ یعنی طلب الدلیل او التنبیہ کو پس
راجع مرجع کے مطابق نہیں کیونکہ راجع مفرد ہے اور مرجع مثنی جبکہ راجع کا مرجع کے مطابق ہونا ضروری ہے پس متن میں
انہ کے بجائے انہما کہنا چاہیئے تھا۔ جواب یہ کہ مرجع اگرچہ دو ہیں لیکن وہ کل واحد کی تاویل میں مفرد ہے لہذا راجع مرجع
کے مطابق نہیں۔

قولہ[۵] والعلاقۃ کون: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ معنی حقیقی و مجازی کے درمیان علاقہ کا ہونا ضروری ہے اور
وہ علاقہ یہاں کیا ہے؟ جواب یہ کہ دونوں کے درمیان علاقہ موجود ہے اور وہ مطلق طلب کیلئے جزئی ہونا ہے۔

و منع[۱] المقدمۃ مرتباً فی الذکر علی منع مقدمۃ اخری علی تقدیر التسلیم ای تسلیم المقدمۃ الاخری
سواء کان بمنع المقدمۃ المتقدمۃ اولاً والمؤخرۃ ثانیاً او بالعکس سواء کان المنع المذکور فی
التردیدات کما اذا قال[۲] المعلل لا یخلو اما ان یکون ھذا و ذلک فان کان ھذا فکذا وان
کان ذلک فکذلک فیقول السائل لا نسلم انہ ان کان ھذا فکذا وان سلمناہ فلا نسلم
انہ ان کان ذلک فکذلک او یقول بالعکس بان یقول لا نسلم انہ ان کان ذلک فکذلک و

ان سلم فلا منع انه ان کان ھذا فکذا ۔

ترجمہ ——— (اور منع مقدمہ) اس حال میں کہ وہ مرتب ہو ذکر میں (کسی دوسرے مقدمہ پر تسلیم کی تقدیر پر) یعنی دوسرے مقدمہ کی تسلیم کی تقدیر پر عام ہے پہلے مقدمہ کو اولاً اور دوسرے مقدمہ کو ثانیاً منع کرے ہو یا اس کا برعکس ہو (عام ہے وہ) منع مذکور (تردیدات میں ہو) جیسے جب معلل کہے کہ خالی نہیں آیا وہ یہ ہوگا یا وہ تو اگر یہ ہے تو وہ ہوگا اور اگر وہ ہے تو ایسا ہوگا تو سائل کہے گا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر یہ ہے تو وہ ہوگا اور اگر ہم اسکو تسلیم کریں تو یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اگر وہ ہے تو اس طرح ہوگا یا اس کے برعکس بایں طور کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر وہ ہے تو ایسا ہوگا اور اگر تسلیم کیا جائے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر وہ یہ ہوگا تو وہ ایسا ہوگا ۔

تشریح :— بیانہ منع المقدمۃ :۔ ماقبل میں یہ جو کہا گیا کہ منع کبھی ایک مقدمہ پر وارد ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد مقدموں پر اور جو منع ایک سے زائد مقدموں پر وارد ہو تو وہ ایک نہیں بلکہ چند منع ہوں گے اور وہ چند منع کبھی مرتب ہوتے ہیں اور کبھی غیر مرتب پھر مرتب کبھی تردیدات میں ہوتا ہے اور کبھی تردیدات کے علاوہ میں اور وہ بطور تسلیم ہوگا یعنی یہ کہ سائل یا مانع اگر پہلے مقدمہ پر منع وارد کرے تو دوسرے مقدمہ کو تسلیم کرے گا اور اگر دوسرے مقدمہ پر منع وارد کرے تو پہلے مقدمہ کو تسلیم کرے گا خلاصہ یہ کہ مانع کو اختیار ہوگا کہ وہ پہلے مقدمہ پہ منع وارد کرے یا دوسرے مقدمہ پر بہر حال وہ جس مقدمہ پر بھی منع وارد کرے تو اس کو دوسرے مقدمہ کو تسلیم کرنا لازم و ضروری ہوگا ۔

قولہ مرتباً فی الذکر : یہ آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ترکیب کا بیان ہے کہ آنیوالی عبارت حال واقع ہے المقدمۃ سے اور ای تسلیم المقدمۃ سے یہ اشارہ ہے کہ متن میں التسلیم کے اندر جو الف لام ہے وہ مضاف الیہ یعنی المقدمۃ الاخریٰ کے عوض ہے اور المنع المذکور سے کان فعل ناقص کے رسم کو بیان کیا گیا ہے ۔

قولہ کما اذا قال :۔ ماقبل میں منع کی چونکہ دو صورتیں گذریں ایک یہ کہ منع کبھی تردیدات میں ہوتا ہے اور کبھی تردیدات کے علاوہ میں اسلئے یہاں پہلی صورت کی مثال بیان کی جاتی ہے کہ معلل نے مثلاً دلیل دیتے ہوئے یہ کہا کہ اما ان یکون ہذا او ذاک یعنی اما ان یکون العالم حادثاً او قدیماً فان کان ھکذا فکذا یعنی فان کان العالم حادثاً ثبت المدعیٰ وان کان ذلک فکذلک یعنی ان کان قدیماً فکان محالاً پس یہ دلیل تردیدات میں ہوگی جو دو جزوں پر مشتمل ہے جن میں سے ایک جزو فان کان ھکذا فکذا ہے اور دوسرا جزو فان کان ذلک فکذلک ہے تو مانع اس پر اس طرح منع وارد کریگا کہ ہم تسلیم نہیں کہ ان کان ھکذا فکذا اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو یہ تسلیم نہیں کہ ان کان ذلک فکذلک ہے یا مانع اس طرح منع وارد کرے گا کہ یہ تسلیم نہیں کہ ان کان ذلک فکذلک اور اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ تسلیم نہیں کہ ان کان ھذا فکذا ۔

متن

او لا یکون فیہا کما قیل العالم متغیر و کل متغیر حادث فیقول لا نسلم ان العالم متغیر و ان سلمنا ذلک لکن لا نسلم ان کل متغیر حادث او یقول بالعکس ولکن کون ذلک المنع علی تقدیر التسلیم قد یکون بطریق الوجوب کما اذا کان المنع الثانی مبنیاً علی تقدیر التسلیم کما اذا قال التغیر فی العالم موجود فلا بدّ من حدوثہ فیقول لا نسلم ان التغیر فی العالم موجود و ان سلمنا ذلک لکن لا نسلم کونہ ضروری الحدوث علی ذلک التقدیر فالمنع الثانی مبنی علی تقدیر تسلیم الاول و الا لم یتوجہ کما لا یخفی

ترجمہ:۔ —— (یا تردیدات میں نہ ہو) جیسا کہ کہا جائے العالم متغیر و کل متغیر حادث تو کہے گا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ عالم متغیر ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہے یا اس کا برعکس کہے اور لیکن اس منع کا تسلیم کی تقدیر پر ہونا کبھی بطور وجوب ہوتا ہے جیسا کہ جب منع ثانی تسلیم کی تقدیر پر مبنی ہو چکا تو جب کوئی کہے کہ عالم میں تغیر موجود ہے تو ضروری ہے اس کا حادث ہونا تو کہے گا ہم تسلیم نہیں کرتے کہ عالم میں تغیر موجود ہے اور اگر ہم اس کو تسلیم کرلیں لیکن ہم اس تقدیر پر ضروری الحدوث ہونا تسلیم نہیں کرتے تو منع ثانی تسلیم اولی کی تقدیر پر مبنی ہے ورنہ متوجہ نہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں۔

تشریح:۔ بیانہ او لا: یہ بیان ہے شق ثانی کا کہ منع مرتب بطور تسلیم تردیدات میں نہ ہو۔ وہ مثلاً یہ کہ معلل جب یہ کہے کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث تو سائل کہے گا کہ پہلا مقدمہ یعنی العالم متغیر کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو دوسرا مقدمہ یعنی کل متغیر حادث کو تسلیم نہیں کرتے یا اس کا برعکس کہے کہ دوسرے مقدمہ کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو پہلا مقدمہ کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ منع مرتب غیر تردیدات اسلئے ہے کہ اسمیں کلمہ تردید اما اور او مذکور نہیں۔

قولہ[۲] لکن کون ذلک:۔ متن میں آگے جو علی تفاوت مذکور ہے اس عبارت سے اسکی تفصیل بیان کیجاتی ہے کہ منع مرتب میں تسلیم کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی مستحسن۔ واجب اس وقت ہوتی ہے جبکہ دوسرے مقدمہ پر منع پہلے مقدمہ کے تسلیم کرنے پر موقوف ہو اور مستحسن اس وقت ہوتی ہے جبکہ دوسرے مقدمہ پر منع وارد کرنا پہلے مقدمہ کے تسلیم کرنے پر موقوف نہ ہو۔

قولہ[۳] کما اذا قال:۔ یہ مثال ہے اسکی کہ منع ثانی کیلئے مقدمہ اولی کو تسلیم کرنا اس وقت واجب ہے جبکہ منع ثانی موقوف ہو مقدمہ اولی کی تسلیم پر مثلاً کسی معلل نے عالم کے حادث ہونے پر اس طرح دلیل

دیا کہ عالم میں تغیر موجود ہے اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے لہذا عالم کا حادث ہونا بدیہی ہوگا تو سائل اس کو اس طرح منع وارد کرے گا کہ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ عالم میں تغیر موجود ہے اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ تسلیم نہیں کہ حدوث عالم کو اس تقدیر پر بدیہی مانا جائے اور حدوث عالم کو بدیہی نہ ماننا اور نظری ماننا اس وقت ہوگا جبکہ مانع یہ تسلیم کرے کہ عالم میں تغیر موجود ہے پس دوسرے مقدمہ پر منع کا ورود پہلے مقدمہ کو تسلیم کرنے پر موقوف ہوا جس سے یہ معلوم ہوا کہ تسلیم واجب ہے ورنہ منع وارد نہ ہو سکے گا۔

وقد یکون بطریق الاستحسان وھواذا لم یکن المنع مبنیاً کما سلف مثالہ وھذا معنی قولہ قدس سرہٗ علی تفاوت ای کائن علیہ وبما ذکرنا من معنی الکلام ظہر ان قولہ منع المقدمۃ مبتدأ وقولہ علی منع ظرف مستقر حال منہ وقولہ علی تقدیر التسلیم حال متداخلۃ وقولہ علی تفاوت خبرہ فافھم ھذا الکلام فانہ من مزال الاقدام

ترجمہ:۔ اور کبھی وہ بطور احسان ہوتا ہے اور وہ جبکہ منع مبنی نہ ہو جیسا کہ اس کی مثال گذری اور معنی ہے ماتن قدس سرہٗ کے قول کا (تفاوت پر ہے کہ کبھی واجب ہوگا اور کبھی جائز) یعنی اس پر ہوگا جو ہم نے کلام کے معنی کو بیان کیا ظاہر ہے کہ ماتن کا قول منع المقدمۃ مبتدا ہے اور ان کا قول علی منع ظرف مستقر ہے اس سے حال ہے اور یہ ماتن کا قول علی تقدیر التسلیم حال متداخلہ ہے اور ان کا قول علی تفاوت اس کی خبر ہے تو آپ اس کلام کو سمجھیں کیوں کہ وہ قدموں کے پھسلن کی جگہوں میں سے ہے۔

تشریح:۔ قولہ وقد یکون بطریق: یہ وہ صورت ہے کہ دوسرے مقدمہ پر منع وارد کرنے کیلئے پہلے مقدمہ کو تسلیم کرنا مستحسن ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ دوسرے مقدمہ پر منع وارد کرنا پہلے مقدمہ کے تسلیم کرنے پر موقوف نہ ہو جیسا کہ العالم متغیر وکل متغیر حادث میں سائل اگر دلیل کے پہلے مقدمہ پر منع وارد کرے پھر اسکو تسلیم کرکے دوسرے مقدمہ پر منع وارد کرے تو مستحسن و بہتر ہے اور اگر پہلے مقدمہ کو تسلیم کئے بغیر بھی اگر دوسرے مقدمہ پر منع وارد کرے تو بھی جائز ہے۔

قولہ ھذا معنی قولہ۔ یعنی اوپر جو یہ صورت گذری وہ متن میں علی تفاوت کی تفصیل ہے کہ منع مذکور تفاوت کی تفصیل ہے کہ منع مذکور تفاوت پر ہے یعنی کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی جائز۔ واجب اس وقت ہوتا ہے جبکہ منع ثانی موقوف ہو مقدمۂ اولیٰ کی تسلیم پر اور جائز اس وقت ہوتا ہے جبکہ منع ثانی موقوف نہ ہو مقدمۂ اولیٰ کی تسلیم پر

قولہ ای کائن علیہ: یہ متن میں علی تفاوت کے متعلق کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کا متعلق کائن ہے اصل

عبارت یہ ہے منع المقدمۃ کائن علی تفاوت اور علیہ میں ضمیر مجرور کا مرجع تفاوت ہے اور وہ اگرچہ بظاہر مونث معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقۃً مذکر ہے کیونکہ وہ مصدر ہے باب تفاعل کا۔

قولہ ظہران قولہ. ترکیب متن کی چونکہ بظاہر دشوار معلوم ہوتی تھی اسلئے یہاں اس ترکیب کو بیان کیا جاتا ہے کہ منع المقدمۃ مبتدا ہے اور علی منع مقدمۃ اخریٰ ظرف مستقر ہے جو مرتب کے ساتھ متعلق ہوکر منع المقدمۃ سے حال واقع ہے اور علی التقدیر التسلیم حال متداخلہ ہے مرتباً کی ضمیر مستتر سے اور حال متداخلہ وہ ہے جو ماقبل کے حال کے ضمیر مستتر سے حال واقع ہوتا ہے اور علی تفاوت کا متعلق کائن ہے جو مبتدا کی خبر واقع ہے۔

وقد لا یضر المنع بان یکون انتفاء تلک المقدمۃ مستلزما لمطلوبہ الذی یستدل علیہ بالدلیل الذی ھو یتوقف علیھا فللمعلل فی جواب ذلک المنع ان یردد ویقول ان کانت المقدمۃ الممنوعۃ ثابتۃ فی نفس الامر فیتم الدلیل والا وان لم تکن ثابتۃ فالدعوی ثابتۃ علی ذلک التقدیر ای علی تقدیر عدم ثبوتھا ایضا

ترجمہ: ــــ (اور منع کبھی ضرر نہیں دیتا) بایں طورکہ اس مقدمہ کا انتفاء مستلزم ہے اس کے مطلوب کو جسپر اس دلیل سے استدلال پیش کیا جاتا ہے جوکہ وہ اس مقدمہ پر موقوف ہے (تو معلل کیلئے) اس منع کے جواب میں (یہ ہے کہ تردید کرے گا اور کہے گا کہ اگر مقدمہ) ممنوعہ نفس الامر میں (ثابت ہے تو دلیل تام ہوگی ورنہ) یعنی اگر وہ ثابت نہیں (تو دعویٰ ثابت ہے اس تقدیر پر) یعنی اس کے عدم ثبوت کی تقدیر پر (بھی)

تشریح: ــــ بیانہ قد لا یضر: یعنی معلل جب مدعیٰ پر دلیل دے اور مانع اس پر منع وارد کرے تو وہ منع معلل کیلئے ضرر رساں اور نقصان دہ ثابت ہوگا اسلئے کہ معلل کو اثبات مدعیٰ کیلئے آیا دوسری دلیل دینی پڑیگی یا مانع کا دفاع کرنا پڑے گا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مانع معلل کیلئے ضرر رساں نہیں ہوتا بلکہ وہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

قولہ بان یکون: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ منع جو کبھی معلل کیلئے ضرر رساں ثابت نہیں ہوتا اسکی صورت کیا ہے؟ جواب یہ کہ صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی نے جس دلیل سے اثبات مدعیٰ پر دلیل پیش کیا ہے اس کا ایک مقدمہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس پر صحت دلیل موقوف ہے پس اس مقدمہ پر منع کا وارد ہوا اور اس کا انتفاء ثبوت مدعیٰ کو مستلزم ہوگا پس دلیل کے ایسے مقدمہ پر منع کا وارد ہونا ضرر رساں نہ ہوا بلکہ وہ مفید ثابت ہوا۔

بیانہ فللمعلل : یعنی معلل ایسے سائل کا جواب تردید کے ساتھ دے گا اور وہ اس طرح کہے گا کہ

مقدمہ نفس الامر میں ثابت ہے یا نہیں اور اگر ثابت ہے تو دلیل تام اور مدعیٰ ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ مقدمہ

ممنوعہ نفس الامر میں ثابت نہیں تو اسکی نفی سے مدعیٰ ثابت ہو جائے گا۔

قولہ فی جواب ذلک المنع : اس تقدیر عبارت سے جواب ہے اس سوال کا کہ معلل جو تردید کرے گا وہ کس

چیز میں ہے تو جواب دیا گیا کہ وہ منع مذکور کے جواب میں تردید کرے گا اور لفظ ممنوعہ سے اس امر کی وضاحت مقصود ہے کہ

جو چیز ثابت ہوگی ضروری ہے وہ پہلے ممنوع ہو اور ان لم تکن ثابتہ سے لفظ الا کی اصل عبارت کو بیان کیا گیا ہے اور

ای علی تقدیر عدم سے یہ اشارہ ہے کہ التقدیر میں جو الف لام ہے مضاف الیہ کے عوض ہے۔

کما اذا قال المعلل فی اثبات حدوث الاعیان الثابتۃ انہا متغیرۃ وکل متغیر لا یخلو عن الحوادث

وکل ما ھو کذلک فھو حادث اما کونہا متغیرۃ فظاھر واما کون کل متغیر محلاً للحوادث فلان

التغیر انما ھو انتقال الشیء من حالۃ الی حالۃ اخری وتلک الاخری حادثۃ لانہا وجدت فیہ بعد ما لم

تکن موجودۃ ثم تلک الاخری قائمۃ بذلک الشیء المتغیر لامتناع قیام الصفۃ بدون موصوفہا فیکون

ذلک الشیء المتغیر محلاً للحوادث فان الشیء عند کل تغیر وانتقال یکون محلاً لحادث لم یکن

ھو محلہ واما ان کل ما لا یخلو عن الحوادث فھو حادث فلان الاعیان الثابتۃ لا یخلو عن

الحرکۃ والسکون وھما حادثان

ترجمہ : — جیسا کہ جب معلل کہے اعیان ثابتہ کا حدوث کے اثبات میں کہ وہ متغیر ہیں اور ہر متغیر حوادث سے

خالی نہیں اور ہر وہ امر جو اس طرح ہو وہ حادث ہے لیکن ان کا متغیر ہونا ظاہر ہے لیکن ہر متغیر کا محل حوادث ہونا اسلئے

ہے کہ تغیر وہ شئی کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ہے اور وہ دوسری حالت حادث ہے اسلئے

کہ وہ اس میں موجود ہوئی بعد اس چیز کے موجود نہ تھی پھر وہ دوسری حالت قائم ہے اس شئی متغیر کے ساتھ کیونکہ صفت کا

قیام اس کے موصوف کے بغیر محال ہے پس وہ شئی متغیر محل حوادث ہے کیونکہ شئی ہر تغیر و انتقال کے وقت محل حادث

ہوتی ہے حالاں کہ وہ اس کا محل نہیں اور لیکن ہر وہ امر جو حوادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہے کیونکہ اعیان ثابتہ

حرکت وسکون سے خالی نہیں اور وہ دونوں حادث ہیں۔

تشریح : — قولہ کما اذا قال المعلل : یہ مثال ہے اس امر کی کہ منع معلل کبھی بھی ضرر رساں نہیں

ہوتا تو معلل سائل کا جواب تردید کے ساتھ دے گا چنانچہ معلل یہ دعوی کرے کہ اعیان ثابتہ یعنی جواہر کا حدوث

ثابت ہے اور اسپر اس طرح دلیل دے کہ الجواہر متغیرۃ وکل متغیر لا یخلو عن الحوادث وکل ما لا یخلو عن الحوادث فہو حادث فالجواہر حوادث۔ اس قیاس میں اگرچہ تین قضیے ہیں لیکن وہ حقیقت میں دو قیاس ہیں اول دو نوں قضیے قیاس اول کے صغری وکبری ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ دوسرے قیاس کا صغری ہوگا اور تیسرا قضیہ اس کا کبری ہوگا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جواہر حادث ہیں۔

قولہ اما کونہا متغیرۃ ۔ یعنی اسمیں قیاس اول کا صغری چونکہ ظاہر ہے اسلئے اس کی دلیل بیان نہیں کی گئی البتہ اس کا کبری چونکہ نظری ہے اسلئے اس کی دلیل بیان کی جاتی ہے کہ جواہر جو حوادث سے خالی نہیں وہ حوادث کا محل ہیں چونکہ جواہر کا متغیر ہونا ظاہر ہے کیونکہ متغیر ہونا کسی شئی کا ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف منتقل ہونیکو کہا جاتا ہے تو اب یہ دوسری حالت حادث ہوئی اسلئے کہ متغیر ہونا کسی شئی کا انتقال کے وقت دوسری حالت کیطرف منتقل ہونیکو کہا جاتا ہے تو اب یہ دوسری حالت حادث ہوئی اسلئے کہ شئی کے انتقال کے وقت دوسری حالت میں آنا اس امر کا ثبوت ہے کہ انتقال سے پہلے دوسری حالت نہیں تھی بلکہ انتقال کے بعد موجود ہوئی اور جو چیز پہلے موجود نہ ہو بعد میں وجود میں آئے تو وہ حادث ہوگی پس حالت آخری حادث ہوئی۔ کیونکہ حالت آخری صفت ہے اور صفت موصوف کے بغیر نہیں پائی جاتی پس یہ حالت شئی متغیر کے ساتھ قائم ہوگی اور یہی شئی متغیر جوہر اور محل حوادث ہے پس ثابت ہوا کہ جواہر حوادث کا محل ہیں۔

قولہ واما ان کل ما لا یخلو : یہ کبری ہے دوسری دلیل کا جو نظری ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو محل حوادث ہو وہ حادث اسلئے ہوتا ہے کہ اعیان ثابتہ یعنی جواہر حرکت وسکون سے خالی نہیں یعنی وہ ان دونوں سے متصف ہیں اور حرکت وسکون ظاہر ہے دونوں حادث ہیں پس جس کو وہ دونوں متصف ہوں وہ بھی حادث ہوگا

وبیان عدم الخلو ان الاعیان لا تخلو عن الکون فی حیز فان کانت من حیث کونہا فی ذلک الحیز الان مسبوقۃ بکون آخر فیہ فہی ساکنۃ وان لم تکن مسبوقۃ بکون آخر فیہ بل بکون فی حیز آخر فمتحرکۃ ویقول المانع لا نسلم ذلک الانحصار لم لا یجوز ان لا یکون مسبوقۃ بکون آخر اصلا کما فی آن الحدوث فح تکون خالیۃ عن الحرکۃ والسکون کلیہما فللمعلل ح ان یرد ویقول اما ان یکون الانحصار ثابتا اولا فان کان ثابتا فقد تم الدلیل والا یلزم ثبوت المطلوب وہو حدوث الاعیان لانہ اذا لم یکن الشئ مسبوقا بکون آخر فلا شک فی حدوثہ

ترجمہ:— اور عدم خلو کا بیان یہ کہ اعیان کون فی حیز سے خالی نہیں پس اگر وہ اس حیثیت سے ہے کہ

وہ اس وقت اس حیز میں مسبوق ہے کون آخر کے ساتھ تو وہ ساکن ہے اور اگر وہ کون آخر کے ساتھ مسبوق نہیں بلکہ
حیز آخر میں ہے تو متحرک ہے اور مانع کہے گا کہ ہم اس انحصار کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ کون آخر کے ساتھ
کبھی بھی مسبوق نہ ہو جس طرح آن حدوث میں ہے پس وہ اس وقت حرکت و سکون دونوں سے خالی نہیں پس معلل کیلئے
یہ اس وقت ہے کہ وہ تردید کرے اور کہے کہ انحصار آیا ثابت ہے یا نہیں پس اگر ثابت ہے تو دلیل تام ہو گئی ورنہ مطلوب
کا ثبوت لازم آئے گا اور وہ اعیان کا حادث ہونا ہے کیونکہ جب شئی کون آخر کے ساتھ مسبوق نہ ہو تو اس کے حادث ہونے
میں کوئی شک نہیں۔

تشریح:۔۔۔ قولہ[۱] بیان عدم الخلو یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اعیان ثابتہ حرکت و سکون سے خالی
نہیں کیونکہ اعیان ثابتہ کا کسی نہ کسی حیز میں ہونا ضروری ہے اسلئے کہ وہ جس حیز میں موجود ہیں اس آن سے پہلے اس حیز
میں موجود تھے یا نہیں۔ اگر اس آن سے پہلے بھی اسی حیز میں موجود تھے تو وہ متحرک ہے کیونکہ ایک حیز میں دو کون کا دو آن
میں ہونا سکون کہلاتا ہے دو حیز میں دو کون کا دو آن میں ہونا حرکت کہلاتا ہے۔

قولہ[۲] یقول المانع، یعنی مانع معلل کی اس دلیل پر منع وارد کر سکتا ہے کہ ہم آپ کے حصر مذکور کو تسلیم
نہیں کرتے کہ اعیان ثابتہ جس حیز میں موجود ہیں وہ اس آن سے پہلے اس حیز میں موجود تھے کیونکہ ممکن ہے وہ اس آن
سے پہلے نہ اس حیز میں موجود ہوں اور نہ کسی دوسری حیز میں مثلاً آن حدوث یعنی بوقت پیدا ہونے اعیان کے اس
آن میں نہ اس حیز میں موجود ہیں اور نہ کسی دوسری حیز میں پس لازم نہیں آئے گا کہ اعیان اگر متحرک نہ ہوں تو ساکن ہو جائیں۔

قولہ[۳] فللمعلل، یعنی معلل مانع کا جواب تردید کے ساتھ دے گا کہ اگر حصر تسلیم کر لیا جائے کہ اعیان ثابتہ
ساکن ہوں گے یا متحرک تو دلیل مکمل ہو جائے گی اور اگر حصر تسلیم نہ کیا جائے تو بھی مطلوب مدعی ثابت ہو جائے گا کیونکہ
آپ نے خود یہ تسلیم کیا ہے کہ اعیان ثابتہ اس آن سے پہلے اس حیز میں موجود نہ تھے اور اب اس حیز میں موجود ہیں

یہی حدوث ہے پس لازم آیا کہ اعیان ثابتہ حادث ہیں۔

ا؎ ـــــ وقیلَ بخلافہ ایضاً یعنی اَنَّ بعضہم قالوا لیس للمعللِ ان یقول ذٰلک بل لا بد لہ من اثباتِ المقدمۃ
الممنوعۃ او التغییر الیٰ دلیلٍ آخر فانہ ادعی اثبات الحکم بالدلیل ولا یتحقق ذٰلک الا بذٰینک الطریقین
وما ؎ اختار المصنفُ ھو الاظہر لانَّ المقصدَ الاصلی من اثباتِ المقدمۃ ثبوتُ المطلوبِ فمتی ثبتَ بدونہ
لاحاجۃَ الیہ والیہ اشار بقولہ قیلَ ـــــ

ترجمہ: ـــــ (اور اسکے خلاف بھی کہا گیا ہے) یعنی بعض لوگوں نے کہا کہ معلل کیلئے یہ کہنا جائز نہیں بلکہ اس

کیلئے مقدمہ ممنوعہ کا اثبات ضروری ہے دوسری دلیل کی طرف تغیر کرنا کیونکہ وہ دلیل سے اثبات حکم کا دعوی کیا ہے اور وہ صرف ان ہی دونوں طریقوں سے متحقق ہیں۔ اور مصنف نے جس کو اختیار فرمایا وہ اظہر ہے کیونکہ اثبات مقدمہ سے مقصود اصلی ثبوت مطلوب ہے تو جب اس کے بغیر ثابت ہے تو اب اس کی کوئی ضرورت نہیں اور اسی طرف ماتن قدس سرہ نے اپنے قول قیل سے اشارہ فرمایا۔

تشریح:۔ بیانہ وقیل بخلافہ، اوپر یہ گذرا کہ مقدمہ ممنوعہ کی نفی اگر مطلوب کو مستلزم ہو تو وہ منع مضر نہیں دے گا اور یہ بھی گذرا کہ معلل اس کا جواب تردید کے ساتھ دے گا اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ معلل جو تردید کے ساتھ جواب دے گا اسمیں اختلاف ہے اکثر لوگوں نے کہا جسمیں ماتن قدس سرہ بھی ہیں کہ معلل تردید کے ساتھ جواب دے گا جیسے مذکور ہوا اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ معلل تردید کے ساتھ جواب نہیں دے گا بلکہ وہ یا تو مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرے گا یا دلیل کو بدل دے گا۔

قولہ وانہ ادعی، یہ دلیل ہے اس امر کی کہ معلل تردید کے ساتھ جواب نہیں دے گا بلکہ مذکورہ دونوں طریقوں کو اختیار کرے گا اسلئے کہ معلل نے جو دعوی کیا کہ وہ دلیل کے ساتھ حکم ثابت کرے گا چونکہ دلیل کے مقدمہ پر منع وارد ہے اسلئے دلیل کے ساتھ اب حکم کو ثابت نہیں کرے گا پس اب معلل مذکورہ دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرے گا کہ وہ مقدمہ کو ثابت کرے گا یا دلیل کو تبدیل کر دے گا پس قیل والے یعنی بعض لوگوں کے نزدیک یہ منع بھی معلل کیلئے ضرر رساں ہے جبکہ ماتن قدس سرہ ضرر رساں قرار نہیں دیتے۔

قولہ وہ ما اختار المصنف، اوپر منع کے ضرر رساں ہونے اور نہ ہونے میں چونکہ اختلاف تھا اسلئے شارح نے یہاں اپنا اور ماتن قدس سرہ کا مذہب مختار بیان فرمایا ہے کہ منع مذکور ضرر رساں نہیں اور معلل اس کا جواب تردید کے ساتھ دے گا اور یہی زیادہ ظاہر اور مختار بھی ہے چونکہ مقصود مقدمہ ممنوعہ کا اثبات نہیں بلکہ مطلوب کا اثبات ہے اور جب اصل مقصود مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کے بغیر ہی ثابت ہے تو مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنیکی کوئی ضرورت نہیں اور دوسرا مذہب چونکہ ضعیف ہے اسلئے اس کو قیل کلمہ تمریض سے بیان کیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ ماتن قدس سرہ نے مقصود اصلی کے اثبات کا لحاظ کیا اور قیل والوں نے اس امر کا لحاظ کیا کہ مدعی کا دعوی ہے کہ وہ دلیل کے ساتھ حکم ثابت کرے گا تو ماتن کے مذہب کا مختار ہونا واضح ہو گیا۔

ویستحسن توقف المانع الی اتمام المعلل الدلیل لان المعلل ربما یثبت المقدمۃ بعد اتمام الدلیل فیستغنی السائل عن المنع وقیل بخلافہ لان المعلل کثیراً ما لا یتمکن من اثبات تلک

المقدمة فيترك الدليل ويشتغل بدليل اخر فيامن من طول المناظرة والاول اولى
لان الظاهر من حال المعلل الاثبات

ترجمہ:— (اور مانع کا توقف مستحسن ہے) معلل کا (دلیل کے اتمام تک اسلئے کہ معلل بسا اوقات اتمام دلیل کے بعد مقدمہ کو ثابت کرتا ہے تو سائل منع سے مستغنی ہو جاتا ہے (اور بعض کا قول اس کے برخلاف ہے) کیونکہ معلل اگر اس مقدمہ کے اثبات کی قدرت نہیں رکھتا تو دلیل کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری دلیل میں مشغول ہو جاتا ہے پس مناظرہ سے محفوظ ہو جاتا ہے اور پہلا اولی ہے کیونکہ معلل کے حال سے ظاہر اثبات ہے۔

تشریح:— بیانہ ویستحسن۔ یہ ایک جدید مسئلہ کا بیان ہے کہ اگر کوئی مدعی دعوی کرکے اس کے اثبات کیلئے دلیل بیان کرے تو مستحسن و بہتر یہ ہے کہ مانع معلل کی دلیل مکمل ہونے تک انتظار کرے چونکہ معلل کبھی دلیل مکمل کرنے کے بعد خود ہی صغری و کبری پر دلیل پیش کرتا ہے پس مانع کو ورود منع کی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔

بیانہ وقیل بخلافہ: یعنی مسئلہ مذکور کی طرح اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کیونکہ بعض لوگوں نے مستحسن مانع کے توقف کو نہیں بلکہ عدم توقف کو قرار دیا ہے کیونکہ معلل کے پاس کبھی مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کیلئے دلیل نہیں ہوتی تو اگر مانع مقدمہ ممنوعہ کو بیان کرتے ہی اسپر منع وارد کرے تو معلل کو دلیل تبدیل کرنی پڑیگی تاکہ بحث طویل نہ ہو جائے چنانچہ معلل نے اگر یہ مقدمہ بیان کیا کہ عالم متغیر ہے اور معلل کے پاس اس کو ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل نہ ہو تو دلیل پورا کرنے سے پہلے منع وارد کر دے تو اب معلل کو کوئی دوسری دلیل پیش کرنی ہوگی تاکہ بحث طوالت سے محفوظ ہو جائے۔

قولہ والاول اولی: ماقبل میں دو قول گذرے ایک یہ کہ اتمام دلیل تک مانع کا توقف مستحسن ہے یہ مذہب متاخرین کا ہے دوسرا یہ کہ اتمام دلیل تک مانع کا عدم توقف مستحسن ہے یہ مذہب متقدمین کا ہے لیکن پہلا مذہب بہتر ہے کیونکہ معلل کے حال سے ظاہر اثبات ہے یعنی یہ ظاہر ہے کہ معلل جب دعوی پر دلیل دے تو دلیل کے مقدموں یعنی صغری وکبری پر بھی اس کے پاس دلیل ہوگی۔

دون النقض والمعارضة بجوزان يتعلق بقوله ويستحسن وهو الظاهر ويحتمل ان يكون متعلقا بلا اختلاف المفهوم من السابق فان التوقف فيهما واجب بالاتفاق اما في النقض فلانه كلام على الدليل فمالم يتم يتجه واما في المعارضة فلانها مقابلة الدليل بالدليل فقبل تمامه لم يتحقق

ترجمہ:۔ (سوائے نقض و معارضہ کے) جائز ہے وہ ماتن قدس سرہ کے قول یستحسن کے ساتھ متعلق ہو اور وہ ظاہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس اختلاف کے ساتھ متعلق ہو جو مفہوم ہے سابق سے (کیونکہ ان دونوں میں توقف واجب ہے) بالاتفاق لیکن نقض میں اسلئے کہ وہ دلیل پر کلام ہے تو جبتک دلیل تام نہ ہو تو کلام متوجہ نہ ہوگا لیکن معارضہ میں اسلئے کہ وہ دلیل کے ساتھ دلیل کا مقابلہ کرنا ہے پس اس کے تمام ہونے سے پہلے معارضہ متحقق نہ ہوگا۔

تشریح:۔ قولہ یجوز ان یتعلق:۔ دون چونکہ ظرف ہے اور ظرف کیلئے متعلق کا ہونا ضروری ہے اسلئے اس کے متعلق کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ممکن ہے اس کا متعلق یستحسن ہو اور یہ بھی ممکن ہے اس کا متعلق اختلاف ہو جو مستفاد ہے بخلاف سے پس اگر اس کا متعلق یستحسن ہو تو معنی اس تقدیر پر یہ ہوگا کہ مانع کے منع کیلئے توقف مستحسن ہے لیکن نقض و معارضہ کیلئے توقف مستحسن نہیں بلکہ واجب ہے اور یہ احتمال ظاہر بھی ہے کیونکہ دلیل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور اگر اس کا متعلق اختلاف ہو تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوگا کہ منع میں توقف کے مستحسن و عدم مستحسن ہونے میں اختلاف ہے لیکن نقض و معارضہ میں نہیں بلکہ ان کے اندر توقف بالاتفاق واجب ہے۔

قولہ اما فی النقض: یہ دلیل ہے نقض میں توقف کے واجب ہونیکی کہ نقض دلیل پر اعتراض کرنے کو کہا جاتا ہے تو جب دلیل مکمل ہو جائے اور اس میں خرابی ہو تو اس میں نقض وارد ہوگا کیونکہ دلیل جبتک مکمل نہ ہو تو اسمیں خرابی کا علم نہ ہوگا پس اسپر نقض بھی وارد نہ ہوگا۔

قولہ اما فی المعارضۃ: یہ دلیل ہے معارضہ میں توقف کے واجب ہونیکی کہ مدعی جب کوئی دعوی کرکے اسکو دلیل سے ثابت کرے اور اس کا مدمقابل اس دعوی کے خلاف دلیل سے ثابت کرے تب معارضہ متحقق ہوتا ہے چونکہ معارضہ کہتے ہیں مقابلۃ الدلیل بالدلیل کو پس معارضہ میں دلیل کے مکمل ہونے تک توقف واجب و ضروری ہے۔

وقالوا یجوز نقض حکم ادعی فیہ البداھۃ لرجوعہ ای ذلک النقض الی منع البداھۃ مع السند وھو ما ذکر لاثبات النقض وفیہ نظر لامکان ارجاعہ الی النقض بل الی المعارضۃ ایضاً کذا فی الحاشیۃ

ترجمہ:۔ (اور علماء نے کہا کہ اس حکم کا نقض جائز ہے جسمیں بداہت کا دعوی کیا گیا ہو کیونکہ وہ) یعنی وہ نقض (راجع ہے منع مع السند کی طرف) اور وہ جو مذکور ہے اثبات نقض کیلئے (اور اس نقض کے رجوع الی المنع میں اعتراض ہے) کیونکہ نقض کلی کی طرف اس کا رجوع کرنا ممکن ہے بلکہ معارضہ کی طرف بھی اسی طرح حاشیہ منیہ میں ہے۔

تشریح:۔ بیانہ وقالوا یجوز: اوپر یہ گذرا کہ مدعی جب دعوی کرکے اس پر دلیل دے

تو اس پر نقض وارد ہو سکتا ہے اور منع و معارضہ بھی اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی نے اگر کوئی دعویٰ کیا اور اس پر دلیل نہیں دیا بلکہ اس نے اس دعویٰ کی بداہت کا قول کیا تو اس پر نقض جائز ہے یا نہیں تو علماء نے کہا کہ نقض اس دعویٰ کی بداہت پر جائز ہے۔

بیانہ[۲] لرجوعہ :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ نقض تو دلیل پر وارد ہوتا ہے اور یہاں دلیل نہیں بلکہ دعویٰ بداہت ہے تو نقض کس طرح وارد ہوگا؟ جواب یہ کہ یہ نقض منع مع السند کی طرف راجع ہے یعنی وہ اصل میں نقض نہیں بلکہ منع مع السند ہے اور نقض کے ساتھ سند کا ہونا چونکہ کبھی ضروری ہوتا ہے اسلئے وہ منع کی سند ہوگی تو اب اس طرح دعویٰ کی بداہت پر نقض جائز ہوا۔

بیانہ[۳] فیہ نظر :- یہ اعتراض ہے قول مذکور لرجوعہ پر کہ وہ نقض منع مع السند کی طرف راجع نہیں کیونکہ وہ نقض حقیقی بھی بن سکتا ہے پس اس کو منع کیطرف رجوع کرنا درست نہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ وہ معارضہ کیطرف بھی رجوع کر سکتا ہے پس اس کو منع کی طرف رجوع کرنا ترجیح بلا مرجح ہے جو ممنوع ہے۔

والحاصل[۱] ان ماذکرہ الناقض یمکن ان یجعل من افراد النقض الحقیقی بان یقال دعوی البداھۃ دلیل علی دعواہ والنقض فی الحقیقۃ راجع الی ذلک الدلیل وکذا[۲] یمکن ان یکون من افراد المعارضۃ بان یکون الدلیل المثبت للنقض معارضاً لدعوی البداھۃ التی ھی بمنزلۃ نصب الدلیل فلا وجہ لارجاعہ[۳] الی منع البداھۃ مع صحۃ کونہ من افراد النقض ولا لاختیارہ علی المعارضۃ ویمکن[۴] ان یوجہ النظر بوجہ آخر وھو انہ وان سلم کون دعوی البداھۃ بمنزلۃ الدلیل لکن لا یجوز ارجاعہ الی المنع اذ ھو طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ ولا یطلب علی مقدمۃ الدعوی شئی کما لا یخفی ـــــــــــ

ترجمہ ـــــــ حاصل یہ کہ جس کو ناقض نے بیان کیا ممکن ہے یہ کہ اس کو نقض حقیقی کے افراد سے کیا جائے بایں طور کہا جائے کہ دعویٰ بداہۃ اپنے دعویٰ پر دلیل ہے اور نقض حقیقت میں اس دلیل کیطرف راجع ہے اسی طرح ممکن ہے یہ کہ وہ معارضہ کے افراد سے ہو بایں طور کہ وہ دلیل جو نقض کا مثبت ہے اس دعویٰ بداہۃ کا معارض ہو جو بمنزلہ نصب دلیل ہے پس کوئی وجہ نہیں اس کو منع بداہۃ کی طرف رجوع کرنیکی باوجودیکہ اس کا افراد نقض سے ہونا صحیح ہے اور کوئی وجہ نہیں اس کو معارضہ پر اختیار کرنیکی اور ممکن ہے نظر کو دوسری وجہ کے ساتھ متوجہ کی جائے اور وہ اگرچہ دعویٰ بداہۃ کا بمنزلہ دلیل ہونا تسلیم کیا جائے لیکن اس کو منع کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں کیونکہ مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کیا جاتا ہے اور دعویٰ کے مقدمہ پر کوئی شئی طلب نہیں کی جاتی جیسا کہ مخفی نہیں۔

تشریح:— قولہ[۱] والحاصل الخ یعنی ماتن قدس سرہٗ سے جو حاشیہ منہیہ منقول ہے یہ اسکی وضاحت ہے کہ ماتن نے کہا کہ یہ نقض حقیقی بھی بن سکتا ہے تو اس پر اعتراض ہوا کہ نقض حقیقی تو دلیل پر ہوتا ہے اور یہاں دلیل کا نہیں تو نقض حقیقی کیسے ہوگا؟ جواب اس کا یمکن ان یجعل سے یہ دیا جاتا ہے کہ یہ نقض حقیقی بن سکتا ہے کیونکہ دعویٰ بداہت قائم مقام دلیل کے ہے اور نقض اسی دلیل کیطرف راجع ہے۔

قولہ[۲] کذا یمکن ان یکون:۔ یعنی حاشیہ منہیہ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ وہ نقض معارضہ کی طرف بھی رجوع کرے گا جس پر یہ اعتراض ہوا کہ معارضہ کہتے ہیں مقابلۃ الدلیل بالدلیل کو اور یہاں دلیل ہی نہیں اور نہ مقابلہ تو معارضہ کیسے ہوگا؟ جواب یہ کہ دعویٰ بداہت چونکہ دلیل کے قائم مقام ہے کیونکہ معلل نے بداہت سے ہی دعویٰ کو ثابت کیا ہے اور ناقض نے اس کے خلاف کو دلیل سے ثابت کیا تو دلیل کا مقابلہ دلیل سے ہوگیا اسی کو معارضہ کہا جاتا ہے۔

قولہ[۳] فلا وجہ لارجاعہ:۔ مذکورہ عبارت پر یہ دو سوال وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ یہ نقض جب نقض حقیقی بن سکتا ہے تو اس کو منع مع السند کی طرف رجوع کیوں کیا گیا؟ دوسرا یہ کہ یہ نقض جب معارضہ کی طرف بھی رجوع کرسکتا ہے تو منع کی طرف رجوع کرنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

قولہ[۴] یمکن ان یوجہ:۔ متن میں جو بنیہ نظر سے نظر واقع تھا جس کو ماتن قدس سرہٗ نے حاشیہ منہیہ میں بیان کیا تھا اور شرح میں الحاصل الخ سے اس کی وضاحت بیان کی گئی تھی اب یہاں سے نظر کی دوسری تقریر بیان کی جاتی ہے لیکن وہ حاشیہ منہیہ کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ علماء نے کہا کہ اگر مدعی نے دعویٰ کے ساتھ بداہت کا دعویٰ کیا ہو تو اس بداہت کا نقض جائز ہے۔

قولہ[۵] وھو انہ:۔ یہ اعتراض ہے عبارت مذکورہ پر کہ ہم اولاً یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ بداہت بمنزلہ دلیل ہے اور اگر بداہت کو بمنزلہ دلیل تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ نقض منع کیطرف رجوع نہیں کرے گا کیونکہ منع کہتے ہیں طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ کو اور ظاہر ہے بداہت مقدمہ معینہ ہی نہیں تو اس پر منع کیسے وارد ہوگا؟

ثم لما[۱] کان ھھنا سوالٌ وھو انہ قد یسأل السائل بالحلِ اعنی تعیینَ موضعِ[۲] من الغلطِ فلا یصح حصرُ الاسولۃِ فی الثلاثۃِ المذکورۃِ فاجابَ بقولہٖ ویندرج الحلُ تحتَ المنعِ لنوعِ مناسبتٍ یعنی من حیثُ ھو تعرضٌ للمقدمۃِ المعینۃِ کما کان المنعُ کذلک وانْ خالفہٗ بوجہٍ اذ یقصدُ بہٖ ای بالحلِ تعیینُ موضعِ الغلطِ لسوءِ الفھمِ لا طلبُ الدلیلِ وقولہٗ لسوءِ متعلقٌ بالغلطِ وقد[۳] یذکرُ الحلُ فی مقابلۃِ المنعِ لھذہٖ المخالفۃِ

ترجمہ:— پھر جب یہاں سوال ہے اور وہ یہ کہ سائل کبھی حل سے سوال کرتا ہے یعنی موضع غلط

کا تعین کرتا ہے پس مذکورہ تین میں سوالوں کا حصر درست نہیں تو ماتن قدس سرہٗ نے اپنے اس قول سے جواب دیا (اور حل ایک قسم کی مناسبت کی وجہ سے منع میں داخل ہے) یعنی اس حیثیت سے کہ وہ مقدمہ معینہ کیلئے تعرض ہے جس طرح وہ منع ہے اسی طرح (اگرچہ کسی وجہ سے اس کے مخالف بھی ہے اسلئے کہ اس سے) یعنی حل سے (مقصود جس غلطی سے غلط فہمی ہوئی اس غلطی کے محل کی نشاندہی ہے) دلیل کی طلب نہیں اور ماتن قدس سرہٗ کا قول لسوء متعلق ہے غلط کے ساتھ اور حل کبھی اس مخالفت کے منع کے مقابلہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔

تشریح :- قولہ ثم لما کان[۱] : یہ بیان ہے آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا اور ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی کہ مدعی کی دلیل پر صرف تین مذکورہ اعتراضات یعنی منع و نقض و معارضہ وارد نہیں ہوتے بلکہ ان کے علاوہ ایک چوتھا اعتراض حل بھی ہے اور وہ یہ کہ سائل اس جگہ کی تعیین و نشاندہی کرے جہاں معلل سے صغری یا کبری میں غلطی واقع ہوتی ہے۔

بیانہ لنوع مناسبۃ[۲] : یہ جواب ہے اس سوال کا کہ حل منع حقیقی میں داخل ہے یا منع مجازی میں اگر منع مجازی میں داخل ہے تو اس میں کونسی مناسبت ہے؟ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ حل منع حقیقی میں داخل ہے یا منع مجازی میں اور وہ یہ کہ دونوں میں سائل مقدمہ معینہ کا تعرض کرتا ہے مگر فرق ہے ان دونوں میں جیسا کہ اگلے بیان آگے مذکور ہے۔

بیانہ وان خالفہ[۳] : یعنی حل کا منع کے ساتھ ایک گونہ مناسبت موجود ہے اگرچہ ان دونوں میں من وجہ مخالفت پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ جو غلطی غلط فہمی کی وجہ سے واقع ہوئی تو سائل حل میں اس غلطی کی جگہ کا تعین کرتا ہے اور منع میں طلب الدلیل کرتا ہے چنانچہ اول میں کہا جاتا ہے کل انسانٍ حیوانٌ والحیوانُ عامٌ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کل انسانٍ عامٌ، ظاہر ہے یہ غلط ہے کیونکہ اسمیں غلطی کا منشا مقدمہ ثانیہ یعنی والحیوان عام ہے جسمیں شرط ثانی کلیۃ کبری کا فقدان ہے کیونکہ صغری میں جو محمول حیوان ہے وہ غیر ہے اس حیوان کا جو کبری میں ہے پس حکم اکبر سے اصغر کی طرف تعدی نہیں کرے گا کیونکہ حد اوسط میں حقیقۃً تکرار واقع نہیں جبکہ اس میں تکرار ضروری ہوتی ہے۔

قولہ وقد یذکر[۴] :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ حل جب منع میں داخل ہے تو حل اس اعتبار سے منع کی قسم ہوا حالانکہ وہ منع کے مقابلہ میں آتا ہے اور جو مقابلہ میں آئے وہ قسیم ہوتا ہے پس اس سے قسم الشئ قسیم لہ لازم آیا جو ممنوع ہے جواب یہ کہ مناسبت کی وجہ سے حل منع کا فرد اور مخالفت کی وجہ سے اس کا قسیم ہوا لیکن کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حل جس اعتبار سے منع کا فرد اور قسم ہے اس اعتبار سے وہ قسیم نہیں اور جس اعتبار سے وہ قسیم ہے وہ اس اعتبار سے قسم نہیں فبینہما بونٌ بعیدٌ۔

الْبَحْثُ[۱] الْخَامِسُ مِنْ جُمْلَةِ الْمَعْلُومِ اَنَّ السَّنَدَ الصَّحِيْحَ مَلْزُوْمٌ لِخَفَاءِ الْمُقَدِّمَةِ وَمُقَوٍّ لِلْمَنْعِ وَلَوْ كَانَ مَلْزُوْمِيَّتُهُ وَتَقْوِيَتُهُ بِزَعْمِ السَّائِلِ فَلَا يَجُوْزُ[۲] اَنْ يَكُوْنَ السَّنَدُ الصَّحِيْحُ اَعَمَّ مِنَ الْمُقَدِّمَةِ الْمَمْنُوْعَةِ مُطْلَقًا يَجُوْزُ[۳] اَنْ يَكُوْنَ مُطْلَقًا مُتَعَلِّقًا بِقَوْلِهِ فَلَا يَكُوْنُ فَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى لَا يَكُوْنُ اَعَمَّ لَا مُطْلَقًا وَلَا مِنْ وَجْهٍ وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مُتَعَلِّقًا بِقَوْلِهِ اَعَمُّ فَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى لَا يَكُوْنُ اَعَمَّ مُطْلَقًا لَا مِنْ وَجْهٍ، وَالظَّاهِرُ[۴] الْمُوَافِقُ بِالسِّبَاقِ هُوَ الْاَوَّلُ لِاَنَّ الْاَعَمَّ مِنْ وَجْهٍ لَا يَكُوْنُ مَلْزُوْمًا وَمُقَوِّيًا مِنْ كُلِّ وَجْهٍ

ترجمہ :۔۔۔۔۔ (پانچویں بحث جملہ معلومات میں سے یہ بھی ہے کہ سند صحیح مقدمہ ممنوعہ کے خفا کا ملزوم اور مقوی للمنع ہوتی ہے) اگرچہ اس کا ملزوم و مقوی ہونا (مانع کے زعم کے مطابق ہو تو جائز نہیں ہے کہ ہو) سند صحیح ۔ مقدمہ ممنوعہ سے (اعم مطلق) جائز ہے یہ کہ مطلقاً ماتن قدس سرہٗ کے قول فلا یکون کے ساتھ متعلق ہو پس معنی یہ ہوگا کہ اعم نہ ہوگا نہ مطلقاً اور نہ من وجہ اور ظاہر ہے یہ کہ متعلق ہو ماتن قدس سرہٗ کے قول اعم کے ساتھ پس معنی یہ ہوگا کہ اعم نہ ہوگا مطلقاً (اور نہ من وجہ) اور ظاہر جو موافق ہے سباق کلام سے وہ اول ہے اسلئے کہ اعم من وجہ ہر اعتبار سے ملزوم و مقوی نہیں ہوتا۔

تشریح :۔۔۔۔ بیانہ البحث الخامس: یعنی پانچویں بحث یہ کہ جملہ معلومات میں سے یہ بھی ہے کہ سند صحیح مقدمہ ممنوعہ کے خفا کا ملزوم اور مقوی للمنع ہوتی ہے خواہ اس کا ملزوم ہونا اور مقوی ہونا نفس الامر و واقع کے مطابق ہو یا زعم مانع کے مطابق ہو۔

بیانہ[۲] فلا یجوز ۔ یعنی سند صحیح کا مقدمہ ممنوعہ سے مطلقاً اعم ہونا جائز نہیں کیونکہ وہ مقدمہ ممنوعہ سے اگر اعم ہو تو مقدمۂ ممنوعہ کے علاوہ میں بھی پائی جائے گی تو پھر وہ مقدمۂ ممنوعہ کے خفا کا ملزوم اور مقوی للمنع نہیں ہو سکے گی

قولہ[۳] یجوز ان یکون ۔ یعنی متن میں جو مطلقاً ہے یہاں اس کے متعلق کو بیان کیا جاتا ہے کہ ممکن ہے وہ لا یکون کے ساتھ متعلق ہو اور لا یکون سے یہاں مراد فلا یجوز ان یکون ہے چونکہ دونوں کا معنی ایک ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اعم کے ساتھ متعلق ہو ۔ بتقدیر اول معنی یہ ہوگا کہ سند کیلئے جائز نہیں کہ وہ بالکل عام ہو یعنی سند کیلئے اعم مطلق ہونا جائز نہیں اور نہ اعم من وجہ ہونا اور بتقدیر دوم معنی یہ ہوگا کہ سند کیلئے اعم مطلق ہونا جائز نہیں پس اس صورت میں اعم من وجہ کی نفی نہ ہوگی۔

قولہ[۴] والظاہر الموافق ۔ یعنی مطلقاً میں اگرچہ دو احتمال ہیں لیکن پہلا احتمال زیادہ بہتر ہے چونکہ کلام سابق کے موافق یہی پہلا احتمال ہے کہ مطلقاً لا یکون کے ساتھ متعلق ہے اسلئے کہ ما قبل میں یہ بیان کیا گیا کہ سند صحیح مقدمہ ممنوعہ کے خفا کا ملزوم اور مقوی للمنع ہوتی ہے پس اگر سند مقدمۂ ممنوعہ سے من وجہ اعم ہو تو اب کیونکہ

تو من کل الوجوہ مقدمۂ ممنوعہ کے خفا کا ملزوم ہوگی اور نہ مقوی للمنع بلکہ وہ من وجہ مقوی ہوگی اور من وجہ خفا کا ملزوم ہوگی

ومن ههنا ای من اجل ان السند ملزوم مقو قالوا ای اهل المناظرة ما من مقدمة موجودة فی حال من الاحوال الا والحال انه یمکن منعه مستندا کما ذهب الیه السوفسطائیة النافون لثبوت حقائق الاشیاء لکن الحکیم المثبت لها یعده ای ذلک السند مکابرة غیر مسموعة

ترجمہ:۔ (اسی لئے) یعنی اسی وجہ سے کہ سند ملزوم و مقوی ہے (لوگوں نے کہا) یعنی اہل مناظرہ نے (کہ کوئی مقدمہ موجود نہیں) احوال میں سے کسی حال میں (مگر) حال یہ کہ (ممکن ہے مقدمہ کیلئے منع مع السند اسی طرف گئے ہیں سوفسطائیہ بھی) سوفسطائیہ وہ گروہ ہے جو ثبوت حقائق اشیاء کے منکر ہیں (لیکن فلسفی) جو مثبت ہیں حقائق اشیاء کے (اسکو) اس سند کو (مکابرہ شمار کرتا ہے) جو مسموع نہیں۔

تشریح:۔ بیانہ ومن ههنا:۔ یہ تفریع ہے سند صحیح کے مقدمہ ممنوعہ کے خفا کے ملزوم اور مقوی للمنع ہونے پر کہ اہل مناظرہ ہر مقدمہ پر بہر صورت منع وارد کر سکتا ہے اور اسپر سند منع بھی پیش کر سکتا ہے یہی قول سوفسطائیہ کے تین فرقوں میں سے ایک فرقہ عندیہ کا ہے جو ہر مقدمہ پر منع وارد کر کے اس پر سند بھی پیش کرتا ہے۔

قولہ النافون: سوفسطائی معرب ہے سوف اسطا کا۔ سوف ماخوذ ہے سوف سے جو بمعنی حکمت ہے اور اسطا تلبس وغلط کو کہا جاتا ہے پس اس کا معنی ہوا حکمت موہمہ یعنی علم الغلط اور سوفسطائیہ کا معنی ہوا علم الغلط والا۔ اسکی تین جماعت ہیں (۱) عنادیہ (۲) عندیہ (۳) لاادریہ عنادیہ وہ جماعت ہے جو حقائق اشیاء کا منکر ہو وہ چیزوں کو توہمات باطلہ پر مشتمل قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک کوئی چیز موجود نہیں نہ خود وہ اور نہ کوئی دوسری چیز اور عندیہ حقائق اشیاء کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کے ثبوت کا منکر ہیں وہ ثبوت اشیاء کا دارو مدار اعتقاد پر قرار دیتے ہیں یعنی جس کے بارے یہ اعتقاد ہو کہ وہ جوہر ہے تو وہ جوہر ہوگا اور جس کے بارے یہ اعتقاد ہو کہ عرض ہے تو عرض ہوگا اور لاادریہ وہ ہے جو حقائق اشیاء کو بھی مانتے ہیں اور ان کے ثبوت کا بھی قول کرتے ہیں لیکن ہمیں ان کا علم نہیں۔

بیانہ لکن الحکیم: حکیم وہ فلسفی ہے جو حقائق اشیاء اور ان کے ثبوت کو مانتا ہو اور مذکورہ سند منع کو مکابرہ شمار کرتا ہو یعنی وہ اس کو ناقابل اسماع قرار دیتا ہو۔

وقد یذکر فی الاکثر اوقات المنع مستندا بعده ای بعد المنع لم لا یجوز کما یقال ماذکرت ممنوع لم لا یجوز ان یکون کذا او لم لا یکون کما یقال هذا ممنوع لم لا یکون ان یکون کذا او کیف لا والحال انه مقرون بلفظ کیف لا مع واو الحال کما یقال ذلک غیر مسلم کیف لا والامر کذا وقد یذکر کلمة انما

ایضاً کما یقال لانسلم تلک المقدمۃ وانما یکون کذا ان لو کان کذا او ھو قلیلٌ ولذا قال فی الاکثر

(اور اکثر ذکر کیا جاتا ہے) یعنی منع کے اکثر اوقات میں سند حاصل کرتے ہوئے (اس کے بعد یعنی منع

ترجمہ:۔ کے بعد (لم لا یجوز) چنانچہ کہا جاتا ہے ما ذکرت ممنوع لم لا یجوز ان یکون کذا (اور لم لا یکون) چنانچہ کہا جاتا ہے ہذا ممنوع لم لا یکون ان یکون کذا (یا کیف لا مع واو حالیہ) یعنی اس حال میں کہ لفظ کیف کا واو حالیہ کے ساتھ مقرون ہے چنانچہ کہا جاتا ہے ذلک غیر مسلم کیف لا والامر کذالک (اور کبھی کلمہ انما کو بھی ذکر کیا جاتا ہے) چنانچہ کہا جاتا ہے لانسلم تلک المقدمۃ وانما یکون کذا ان لو کان کذا اور وہ قلیل ہے اسی وجہ سے ماتن قدس سرہ نے فی الاکثر فرمایا

تشریح:۔ بیانہ یذکر فی الاکثر[۱] یعنی منع کے بعد اکثر اوقات میں سند منع بھی پیش کیا جاتا ہے اور سند منع کیلئے جن الفاظ کو پیش کیا جاتا ہے وہ دو قسم کے ہیں ایک کثیر الاستعمال اور دوسرا قلیل الاستعمال اور یہاں جن الفاظ کو بیان کیا جاتا ہے وہ کثیر الاستعمال ہے اور وہ یہ ہیں لم لا یجوز و لم لا یکون و کیف لا مع واو حالیہ چنانچہ مانع یوں کہے گا ما ذکرت ممنوع لم لا یجوز ان یکون کذا یا یہ کہے گا ہذا ممنوع لم لا یکون ان یکون کذا یا یہ کہے گا ذلک غیر مسلم کیف لا والامر کذلک۔

قولہ[۲] ای فی اکثر الاوقات، شرح کی اس عبارت سے یہ اشارہ ہے کہ متن میں فی الاکثر سے مراد اکثر افراد نہیں بلکہ اکثر اوقات ہے اور مستنداً کی تقدیر سے یہ اشارہ ہے کہ منع کے بعد لا یجوز وغیرہ بیان کیا جاتا ہے وہ سند حاصل کرنے کیلئے اور ای بعد المنع سے متن میں بعدہٗ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا گیا ہے۔

وَقَد یُذکَرُ شیئٌ لِتقویۃِ السندِ وتوضیحہٖ بصورۃِ الدلیلِ بان یقالَ لِمَ لا یجوزُ ان یکون کذلک لانہ کذا وکذا وَلا یَحسُنُ البحثُ عنہ[۱] ای فی المذکورِ لتقویۃِ السندِ لانہ لا یفیدُ شیئاً[۲] لان ابطالَ ما یُؤیِّدُ السندَ لا یوجب اثباتَ المقدمۃِ الممنوعۃِ الذی ھو مقصودُ المعللِ ولا فی السندِ سوی ما استثنی[۳] وھو الابطالُ بعدَ اثباتِ کونہٖ مساویاً لنقیضِ المقدمۃِ الممنوعۃِ ولا یلزمُ ابانۃُ[۴] ای المذکورُ من مقوی السندِ والسندُ ان اوردَ علیہِ البحثُ لکفایۃِ مجردِ الاحتمالِ

ترجمہ:۔ (اور کبھی بصورت دلیل تقویت سند اور اس کی توضیح کیلئے کسی چیز کو بیان کیا جاتا ہے) بایں طور کہا جاتا ہے لم لا یجوز ان یکون کذلک لانہ کذا وکذا (اور اس میں بحث مستحسن نہیں) یعنی مذکورہ میں تقویت سند کیلئے کیونکہ وہ کسی شئی کا فائدہ نہیں دیتا کیوں کہ اس کو باطل کرنا جو سند کی تائید کرتا ہے اس مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کو واجب نہیں کرتا جو کہ وہ معلل کا مقصود ہے (اور نہ ماسوای استثنائی صورتوں کے

سند میں بھی بحث متضمن ہے) اور وہ باطل قرار دینا ہے مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی کو ثابت کرنے کے بعد (اور اس کا اثبات لازم نہیں) یعنی مذکورہ کا اثبات مقوی سند اور سند میں سے اگر اس پر محض احتمال کے کافی ہونے کی وجہ سے بحث کو وارد کیا جائے۔

تشریح:۔ بیانہ وقد یذکر شئی:۔ یعنی علم مناظرہ کا ایک دوسرا ضابطہ یہ بھی ہے کہ سند کی تقویت د توضیح کیلئے کبھی کسی شئی کو دلیل کی صورت میں بیان کی جاتی ہے جس کو موضح السند و مقوی السند بھی کہا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے لم لا یجوز۔ ان یکون کذلک۔ لانہ کذا و کذا

بیانہ لا یحسن البحث:۔ یعنی اس امر میں بحث کرنا جو تقویت سند کیلئے مذکور ہے یعنی مقوی السند میں بحث کرنا کوئی اچھی چیز نہیں کیونکہ وہ کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا اسلئے کہ مقوی السند کے بطلان سے مقدمہ ممنوعہ ثابت نہیں ہوتا جبتک اس کو دلیل سے ثابت نہ کر دے۔

بیانہ لا فی السند:۔ یعنی سوائے استثنائی صورت کے سند میں بھی بحث کرنا کوئی اچھی چیز نہیں کیونکہ اس میں بھی کوئی فائدہ نہیں دیتا چونکہ ماقبل میں گذرا کہ مانع کیلئے منع کے ساتھ سند کا ذکر کوئی ضروری نہیں اور سند میں بحث اسلئے بہتر نہیں کہ سند کے بطلان سے بھی منع باقی رہتا ہے اور مقدمہ ممنوعہ ثابت نہیں ہوتا

قولہ وھو الابطال، یہ استثنائی صورت کا بیان ہے کہ بعض صورتوں میں سند کا ابطال فائدہ مند ہے جبکہ معلل پہلے مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اور سند میں مساوات ثابت کرے پھر سند کو باطل کرے کیونکہ دو متساویوں میں سے ہر ایک کا حکم ایک ہوتا ہے تو جب سند باطل ہو جائے جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کا مساوی ہے تو اس سے مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی باطل ہو جائیگی اور مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو جائے گا اور معلل کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

بیانہ ولا یلزم: یعنی منع کی موجودگی میں مانع کیلئے مقوی السند اور موضح السند اور سند کا اثبات لازم نہیں البتہ اگر ان کا اثبات کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ ان کا اثبات لازم اسلئے نہیں کہ منع خود موجود ہے۔

قولہ ای المذکور:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ماقبل میں تین امور مذکور ہیں ایک مقوی السند دوسرا موضح السند تیسرا سند جنکی طرف اثباتہ کی ضمیر مجرور راجع ہے جبکہ وہ ضمیر واحد ہے جو صرف ایک امر کی طرف راجع ہے اور یہاں تین امور کی طرف راجع کی گئی ہے جو ممنوع ہے کیونکہ ضمیر کا مرجع کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ جواب یہ کہ مرجع اگرچہ یہاں تین امور ہیں لیکن وہ مذکور کی تاویل میں ہے اور مذکور ظاہر ہے امر واحد ہے جو ضمیر واحد کے مرجع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ولا یجوز للسائلِ اثباتُ منافی المقدمۃِ المعینۃِ قبلَ اقامۃِ المعللِ الدلیلَ علیہا واما بعدھا فیجوزُ ویکون مناقضۃً علیٰ سبیلِ المعارضۃِ اما کونہ مناقضۃً فلانہ کلامٌ علی المقدمۃِ المعینۃِ و اما کونہ علیٰ سبیلِ المعارضۃِ فظاھرٌ ولا یلزم الغصبُ من غیرِ ضرورۃٍ لانہ لا یجوزُ منعُ المقدمۃِ بعد اقامۃِ الدلیلِ علیہا فمست الضرورۃُ الیٰ ذٰلک وانما لا یجوز للزومِ الغصبِ من غیرِ ضرورۃٍ لوجودِ ما یقومُ مقامہٗ اعنی المنع

ترجمہ: ——— (اور جائز نہیں) سائل کیلئے (مقدمہ معینہ کے منافی کا اثبات) معلل کا دلیل کو اس پر قائم کرنے سے پہلے (اور لیکن اثبات مقدمہ کے بعد تو جائز ہے اور وہ مناقضہ بر سبیل معارضہ ہوگا) لیکن اس کا مناقضہ ہونا اسلئے کہ وہ کلام ہے مقدمہ معینہ پر اور لیکن اس کا بر سبیل معارضہ ہونا تو ظاہر ہے اور غصب بلا ضرورت لازم نہیں آتا کیونکہ دلیل کا اس پر قائم کرنے کے بعد مقدمہ کو منع کرنا جائز نہیں تو اسکی ضرورت پیش آئی اور وہ جائز نہیں (بلا ضرورت غصب کے لازم ہونیکی وجہ سے) بہ سبب اس کے پائے جانے کے جو اس کے قائمقام ہے مراد لیتا ہوں منع کو۔

تشریح :- بیانہ ولا یجوز :- علم مناظرہ کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معلل جبتک مقدمہ معینہ پر دلیل قائم نہ کرے سائل کیلئے اس وقت تک مقدمہ معینہ کے منافی کو ثابت کرنا جائز نہیں اسلئے کہ اس سے بلا ضرورت غصب لازم آتا ہے اور بلا ضرورت غصب کا لازم ہونا ممنوع ہے۔

قولہ قبل اقامۃ :- یعنی سائل کے پاس مقدمہ معینہ کے منافی اور نقیض کو ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ سائل، معلل کے دلیل دینے سے پہلے ہی مقدمہ معینہ کی نقیض کو ثابت کرنا چاہتا ہے دوسرا یہ کہ سائل معلل کے دلیل دینے کے بعد مقدمہ معینہ کی نقیض کو ثابت کرنا چاہتا ہے پہلا طریقہ چونکہ ممنوع ہے اسلئے قبل اقامۃ الخ سے اسکو واضح کیا گیا کہ معلل کے دلیل دینے سے قبل ہی سائل مقدمہ معینہ کی نقیض کو ثابت کرنا چاہتا ہے یہ ممنوع اسلئے ہے کہ اس سے بلا ضرورت غصب لازم آتا ہے چونکہ اس کا کام منع کرنا تھا دوسرا طریقہ جسمیں سائل معلل کی دلیل کے بعد مقدمہ معینہ کے منافی کو ثابت کرنا چاہتا ہے وہ جائز ہے لیکن وہ مناقضہ بر سبیل معارضہ ہے مناقضہ اسلئے ہے کہ وہ دلیل پر کلام ہے اور دلیل پر کلام اعتراض و نقض ہی کو کہا جاتا ہے اور اس کا معارضہ ہونا بھی ظاہر ہے اسلئے کہ معلل نے دلیل کے ساتھ مقدمہ کو ثابت کیا اور سائل نے اسکے منافی کو دلیل کیساتھ ثابت کیا ہے۔

قولہ ولا یلزم الغصب :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ معلل جب مقدمہ معینہ پر دلیل دے تو سائل

مقدمہ معینہ کے منافی کو ثابت کر سکتا ہے یہ غصب ہے اسلئے کہ سائل کو حق منع وارد کرنا ہے نہ کہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کو ثابت کرنا جواب یہ کہ یہ غصب ضرور ہے لیکن وہ ضرورت کے تحت ہے اسلئے کہ معلل نے جب مقدمہ معینہ پر دلیل قائم کر دی تو اس پر منع جائز نہیں کیونکہ ضرورت کے تحت یہاں اس کی نقیض کو ثابت کیا جاتا ہے اور یہ ثابت کرنا مجبوراً ہے کیونکہ غصب چونکہ ضرورت کے تحت ہے اسلئے وہ جائز ہے اور غصب بلا ضرورت اس جگہ ہوتا ہے جبکہ منع کی موجودگی میں مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کو ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بخلافِ[1] النقضِ والمعارضۃِ فانہ لا بد فیہما من الاثباتِ اما فی النقضِ فمن اثباتِ التخلفِ او لزومِ المحالِ واما[2] فی المعارضۃِ فمن اثباتِ خلافِ ما ادعی المدعی۔ تبصرۃ ای ہذا[3] مبصر عبر عن اسمِ الفاعلِ بالمصدرِ اعنی التبصرۃ مبالغۃ کما یقال للمذکر تذکرۃ

ترجمہ:— (برخلاف نقض و معارضہ کے) اسلئے کہ ان دونوں میں اثبات ضروری ہے لیکن نقض میں تو اثبات تخلف کی وجہ سے یا لزوم محال کی وجہ سے اور لیکن معارضہ میں تو اس کے خلاف کے اثبات کی وجہ سے جس کا مدعی نے دعوی کیا ہے (تبصرہ) یعنی یہ مبصر ہے اسم فاعل کو مصدر یعنی تبصرہ کے ساتھ مبالغہ کے طور پر تعبیر کیا گیا جس طرح مذکر کیلئے تذکرہ کہا جاتا ہے۔

تشریح:— بیانہ[1] بخلاف النقض یعنی مقدمہ معینہ کے منافی کا اثبات نقض و معارضہ میں ناجائز نہیں بلکہ ضروری ہے لیکن نقض میں اثبات اسلئے ضروری ہے کہ نقض میں دعوی دلیل سے مختلف ہوتا ہے کہ دلیل تو پائی جاتی ہے لیکن دعوی نہیں یا یہ کہ دلیل محال کو مستلزم ہے تو یہاں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تخلف کیسے ہے؟ اور لزوم محال کیسے؟

قولہ[2] اما فی المعارضۃ یعنی معارضہ میں اثبات اسلئے ضروری ہے چونکہ معارضہ کا وقوع اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مدعی کے دعوی کے خلاف کو دلیل سے ثابت کیا جائے۔

قولہ[3] ای ہذا مبصر: لفظ ہذا کی تقریر سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ متن میں تبصرۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی اور وہ لفظ ہذا ہے اور مبصر سے جواب ہے اس سوال کا کہ ہذا کے مشار الیہ مسائل ہیں اور وہ ذات ہیں اور تبصرۃ اسکی خبر اور وہ مصدر ہے اور مصدر وصف محض ہوتا ہے اور ظاہر ہے وصف محض کا حمل ذات پر نہیں ہوتا جواب یہ کہ مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی مبنی للمفعول اور تبصرۃ جو یہاں مصدر ہے وہ مبنی للفاعل ہے یعنی تبصرۃ بمعنی مبصر ہے اور مبصر اسم فاعل ہے جو ذات مع الوصف ہوتا ہے اور ظاہر ہے ذات مع الوصف کا حمل

ذات پر بلاشبہ جائز ہے۔

قولہ عبر عن اسم الفاعل :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن میں تبادرۃ اگر بمعنی مبادر ہے تو اس کو متن میں بھی بیان کرنا چاہیئے تبدرۃ کیوں بیان کیا گیا؟ جواب یہ کہ مصدر بول کر اسم فاعل مراد لینے میں چونکہ مبالغہ حاصل ہوتا ہے جس طرح مذکر کو مبالغہ کے طور پر مذکرہ کہا جاتا ہے اور زید کو کمال عدل کی وجہ سے عدل کہدیا جاتا ہے پس ۔۔۔ کا معنی ہوا کہ یہ مسائل انتہائی بصیرت دینے والے ہیں۔

اَلسَّنَدُ الْاَخَصُّ هُوَ اَنْ يَتَحَقَّقَ الْمَنْعُ اَیْ انْتِفَاءُ الْمُقَدَّمَۃِ الْمَمْنُوْعَۃِ وَخِلَافُهَا مَعَ انْتِفَائِهٖ اَيْضًا كَمَا يَتَحَقَّقُ مَعَ وُجُوْدِهٖ مِثْلُ اَنْ يَقُوْلَ مُدَّعٍ فِیْ دَلِيْلِهٖ هٰذَا اِنْسَانٌ فَيَقُوْلُ السَّائِلُ لَا نُسَلِّمُ ذٰلِكَ لِمَ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ فَرَسًا فَالسَّنَدُ وَهُوَ كَوْنُهٗ فَرَسًا اَخَصُّ مِنْ عَدَمِ كَوْنِهٖ اِنْسَانًا لِتَحَقُّقِ عَدَمِ كَوْنِهٖ اِنْسَانًا مَعَ عَدَمِ كَوْنِهٖ فَرَسًا اَيْضًا مِثْلُ اَنْ يَّكُوْنَ حِمَارًا مَثَلًا مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَهُوَ اَنْ يَتَحَقَّقَ السَّنَدُ مَعَ انْتِفَاءِ الْمَنْعِ بِالْمَعْنَى الْمَذْكُوْرِ

ترجمہ :- (سند اخص یہ ہے کہ منع متحقق ہو) یعنی مقدمہ ممنوعہ کا انتفاء اور اس کا خلاف (باوجود اس کے انتفاء کے بھی) جس طرح اس کے وجود کے ساتھ متحقق ہوتا ہے جیسے مدعی اپنی دلیل میں یہ کہے ہذا انسان تو سائل کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ فرس ہو پس سند اور وہ اس کا فرس ہونا اخص ہے عدم کونہ انسانا سے کیونکہ عدم کونہ انسانا متحقق ہے عدم کونہ فرسا کے ساتھ بھی جیسے وہ مثلاً حمار ہو (اس کا عکس نہیں) اور وہ یہ کہ سند متحقق ہو منع معنی مذکور کے انتفاء کے ساتھ۔

تشریح :- بیانہ السند الاخص : جو سند اخص ہو وہ مقوی للمنع ہوتی ہے اور جب سند اخص ہو تو منع یا خلاف مقدمہ ممنوعہ عام ہوگا اور عام و خاص میں یہ ضروری ہے کہ عام کبھی خاص کے وجود کے ساتھ پایا جاتا ہے اور کبھی اس کی نفی کے ساتھ لیکن خاص عام کے وجود کے ساتھ تو پایا جاسکتا ہے لیکن اس کی نفی کے ساتھ نہیں پس سند اخص یہ ہوگی کہ منع عام ہوگا کہ وہ سند کے وجود کے ساتھ پایا جائے گا اور اس کی نفی کے ساتھ بھی۔

قولہ ای انتفاء المقدمۃ : منع سے یہاں مراد کیا ہے؟ اس عبارت سے اس کے معنی کو بیان کیا جاتا ہے کہ منع کہتے ہیں مقدمہ ممنوعہ کے انتفاء اور اس کے خلاف کو۔ خلافہا عطف تفسیری ہے انتفاء المقدمۃ کا اور کما یتحقق مع وجودہ سے ایضاً کے معنی کی وضاحت کی گئی ہے۔

قولہ مثل ان یقول : یعنی معلل اگر دعوی پر دلیل دے اور اس کا ایک مقدمہ ہذا انسان ہو تو سائل

اس پر منع وارد کرے گا کہ میں ہذا انسان کو تسلیم نہیں کرتا پس منع عدم کونہ انسانا ہوا اور اس پر سند منع لم لا یجوز ان
یکون فرساً پیش کیا کہ وہ انسان تو نہیں لیکن ممکن ہے فرس یعنی گھوڑا ہو تو اب فرس ہونا سند اخص ہوا اور عدم
کونہ انساناً منع عام ہوا تو عدم کونہ انساناً جو منع ہے عام ہے وہ فرس جو سند خاص ہے کے وجود و عدم دونوں کے
ساتھ پائی جائیگی چنانچہ عدم کونہ انساناً، فرس کے ساتھ بھی پایا جائے گا اور عدم فرس کے ساتھ بھی البتہ اسکا برعکس
نہیں اسلئے کہ فرس جو سند اخص ہے وہ منع عام ہے عدم انسان کی نفی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اسلئے کہ عدم انسان
کی نفی انسان ہے اور ظاہر ہے انسان و فرس ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شئی فرس بھی
ہو اور انسان بھی۔!

بیانہ من غیر عکس: یعنی سند جب خاص ہو اور منع عام تو منع کی نفی کے ساتھ سند نہیں پائی جائیگی جیسا کہ
اسکی مثال مثل ان یقول الخ سے ماقبل میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی۔

وَمع العکسِ اعمُّ مطلقاً او من وجہٍ وامّا الاوّلُ فمثل ان یقول المعللُ فی دلیلہ ھذا انسانٌ فیقول
لانسلّمُ ذلک لم لا یجوز ان یکون غیرَ ضاحکٍ بالفعلِ فالسندُ وھو عدمُ الضحکِ بالفعلِ اعم من عدمِ
کونہ انساناً لانہ کلما یوجد عدمُ الانسانیۃ یوجد عدم الضحکِ بالفعلِ من غیر عکس کلی و امّا الثانی
فکما اذا قال المعلل فی دلیلہ ھذا انسانٌ ویقول السائلُ لانسلّم ذلک لم لا یجوز ان یکون ابیض فالسندُ
وھو کونہ ابیضَ اعم من وجہٍ من عدمِ کونہ انساناً لانہ یوجد کونہ ابیضَ مع کونہ انساناً ایضاً کما یوجد
مع عدمہ ولا یخفی علیک ان ابطالَ السندِ الاعمِ مطلقاً یفید اثباتَ المقدمۃِ الممنوعۃِ فانہ
اذا بطلَ عدمُ کونہ ضاحکاً بالفعل ثبت کونہ انساناً

ترجمہ: —— (اور اگر سند عکس مذکور کے ساتھ مقرون ہو تو وہ منع سے اعم مطلق یا اعم من وجہ ہوگی) لیکن اول
تو جیسے معلل اپنی دلیل میں یہ کہے ہذا انسان تو کہا جائے گا کہ ہم وہ تسلیم نہیں کرتے۔ کیوں نہیں یہ جائز ہے کہ وہ
ضاحک نہ ہو پس سند اور وہ بالفعل عدم ضحک اعم ہے عدم کونہ انساناً سے کیونکہ جب عدم انسانیۃ پایا جائے تو
بالفعل عدم ضحک پایا جائے گا بغیر عکس کلی کے اور لیکن ثانی تو جس طرح معلل جب اپنی دلیل کے بارے کہے ہذا
انسان اور سائل کہے کہ ہم وہ تسلیم نہیں کرتے۔ کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ ابیض ہو پس سند اور اس کا ابیض ہونا عدم
کونہ انساناً سے اعم من وجہ ہے کیونکہ اس کا ابیض ہونا پایا جاتا ہے اس کے انسان ہونے کے ساتھ بھی جس طرح اس کے
عدم انسان ہونے کے ساتھ پایا جاتا ہے اسی طرح عدم کونہ انساناً پایا جاتا ہے اسکے ابیض ہونے کے ساتھ اور عدم

ابیض ہونیکے ساتھ اور نفی نہ رہے آپ یہ کہ سندِ اعم مطلق کا ابطال مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ جب اس کا بالفعل ضاحک نہ ہونا باطل ہوجائے تو اس کا انسان ہونا ثابت ہوجائے گا۔

تشریح:۔ بیانہ وصح العکس: یعنی سند اگر ماقبل کے عکس کے ساتھ ہو تو وہ منع سے اعم ہوگی خواہ وہ اعم مطلق ہو یا اعم من وجہ خلاصہ یہ کہ سند اخص منع کے وجود کے ساتھ متحقق ہوگی لیکن منع کی نفی کے ساتھ متحقق نہ ہوگی اور اس کا عکس یہ ہوگا کہ سند منع کے وجود و عدم دونوں کے ساتھ متحقق ہو اور منع سند کی نفی کے ساتھ متحقق نہ ہو تو اب سند اعم ہوگی اسلئے کہ اعم اخص کے وجود و عدم دونوں کے ساتھ پایا جاسکتا ہے لیکن اخص صرف اعم کے وجود کے ساتھ پایا جاتا ہے اور اعم کے عدم کے ساتھ نہیں۔

قولہ واما الاول:۔ ماقبل میں جو دو صورتیں گذریں ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ سند منع سے اعم مطلق ہو مثلاً معلل جب اپنے دعویٰ پر دلیل دے جس کا ایک مقدمہ ہٰذا انسان بھی ہے اور سائل اس پر منع وارد کرتے ہوئے یہ کہے لانسلم ذلک اور اس پر سند منع یہ پیش کرے کہ لم لا یجوز ان یکون غیر ضاحک بالفعل تو عدم کونہ انسانًا منع اخص مطلق ہوگا اور عدم ضحک بالفعل سند اعم مطلق ہے پس سند عدم انسان کے ساتھ بھی پائی جائیگی اور اس کا عدم جو انسان ہے اسکے ساتھ بھی اور منع جو اخص اور عدم کونہ انسانًا ہے وہ سند اعم غیر ضاحک بالفعل کے وجود کے ساتھ پائی جاسکتی ہے لیکن اس کا عدم ضاحک بالفعل کے ساتھ نہیں۔

قولہ واما الثانی:۔ دوسری صورت یہ کہ سند منع سے اعم من وجہ ہوگی مثلاً معلل جب دعویٰ پر دلیل دے اور دلیل میں وہ یہ مقدمہ بیان کرے کہ ہٰذا انسان اور سائل اسپر منع وارد کرتے ہوئے یہ کہے لانسلم اور اس پر یہ سند منع پیش کرے کہ لم لا یجوز ان یکون ابیض تو اب کونہ ابیض اور عدم کونہ انسانًا میں اعم اخص من وجہ کی نسبت ہوگی جسمیں دو مادے افتراق کے ہوں گے اور ایک مادہ اجتماع کا۔ اجتماع کے مثلاً یہ کہ شئی ابیض ہو اور انسان نہ ہو جیسے ہاتھی کا دانت اور افتراق کا ایک مادہ یہ کہ شئی ابیض ہو لیکن عدم انسان نہ ہو جیسے رومی انسان اور افتراق کا دوسرا مادہ یہ کہ شئی عدم انسان ہو اور ابیض نہ ہو جیسے حجر اسود کہ وہ عدم انسان ہے لیکن ابیض نہیں خلاصہ یہ کہ ابیض سند ہے اور عدم انسان جو منع ہے اسمیں اس طرح کلام کیا جائے گا کہ ابیض جو سند ہے وہ عدم انسان جو منع ہے اسکے وجود اور عدم انسان کی نفی جو انسان ہے دونوں کے ساتھ متحقق ہوگا اسی طرح عدم انسان جو منع ہے وہ اور سند جو ابیض ہے اس کے وجود و عدم دونوں کے ساتھ متحقق ہوگا۔

قولہ لا یخفی علیک: یعنی سند اعم مطلق کو باطل کرنے میں مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا فائدہ دیتا ہے

کیونکہ سند جب اعم مطلق ہو تو منع اخص مطلق ہوگا اور عام کی نفی سے چونکہ خاص کی نفی ہو جاتی ہے جس طرح حیوان کی نفی سے انسان کی نفی ہو جاتی ہے اسلئے سند اعم کو باطل کرنے سے منع اخص بھی باطل ہو جائے گا جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض ہے اور جب مقدمہ ممنوعہ کی نقیض باطل ہو جائے تو مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو جائے گا چنانچہ عدم کونہ انسانا منع اخص ہے اور بجز ضاحک بالفعل اسکی سند اعم ہے تو جب اس سند کو باطل قرار دیا جائے تو منع اخص یعنی عدم کونہ انسانا بھی باطل ہو جائے گا اور اس کے باطل ہو جانے سے ہذا انسان جو مقدمہ ممنوعہ ہے وہ ثابت ہو جائے گا۔

ولیس[۱] ای السند الاعم بسند فی الحقیقۃ لانہ لا یقوی المنع فی الحقیقۃ وان کان[۲] یقوی تحقیقا لمعنی العموم ولعدم کونہ سندا فی الحقیقۃ لا یدفع والا[۳] فربما یکون الاعم لازما للخاص فابطالہ یفید لان بطلان اللازم یستلزم بطلان الملزوم کما عرفتہ فی بیان حد السند

ترجمہ:۔ (اور وہ) یعنی سند اعم (حقیقت میں سند ہی نہیں) کیونکہ وہ حقیقت میں منع کو قوی نہیں کرتی اگرچہ وہ معنیٔ عموم کی تحقیق کیلئے قوی کرتی ہے اور سند اعم کا حقیقت میں سند نہ ہونیکی وجہ سے اسکو دفع نہیں کیا جائے گا ورنہ وہ بسا اوقات اعم خاص کو لازم ہوتا ہے پس اس کا ابطال فائدہ دے گا کیونکہ بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم ہوتا ہے (جیساکہ آپنے پہچانا) حد سند کے بیان میں۔

تشریح:۔ بیانہ[۱] ولیس. لیس چونکہ فعل ناقص ہے جس کا اسم ضمیر مستتر لفظا ھو ہے جو السند الاعم کی طرف راجع ہے خلاصہ یہ کہ سند اعم حقیقت میں سند ہی نہیں کیونکہ سند حقیقت میں منع میں تقویت پہونچاتی ہے اور منع میں تقویت اس وقت پہونچاتی ہے جبکہ وہ سند منع کے ساتھ پائی جائے۔ عام خاص کی نفی کے ساتھ بھی پایا جاتا ہے پس سند منع کی نفی کے باوجود بھی پائی جائیگی تو جب منع ہی نہیں تو اس کو تقویت کیسے پہونچائیگی۔

قولہ[۲] ان کان یقوی، یعنی سند اعم منع اخص ہیں فی الجملہ تقویت پہونچاتی ہے کیونکہ جب خاص پایا جائے تو عام بھی پایا جائے گا تو جب منع اخص ہوگا تو سند اعم بھی اس کیلئے مقوی ہوگی۔

قولہ[۳] والا فربما۔ سند اعم چونکہ حقیقت میں سند نہیں بلکہ فی الجملہ سند ہے اسلئے اس کے باطل کرنے اور جواب دینے کی ضرورت نہیں البتہ سند اعم اگر منع اخص کو لازم ہو اور منع اخص اس کا ملزوم ہو تو اس سند اعم لازم کو باطل کرنے میں فائدہ ہے کیونکہ لازم اعم کا بطلان ملزوم اخص کے بطلان کو مستلزم ہوتا ہے تو اب سند اعم مطلق کو باطل کرنے سے مقدمہ ممنوعہ کی نقیض باطل ہو جائیگی اور مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو جائے گا مگر یہ لزوم اعم و اخص مطلق میں ہوگا اعم و اخص من وجہ میں نہیں کیونکہ سند اعم من وجہ کے بطلان میں معلل کو کوئی فائدہ

نہیں ہوتا۔

بیانہ کما عرفتہ: اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فی بیان حد السند میں بیان سے مراد ماتن کا بیان ہے یا شارح کا اگر ماتن کا بیان ہے تو درست نہیں کیونکہ ماتن نے ماقبل میں سند کی تعریف میں کہیں بھی مذکور بیان کا ذکر نہیں کیا کہ سند اعم حقیقت میں سند نہیں اور اگر مراد شارح کا بیان ہے تو درست ہے چونکہ شارح نے قبیل میں یہ کہا کہ سند اعم حقیقت میں سند نہیں لیکن اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وجود شارح وجود ماتن کے بعد ہو کیونکہ ماتن نے شارح کا حوالہ دیا ہے جبکہ وجود شارح وجود ماتن کے بعد ہے۔ جواب یہ کہ بیان سے مراد یہاں ماتن کا بیان ہے لیکن حد بمعنی تعریف نہیں بلکہ مرتبہ و بحث ہوگا۔ پس معنی یہ ہوگا کہ ماتن نے بحث سند میں یہ بیان کیا ہے کہ سند اعم حقیقت میں سند ہی نہیں کیونکہ وہ پانچویں بحث کے شروع میں لکھا ہے کہ جملہ معلومات میں سے یہ بھی ہے کہ سند صحیح مقدمہ ممنوعہ کے خفا کا ملزوم اور مقوی للمنع ہوتی ہے نہ کہ سند اعم مطلقاً الخ

والسندُ المساوی ان لا ینفک احدھما عن الاخری فی صورتی التحقق والانتفاء یعنی کلما یوجد و ینعدم السندُ یوجد و ینعدم انتفاء المقدمۃ الممنوعۃ وکلما یوجدُ و ینعدم الانتفاءُ یوجد و ینعدم السند مثلاً ان یجعل المعلل قولہ ھذا انسانٌ مقدمۃً لدلیلہ فیقول المانع لا نسلم ذلک لم لا یجوز ان یکون لا انساناً فکلما تحقق عدم کونہ انساناً تحقق کونہ لا انساناً وکلما انعدم انعدام وکلما تحقق کونہ لا انساناً تحقق عدم کونہ انساناً ومتی انعدم انعدام وفی بیان المصنف قدس سرہٗ الاقسام الثلاثۃ حسنٌ حیث ذکر الاول والثالث لصورۃ الحمل صریحاً والثانی ضمناً لانھما سندان فی الحقیقۃ ومقویان للمنع علی التحقیق بخلاف الثانی حیث تقویتہ لتحقق معنی العموم فحسبُ۔

ترجمہ: ـــــ (اور) سند (مساوی یہ ہے کہ تحقق و انتفا کی دونوں صورتوں میں کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوگا) یعنی سند جب موجود و معدوم ہوگا تو مقدمہ ممنوعہ کا انتفا موجود و معدوم ہوگا اور جب انتفا موجود و معدوم ہو تو سند موجود و معدوم ہوگا مثلاً یہ کہ معلل اپنے قول ہذا انسان کو اپنی دلیل کا مقدمہ بنائے تو مانع کہے کہ ہم وہ تسلیم نہیں کرتے۔ کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ لا انسان ہو پس جب اس کا انسان نہ ہونا متحقق ہوگا تو اس کا لا انسان ہونا متحقق ہو جائے گا اور جب اس کا انسان نہ ہونا منعدم ہو جائے تو اس کا لا انسان ہونا منعدم ہو جائے گا اور مصنف قدس سرہ کے اقسام ثلاثہ کے بیان میں حسن و کمال ہے کیونکہ اول و سوم کو حمل کی صورت میں صراحۃً بیان کیا اور دوم کو ضمناً کیونکہ وہ دونوں حقیقت میں سند ہیں اور دونوں تحقیق کے طور پر مقوی للمنع ہیں برخلاف دوم کے

کیونکہ ان کی تقویت صرف معنیٰ عموم کے تحقق کیلئے ہوتی ہے۔

تشریح:- قولہ[۱] والسند المساوی، یہ تعریف ہے سند مساوی کی کہ تحقق و انتفاء کی دونوں صورتوں میں ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوگا یعنی جب سند مساوی پائی جائے گی تو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض جس کو منع کہا جاتا ہے وہ بھی پائی جائیگی اور جب سند مساوی معدوم ہو تو منع بھی معدوم ہوگا اسی طرح اس کا برعکس کہ جب منع پایا جائے تو اس کی سند مساوی بھی پائی جائیگی اور جب منع معدوم ہو تو اس کی سند مساوی بھی معدوم ہوگی۔

قولہ[۲] مثلاً ان یجعل، یہ مثالیں ہیں منع اور اس کی سند مساوی کے وجود و عدم کی خلاصہ یہ کہ معلل نے اپنی دلیل میں ہذا انسان کو بھی ایک مقدمہ بنایا۔ مانع نے اس پر یہ منع وارد کیا کہ لا نسلم یعنی ہم نہیں مانتے کہ یہ انسان ہے اور اس پر یہ سند پیش کیا کہ لم لا یجوز ان یکون لا انساناً یعنی کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ لا انسان ہو یعنی ممکن ہے وہ لا انسان ہو تو انسان نہ ہونا منع ہے اور لا انسان ہونا سند مساوی ہے تو جب منع ثابت ہوگا کہ وہ انسان نہیں تو اسکی سند مساوی بھی ثابت ہوگی کہ وہ لا انسان ہے اور جب انسان نہ ہونا ثابت نہیں تو لا انسان ہونا ثابت نہ ہوگا اسی طرح جب سند مساوی کہ لا انسان ہونا ثابت ہوگا تو اس کا منع انسان نہ ہونا بھی ثابت ہوگا اور جب لا انسان جو سند مساوی ہے نہ ہونا ثابت نہیں تو منع یعنی انسان نہ ہونا بھی ثابت نہ ہوگا۔

قولہ[۳] ثم بیان المصنف: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ماتن قدس سرہٗ نے ماقبل میں سند کی اقسام ثلاثہ یعنی سند اخص، سند اعم، سند مساوی کی تعریف کرتے ہوئے اس کی صرف پہلی و تیسری قسم کی تعریف کو صراحۃً بیان کیا اور ان تعریف کا حمل معرف پر کیا اور دوسری قسم کی تعریف کو صراحۃً بیان نہ کرکے اسلوب کو بدل کر مع العکس مطلقاً کہا جبکہ اس کا بھی اسلوب کلام یہ ہونا چاہیئے تھا کہ السند الاعم ان یتحقق السند مع العکس اعم مطلقاً جواب یہ کہ اس اسلوب کلام میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ سند چونکہ حقیقت میں اسکی پہلی و تیسری قسم ہے اسلئے ان کی تعریف کو صراحۃً بیان کرکے ان کو معرف پر حمل کیا گیا برخلاف دوسری قسم کہ وہ چونکہ حقیقت میں سند نہیں اسلئے اسمیں حمل والی صورت کو اختیار نہیں کیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حقیقت میں سند نہیں سند صرف پہلی و تیسری قسم ہیں کیونکہ وہ مقوی للمنع ہوتی ہیں اور دوسری قسم حقیقت میں سند نہیں کیونکہ وہ من کل الوجوہ مقوی للمنع نہیں۔

البحث[۱] السادس لا یسمع النقض من غیر شاهدٍ یدلُّ[۲] علی فسادِ دلیلِ المعلّلِ قال فیما نقل عنه قیل فیه نظرٌ لانَّ فسادَ الدلیلِ قد یکون بدیهیاً فلا یحتاج الی شاهدٍ وجعلهٗ[۳] داخلاً فی الشاهدِ یخلُّ بحصرِهٖ فی التخلفِ ولزومِ المحالِ ویلزم منه ابطالُ اَن یکونَ المنعُ التوجیه بل احتمَ منعاً مجرداً والاعمُ

ترجمہ:۔۔۔ (چھٹی بحث یہ کہ نقض شاہد کے بغیر مسموع نہیں ہوتا) شاہد وہ ہے جو دلالت کرے معلل کی دلیل کے فساد پر ماتن نے اسی چیز کے متعلق فرمایا جو ان سے منقول ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس میں نظر ہے کیونکہ دلیل کا فساد کبھی بدیہی ہوتا ہے پس وہ شاہد کا محتاج نہیں ہوتا اور اس کو شاہد میں داخل کرنا اس کے حصر میں خلل پیدا کرتا ہے تخلف و لزوم محال میں اور اس سے اس امر کا ابطال لازم آتا ہے کہ منع جو بداھۃً متوجہ ہے منع مجرد ہے حالانکہ معاملہ اس کے خلاف ہے۔ ماتن کا کلام تام ہوگیا۔

تشریح:۔۔۔ بیانہ البحث السادس[۱]:۔ مقدمہ میں نقض کے متعلق یہ بیان کیا گیا تھا کہ معلل کی دلیل پورا کرنے کیلئے بعد ناقض اس کو کسی شاہد کے ذریعہ باطل کرے اور یہ بتائے کہ وہ دلیل قابل استدلال نہیں اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نقض اس وقت تک مسموع نہیں جبتک کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا شاہد نہ ہو جو معلل کی دلیل کے فساد پر دلالت کرے۔

قولہ یدل علی فساد[۲]:۔ یہ صفت کاشفہ ہے شاہد کی جو اس امر پر دال ہے کہ شاہد وہ ہے جو معلل کی دلیل کے فساد پر دلالت کرے اور فیما نقل سے شارح نے جواب دیا اس سوال کا جو ضابطہ مذکور پر وارد ہے جس کو ماتن نے منھیہ میں نقل کیا ہے اور وہ سوال یہ کہ ضابطہ مذکور درست نہیں کیونکہ نقض شاہد کے بغیر مسموع ہے کیونکہ دلیل کا فساد کبھی بدیہی ہوتا ہے جس کیلئے شاہد کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ یہ ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جبکہ فساد نظری ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ نقض شاہد کے بغیر بھی مسموع ہو سکتا ہے۔ جواب یہ کہ جس دلیل کا فساد بدیہی ہے اس کا بدیہی ہونا ہی شاہد ہے۔ شاہد کوئی الگ شئی نہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ ہر نقض کیلئے شاہد کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ جعلہ داخلا[۳]:۔ یہ رد ہے جواب مذکور کا دو طریقہ سے ایک جعلہ داخلا سے اور دوسرا یلزم منہ ابطال الخ سے خلاصہ طریقۂ اول کا یہ کہ بداہت کو بھی اگر شاہد میں شمار کیا جائے تو اس سے شاہد کا حصر دو قسموں میں باطل ہو جائے گا کیونکہ اس کی ایک تیسری قسم بداہت لازم ہوتی ہے حالانکہ شاہد کی صرف دو ہی قسمیں ہیں ایک تخلف اور دوسری لزوم محال پس معلوم ہوا کہ نقض کیلئے شاہد کا ہونا کوئی ضروری نہیں اور یہ بات غلط ثابت ہوئی کہ نقض شاہد کے بغیر مسموع نہیں۔

قولہ یلزم منہ[۴]: خلاصہ طریقۂ دوم کا یہ کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ بداہت بھی شاہد ہے تو اس سے دوسری خرابی لازم آئیگی کہ منع جب بدیہی ہو تو بداہت اس کا شاہد ہوگی اور منع کا شاہد تو سند ہوتی ہے تو اس سے منع مجرد کا

بطلان لازم آئے گا اسلئے کہ آپ کے نزدیک بداہت منع کا شاہد ہے اور منع کا شاہد سند ہوتی ہے تو ہے تو یہ منع مجرد لیکن قاعدۂ مذکور کے تحت منع مجرد کہنا جائز نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ہر نقض کیلئے شاہد کا ہونا کوئی ضروری نہیں اور یہ کہنا بھی درست نہ ہوا کہ نقض شاہد کے بغیر مسموع نہیں۔

ولعلّهٗ[۱] اشار بقوله قيل الى ضعفه لانّ[۲] كلامنا فى الدليلِ المسموعِ من حيث الظاهرِ والدليلُ الفاسدُ بداهةً غيرُ مسموعٍ على[۳] انه يمكن ان يقال كلما كان فسادهٗ بديهيًا تعينَ المقدمةُ الفاسدةُ فيندرجُ فى المنعِ المجردِ دونَ النقضِ

ترجمہ:۔ اور شاید ماتن نے اپنے قول قیل سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ ہمارا کلام اس دلیل کے متعلق ہے جو بظاہر مسموع ہے اور وہ دلیل جس کا فساد بدیہی ہے وہ مسموع نہیں علاوہ ازیں یہ کہ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ جب اس کا فساد بدیہی ہو تو مقدمہ فاسدہ متعین ہو جائے گا پس منع مجرد میں داخل ہو جائے گا نقض میں نہیں۔

تشریح:۔ قولہ[۱] لعلہٗ اشارۃ:۔ یہ جواب ہے اعتراض مذکور کا اور وہ جواب اگرچہ صراحۃً شارح کا ہے لیکن ضمناً ماتن کا بھی ہے چونکہ انہوں نے متنیہ میں سوال کو قیل کلمۂ تمریض سے بیان کیا جس سے سوال کے ضعف اور جواب کی قوت کیطرف اشارہ ہوتا ہے۔

قولہ[۲] لان کلامنا:۔ یہ جواب جو اعتراض مذکور کا ہے وہ اصل میں دو ہے ایک یہ کہ اعتراض مذکور میں ضعف ہے چونکہ قول مذکور کہ نقض شاہد کے بغیر مسموع نہیں یہ اس دلیل میں ہے جو بظاہر مسموع بھی ہو اور جس دلیل کا فساد بدیہی ہے وہ بظاہر مسموع ہی نہیں پس اس پر نہ نقض کی ضرورت ہے اور نہ شاہد کی۔

قولہ[۳] علی انہٗ:۔ یہ دوسرا جواب ہے کہ جب دلیل کا فساد بدیہی ہوگا تو مقدمہ فاسدہ بھی متعین ہوگا تو جب مقدمہ فاسدہ کی تعیین ہوگئی تو وہ منع مجرد من السند ہے نقض ہی نہیں پس اس کو منع مجرد ہی کہا جائے گا منع مع السند یا نقض نہیں۔

بخلاف[۱] المناقضةِ فانها تسمع من غيرِ شاهدٍ ولابدّ[۲] ههنا من بيانِ الفرقِ بينهما والفرقُ ثابتٌ وهو[۳] انّ السائلَ اذا منعَ مقدمةً معينةً يعلم المعللُ ان دخلهٗ فى اية مقدمةٍ فيشتغلُ بدفعهٖ واما اذا منعَ مجموعَ الدليلِ بدونِ تعيّنِ مقدمةٍ من مقدماته لم يعلم ذلك فيتحيرُ فىما لم يتكلم بمايدلُ على فسادهٖ لم يسمع فالظاهرُ[۴] انّ غرضهٗ تحيرُ المعللِ

ترجمہ :۔ (برخلاف مناقضہ) کیونکہ مناقضہ شاہد کے بغیر مسموع ہوتا ہے اور ضروری ہے یہاں منع ونقض کے درمیان فرق کو بیان کرنا (اور فرق ثابت ہے) اور وہ یہ کہ سائل جب مقدمہ ممنوعہ کو منع کرے تو معلل جان جائے گا کہ اس کا دخل کس مقدمہ میں ہے؟ پس معلل اس کو دفع کرنے میں مشغول ہو جائے گا لیکن جب دلیل کے مجموعہ کو منع کرے اس کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ کے تعین کے بغیر تو وہ اسکو نہ جانے گا اور وہ متحیر ہو جائے گا تو جب تک وہ اس کے ذریعہ کلام نہ کرے گا جو اس کے فساد پر دلالت کرتا ہے تو وہ مسموع نہ ہوگا تو ظاہر ہوا کہ اس کی غرض معلل کو متحیر کرنا ہے۔

تشریح :۔ بیانہ بخلاف المناقضۃ :۔ ماقبل میں یہ گذرا کہ نقض شاہد کے بغیر مسموع وقابل قبول نہیں ہوتا اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مناقضہ شاہد کے بغیر بھی مسموع ہوگا اور مناقضہ کو منع بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ گذرا۔

قولہ ولابد ھھنا :۔ یہ بیان ہے آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا اور ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی کہ نقض شاہد کے بغیر مسموع نہیں یعنی اسمیں شاہد کا ہونا ضروری ہے اور منع میں نہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؛ جواب یہ کہ دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ نقض میں دلیل پر اعتراض ہوتا ہے اور منع میں مقدمہ معینہ پر تفصیل آگے مذکور ہے۔

قولہ وھوان السائل :۔ شاہد کا ہونا نقض میں ضروری ہے منع میں نہیں اسکی وجہ یہ کہ منع میں سائل مقدمہ معینہ پر منع وارد کرتا ہے تو جب سائل مقدمہ معینہ پر منع وارد کرے تو معلل کو واضح طور پر یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ سائل کا سوال کس مقدمہ پر وارد ہے؟ اور سائل کس مقدمہ میں دلیل کا مطالبہ کرتا ہے تو معلل اب اسی مقدمہ ممنوعہ پر دلیل دے کر سائل کو مطمئن کرے گا تو اس وقت سائل کیلئے شاہد کی ضرورت نہیں کیونکہ تعین مقدمہ کے بعد معلل کو خود ہی دلیل کا فساد معلوم ہو جاتا ہے اور سائل اگر دلیل کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ کے تعین کے بغیر پوری دلیل پر اعتراض کرے تو جبتک سائل شاہد کو بیان کرے دلیل میں فساد کی نشاندہی نہ کرے معلل حیران وپریشان رہتا ہے اور نقض مسموع نہیں ہوتا اسی وجہ سے نقض میں شاہد کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ فالظاھر :۔ یعنی ظاہر ہے یہ کہ سائل اگر اس پر شاہد کو بیان کرے تو سائل کا مقصد معلل کو پریشان کرنا ہی ہوگا حالانکہ اس کا مقصد وہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ہوتا ہے کہ معلل جواب دے اور وہ اسی وقت جواب دے گا جبکہ سائل شاہد کو بیان کرکے فساد کی نشاندہی کرے۔

وفی[1] الحاشیۃ وقیل الفرق ان منع المقدمۃ عبارۃ عن طلب الدلیل فلا یحتاج الی شاھد حاصلہ ان ھذہ المقدمۃ نظریۃ عندی واطلب بیانھا وھذا مما لا یحتاج الی شاھد واما منع الدلیل فعبارۃ عن نفیہ وھو دعوی فلا بد لہ من دلیل وفیہ[2] انہ لم لا یجوز ان یکون طلب صحۃ الدلیل وبیانہ کالمنع تم کلامہ ویمکن[3] ان یقال اذا کان مقصود السائل من کلام علی الدلیل طلب صحۃ الدلیل وبیانہ لم یکن کلتا مقدمتیہ معلومتین لہ فیکون منعین ولا یکون نقضا فیلزم حصر وظیفۃ السائل فی المنع والمعارضۃ

ترجمہ :۔ —— اور حاشیہ میں ہے کہا گیا ہے فرق یہ ہے کہ منع مقدمہ نام ہے طلب دلیل کا پس وہ شاہد کا محتاج نہ ہوگا خلاصہ اس کا یہ کہ یہ مقدمہ میرے نزدیک نظری ہے اور میں اس کا بیان طلب کرتا ہوں اور یہ ان میں سے ہے جو شاہد کا محتاج نہیں لیکن منع دلیل نام ہے نفی دلیل کا اور وہ دعویٰ ہے تو ضروری ہوا اس کیلئے دلیل کا ہونا اور اس میں یہ نظر ہے کیوں نہیں جائز ہے یہ کہ وہ صحت دلیل کی طلب اور اس کا بیان ہو منع کی طرح ۔ ان کا کلام تام ہو گیا اور ممکن ہے یہ کہ کہا جائے جبکہ سائل کا مقصود دلیل پر کلام سے صحت دلیل کا مطالبہ اور اس کا بیان ہے تو وہ دونوں مقدمہ ان کو معلوم نہ ہوں گے پس وہ دونوں منع ہوں گے نقض نہیں پس وظیفۂ سائل کا حصر منع اور معارضہ میں لازم آئے گا۔

تشریح :۔ قولہ[1] وفی الحاشیۃ : یہ حاشیہ عنیہ ہے ماتن کا جس میں منع و نقض کے درمیان فرق کو بیان کیا گیا ہے کہ منع کہتے ہیں طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ من الدلیل کو اور طلب الدلیل کہتے ہیں اس امر کو کہ وہ مقدمہ میری نزدیک نظری ہے جس کے بیان کا میں مطالبہ کرتا ہوں اور اس میں شاہد کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اس وجہ سے منع میں شاہد کا ہونا ضروری نہیں اور نقض چونکہ منع الدلیل کو کہتے ہیں اور منع الدلیل کہتے ہیں نقض الدلیل یعنی دلیل کے بتمامہ نفی کرنے کو پس نقض الدلیل کا معنی ہوا دلیل کا باطل ہونا پس یہ ایک قسم کا دعویٰ ہے اور دعویٰ اگر نظری ہو تو اس کیلئے دلیل ضروری ہوتی ہے اسی بنا پر نقض میں شاہد کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ[2] فیہ انہ : یہ رد ہے فرق مذکور کا کہ منع و نقض کے درمیان فرق پیدا کرنا درست نہیں کیونکہ نقض میں سائل کا یہ کہنا کہ دلیل فاسد ہے اس کا معنی یہ ہے کہ سائل معلل سے صحت اور بیان دلیل کا مطالبہ کرتا ہے اور یہی مطالبہ منع میں بھی ہوتا ہے پس جو معنی منع کا ہوا وہی نقض کا ہوا اور اگر یہ کہا جائے کہ نقض دعویٰ ہوتا ہے تو منع کو بھی دعویٰ ہونا چاہیے اور اگر منع دعویٰ نہیں تو نقض بھی دعویٰ نہیں اور جب نقض دعویٰ نہیں تو اس پر نہ دلیل کی ضرورت ہے اور نہ شاہد کی لہذا دونوں میں فرق پیدا کرنا درست نہیں ۔

قولہ یمکن ان یقال:۔ یہ جواب ہے رد مذکور کا کہ سائل کے نزدیک نقض سے مراد اگر طلب صحۃ الدلیل ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ دلیل کے دونوں مقدمے بے معلوم نہیں پس آپ ان دونوں پر دلیل پیش کریں لہذا نقض میں اب دو منع ہوں گے اور نقض، نقض نہ ہوگا پس یہ لازم آیا کہ سائل کا وظیفہ صرف دو ہی منع ہوں۔ منع اور معارضہ جبکہ وظیفہ سائل کا تین سوال ہیں جیسا کہ اوپر گذرا۔

و اجراء الدلیل فی غیرہ ای غیر مدلولہ قد لایکون بعینہ والمراد بکونہ بعینہ ان یوجد الدلیل فی صورۃ اخریٰ مع انہ لا یختلف الا باعتبار موضوع المطلوب فاذا اختلف الدلیل بحسب الحد الاوسط بان یجعل السائل مرادفہ او ملازمہ مقامہ لم یکن اجرائہ بعینہ وقد یحتاج الشاھد فی الدلالۃ علی فساد الدلیل ای دلیل اذا کان نظریا غیر معلوم للخلل فیطلب علیہ او تنبیہ ان کان بدیہیا غیرا ولی

ترجمہ: (اور اجراء دلیل اس کے غیر) یعنی اسکے مدلول کے علاوہ (میں کبھی لا بعینہ ہوتا ہے) اور اس کے بعینہ ہونے سے مراد یہ کہ دلیل دوسری صورت میں پائی جائے باوجود اس کے کہ وہ مختلف نہ ہو مگر موضوع مطلوب کے اعتبار سے پس جب دلیل باعتبار اوسط بایں طور مختلف ہو کہ سائل اس کے مرادف یا ملازم کو اس کی جگہ پر کر دے تو اس کا اجراء بعینہ نہ ہوگا (اور شاہد کبھی محتاج ہوتا ہے) فساد دلیل پر دلالت کرنے میں (دلیل کا) جبکہ وہ معلل کیلئے نظری وغیر معلوم ہو تو اس پر دلیل کو طلب کیا جائے گا (یا تنبیہ کا) اگر وہ بدیہی غیر اولی ہو۔

تشریح:۔ بیانہ و اجراء الدلیل۔ یعنی سائل کبھی نقض کے متعلق یہ بیان کرتا ہے کہ دلیل تو پائی جاتی ہے لیکن مدعی اس کے خلاف ہے اسکو اجراء دلیل علی غیرہ کہتے ہیں یعنی اس کا یہ ہے دلیل کو غیر مدلول پر جاری کرنا اور جو دلیل غیر مدلول پر جاری کیجائے وہ کبھی لا بعینہ ہوتی ہے۔ تفصیل اسکی آگے مذکور ہے اور شرح میں ای غیر مدلولہ سے متن میں غیرہ کی ضمیر مجرور کے مرجع کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مرجع مدلول ہے۔

قولہ والمراد بکونہ:۔ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ مطلوب میں ایک موضوع ہوتا ہے اور دوسرا محمول اور موضوع کو قیاس میں اصغر اور محمول کو اکبر اور جو قیاس میں بار بار آئے اسکو حد اوسط کہا جاتا ہے چنانچہ العالم حادث مطلوب ہے جس میں العالم موضوع ہے جو قیاس میں اصغر واقع ہے اور حادث محمول ہے جو قیاس میں اکبر واقع ہے اور متغیر جو قیاس میں بار بار آتا ہے اس کو حد اوسط کہا جاتا ہے اب اسکے بعد یہ معلوم کیا جائے کہ دلیل کبھی کسی دوسری صورت میں پائی جاتی ہے اور اسکے وہی سابقہ مقدمات ہوتے ہیں مگر مطلوب کے موضوع میں اختلاف کے ساتھ وہ اس طرح کہ موضوع کی جگہ اس کے کسی ملازم یا مرادف کو بیان کیا جاتا ہے اس کو اجراء دلیل

بعینہ کہا جاتا ہے اور دلیل میں اختلاف کبھی حد اوسط کے لحاظ سے ہوتا ہے وہ اس طرح کہ سائل حد اوسط کو بیان کرنے کے بجائے اسکے کسی ملازم یا مرادف کو بیان کرے تو اس کو اجراء دلیل لا بعینہ کہا جاتا ہے۔

بیانہ[۲] وقد یحتاج :۔ ماقبل یہ مذکور ہوا کہ نقض کیلئے شاہد کا ہونا ضروری ہے اور شاہد کبھی بدیہی اولی ہوتا ہے اور کبھی بدیہی غیر اولی و نظری اور اگر شاہد نظری ہو تو وہ فساد دلیل کے دلالت کرنے میں دلیل کا محتاج ہوگا اور اگر بدیہی خفی ہو تو تنبیہ کا محتاج ہوگا اور اگر بدیہی اولی ہو تو وہ فساد دلیل کے دلالت کرنے میں نہ دلیل کا محتاج ہوگا اور نہ تنبیہ کا۔

وقد[۱] یسمی القدح فی طرد التعریف وعکسہ نقضاً وذلک[۲] لان معنی الطرد ھو التلازم فی الثبوت بمعنی کل ما صدق علیہ الحد صدق علیہ المحدود ومعنی العکس التلازم فی الانتفاء بمعنی ان کل مالم یصدق علیہ الحد لم یصدق علیہ المحدود فاذا لم یکن التعریف مانعاً فقد انتقضت الکلیۃ الاولی واذا لم یکن جامعاً انتقضت الثانیۃ فلہ[۳] مشابھۃ بالنقض الاجمالی حیث یقال ھذا التعریف لیس بصحیح لاستلزامہ دخول فرد من افراد غیر المحدود فیہ او خروج فرد من افرادہ عنہ فیطلق علیہ لفظ النقض بطریق الاستعارۃ المصرحۃ

ترجمہ :۔ (اور اعتراض کو کبھی تعریف کے جامع و مانع ہونے میں نقض کہا جاتا ہے) اور وہ اسلئے کہ طرد کا معنی اور وہ تلازم فی الثبوت ہے بایں معنی کہ جس پر حد صادق آئے اس پر محدود بھی صادق آئے گا اور عکس کا معنی تلازم فی الانتفاء ہے اور وہ نہ بایں معنی کہ جس پر حد صادق نہ آئے اس پر محدود بھی صادق نہ آئے گا پس جب تعریف مانع نہیں تو پہلا کلیہ ٹوٹ جائے گا اور جب تعریف جامع نہیں تو دوسرا کلیہ ٹوٹ جائے گا پس اسکو نقض اجمالی کے ساتھ مشابہت حاصل ہوگی چونکہ کہا جاتا ہے کہ یہ تعریف صحیح نہیں کیونکہ وہ مستلزم ہے دخول فرد کو افراد غیر محدود میں سے یا مستلزم ہے خروج فرد کو افراد غیر محدود میں سے پس اس پر نقض کا اطلاق استعارہ مصرحہ کے طور پر کیا جائے گا۔

تشریح :۔ بیانہ[۱] قد یسمی القدح :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ نقض دلیل پر وارد ہوتا ہے اور دلیل ظاہر ہے تصدیق ہوتی ہے پس تعریف پر وارد ہونے والا اعتراض کو جو نقض کہا جاتا ہے درست نہیں چونکہ تعریف تصور ہوتا ہے تصدیق نہیں۔ جواب یہ کہ طرد و عکس پر وارد ہونے والا اعتراض کو نقض مجازاً کہا جاتا ہے حقیقۃً نہیں کہ قباحت لازم آئے۔

قولہ[۲] وذلک لان :۔ یہ دلیل ہے متن میں دعوی مذکور کی تعریف کے طرد و عکس پر وارد ہونے والا اعتراض کو نقض اس لئے کہا جاتا ہے کہ تعریف اگرچہ تصور ہوتا ہے لیکن طرد و عکس قضیہ و تصدیق ہوتے ہیں

طرد اسلئے کہ وہ تلازم فی الثبوت کو کہا جاتا ہے اور معنی تلازم فی الثبوت کا یہ ہے کہ جس پر حد صادق آئے اس پر محدود بھی صادق آئے گا مطلب اس کا یہ ہے کہ تعریف دخول غیر سے مانع ہے پس اگر تعریف غیر محدود پر صادق آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اسی طرح عکس تلازم فی الانتفاء کو کہا جاتا ہے اور معنی تلازم فی الانتفاء کا یہ ہے کہ جس پر حد صادق نہ آئے اسپر محدود بھی صادق نہ آئے گا مطلب اس کا یہ کہ یہ تعریف اپنے افراد کو جامع ہے اور اگر محدود صادق آئے اور حد صادق نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہیکہ یہ تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں خلاصہ یہ کہ تعریف اگر دخول غیر سے مانع نہیں تو تلازم فی الثبوت والا قاعدہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تعریف جامع افراد نہیں تو تلازم فی الانتفاء والا قاعدہ ٹوٹ جائے گا پس اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ طرد و عکس تصدیق ہیں ان پر وارد ہونے والا اعتراض کو نقض کہا جائے گا۔

قولہ فلہ مشابہۃ :- یعنی طرد و عکس پر وارد ہونیوالا اعتراض کو مجازاً نقض اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ اعتراض نقض اجمالی کے مشابہ ہے اور وہ بایں طور کہ جس طرح نقض اجمالی میں یہ کہا جاتا ہے کہ دلیل فاسد ہے چونکہ اسمیں تخلف ہے یا لزوم محال اس طرح تعریف میں بھی سائل یہ کہے گا کہ تعریف صحیح نہیں پھر اس پر طرد کے طور پر شاہد پیش کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ یہ تعریف اسکو مستلزم ہے کہ محدود کا کوئی فرد اس سے خارج ہے۔ خلاصہ یہ کہ نقض اجمالی مشبہ بہ ہوا اور طرد و عکس پر جو اعتراض ہے وہ مشبہ ہوا اور ذکر اگر مشبہ بہ کا ہو اور مراد مشبہ ہو تو وہ استعارہ مصرحہ ہے پس طرد و عکس پر اعتراض کو جو نقض کہا گیا وہ استعارہ مصرحہ کے طور پر ہے لہذا وہ مجازاً نقض ہے۔

وَدفعُ الشاهدِ قد يكون بمنع جريانِ الدليلِ في صورةٍ ادعى السائل جريانه فيها او بمنع التخلفِ اي تخلف الحكمِ عن الدليلِ او يكون باظهارِ انّ التخلفَ في تلك الصورةِ لمانعٍ او بمنع استلزامه للمحالِ بأنْ يقال لا يلزم المحال اوْ بمنع الاستحالةِ بأنْ يقال ما يلزم ليسَ بمحالٍ

ترجمہ :- (اور شاہد کا جواب کبھی جریان دلیل کو منع کرکے ہے) اس صورت میں جسمیں سائل اس کے جریان کا دعوی کرے (یا تخلف کو منع کرکے) یعنی حکم کا دلیل سے تخلف کو منع کرکے (یا اس بات کو ظاہر کرکے کہ تخلف) اس صورت میں کسی مانع کی وجہ سے ہے یا اس کا محال کو مستلزم ہونیکو منع کرکے) بایں طور کہا جائے کہ محال لازم نہیں (یا استحالہ کو منع کرکے) بایں طور کہا جائے کہ جو لازم آتا ہے وہ محال نہیں۔

تشریح :- بیانہ ودفع الشاهد :- اوپر یہ گذرا کہ شاہد دو طرح سے ہوتا ہے ایک دلیل سے مدلول کا تخلف اور دوسرا لزوم محال اور سائل جب نقض پر شاہد پیش کرے تو معلل کا اس کے جواب دینے کی پانچ صورتیں ہیں

جن میں سے تین صورتوں کے جواب کا تعلق تخلف کے ساتھ ہے اور دو صورتوں کا تعلق لزوم محال کے ساتھ لیکن ان میں سے پہلی صورت کا جواب جریان دلیل کو منع کرکے ہے کہ سائل اگر یہ کہے کہ دلیل پائی جاتی ہے لیکن مدعی اس کے خلاف ہے۔ معلل اس کا جواب یہ دے گا کہ یہاں دلیل ہی نہیں پائی جاتی پس اگر مدعی نہ پایا جائے تو کوئی حرج نہیں دوسرا جواب تخلف کو منع کرکے ہے یعنی یہ کہے کہ ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ دلیل تو پائی جاتی ہے لیکن حکم ومدعی نہیں پایا جاتا بلکہ جس طرح دلیل پائی جاتی ہے اسی طرح مدعی وحکم بھی پایا جاتا ہے پس مدعی دلیل کے خلاف نہیں یا یہ کہے کہ جس طرح دلیل نہیں پائی جاتی اسی طرح مدعی بھی نہیں پایا جاتا پس مدعی دلیل کے خلاف نہ ہوا۔ تیسرا جواب اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ اس صورت میں تخلف کسی مانع کی وجہ سے ہے یعنی دلیل بھی پائی جاتی ہے اور مدعی بھی لیکن اسمیں یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی مانع ورکاوٹ کی وجہ سے مدعی تخلف ہے گویا یہ تخلف اصل میں تخلف ہی نہیں کیونکہ تخلف اس صورت میں پایا جاتا ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے۔

بیانہ اومنع استلزامہ:۔ یعنی شاہد اگر لزوم محال ہو تو معلل اس کا دو جواب دے گا ایک جواب استلزام محال کو منع کرکے یعنی اس طرح کہے گا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ دلیل محال کو مستلزم ہے یعنی وہ محال کو مستلزم نہیں دوسرا جواب استحالہ کو منع کرکے یعنی اس طرح کہے کہ آپ کا یہ کہنا درست ہے کہ یہ دلیل فلاں کو مستلزم ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ دلیل جس کو مستلزم ہے وہ محال بھی ہو کیونکہ وہ دلیل جس کو وہ مستلزم ہے محال نہیں۔

لایقال المناسبُ اَن یوخر الاظہار عن المنوع لئلا یلزم الفصلُ بینہا لانا نقولُ لما کان الاظہار کلاماً علی التخلف وصلہ بمنع التخلف

ترجمہ:۔ نہ کہا جائے مناسب یہ ہے کہ اظہار کو منوع سے موخر کیا جائے تاکہ ان دو منعوں کے درمیان فصل لازم نہ آئے کیونکہ ہم کہیں گے جبکہ اظہار کلام ہے تخلف پر تو اس کو منع تخلف کے ساتھ ملا دیا۔

تشریح:۔ قولہ لایقال:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ شاہد کے چونکہ کل پانچ جواب مذکور ہوئے جن میں سے چار منع تھے اور ایک اظہار اس لئے یہ مناسب یہ تھا کہ پہلے چار منعوں کو بیان کیا جائے پھر آخیر میں اظہار کو بیان کیا جائے نہ کہ اظہار کو منعوں کے بیچ میں کیونکہ اس سے منعوں کے درمیان فصل اجنبی لازم آتی ہے جو ممنوع ہے جواب یہ کہ اول دونوں منعوں اور اظہار کا تعلق چونکہ شاہد تخلف کے ساتھ ہے اسلئے اظہار کو اول دو منعوں کے ساتھ بیان کیا اور دوسرے دو منعوں کا تعلق چونکہ لزوم محال کے ساتھ ہے اسلئے ان کو اظہار کے بعد بیان کیا اور اظہار کو اگر تمام منعوں کے آخیر میں بیان کیا جائے تو اس سے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اظہار کا تعلق تخلف کے ساتھ ہے یا لزوم محال

کے ساتھ بلکہ اس اسلوب بیان سے متبادر اظہار کا تعلق لزوم محال کے ساتھ ہوگا حالانکہ ایسا نہیں اسی وجہ سے اظہار کو اول دونوں منعوں کے ساتھ ملاکر بیان کیا۔

قولہ منعہما:۔ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوپر چار منعوں کا ذکر ہوا لہذا منعہما میں جو ضمیر تثنیہ ہے اس کا مرجع کیا ہے؟ جواب یہ کہ ضمیر کا مرجع حقیقۃً دو منع ہیں اسلئے کہ جن دو منع کا تعلق پہلے شاہد تخلف کے ساتھ ہے اسکو ایک منع تصور کیا گیا اور دوسرے دو منعوں کا تعلق شاہد لزوم محال کے ساتھ ہے اسلئے ان دونوں کو بھی ایک سمجھا گیا پس اس اعتبار سے دو منع ہوئے اور تثنیہ کی ضمیر کا مرجع ان ہی دونوں منع کو قرار دیا گیا۔

مثالُ الاولِ انا نقول انّ الخارجَ من غیرِ السبیلینِ حدثٌ لانہ نجسٌ خارجٌ من بدنِ الانسانِ کالبولِ فیوردُ من قبلِ الشافعیِ النقضُ بخارجٍ من غیرِ السبیلینِ لم یسلْ حیث یصدقُ علیہ انہ نجسٌ خارجٌ من بدنِ الانسانِ کالبولِ ولم یوجدِ الحکمُ وھو کونہ حدثاً فندفعہ بمنعِ جریانِ الدلیلِ بان نقولَ لا نسلمُ انہ نجسٌ خارجٌ بل ھو بادٍ لان تحتَ کلِ جلدٍ رطوبۃً فاذا ازالھا الجلدُ بدتْ ومثالُ الثانی کما اذا ندفع ذلک التخلفَ بان نقولَ ان ذلک الدمَ لیس بنجسٍ لانہ لا یلزم غسلُ ذلک الموضعِ فانعدامُ الحکمِ لانعدامِ العلۃِ لا مع وجودِھا

ترجمہ:۔ اول کی مثال یہ ہے ہم کہیں گے کہ خارج جو غیر سبیلین سے ہو حدث ہے کیونکہ وہ نجس ہے پیشاب کیطرح جو بدن انسان سے خارج ہے پس امام شافعی کی طرف سے نقض وارد ہوتا ہے اس خارج غیر سبیلین سے جو نہ بہے کیونکہ اس پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ نجس ہے پیشاب کی طرح اور حکم موجود نہیں اور وہ اس کا حدث ہونا ہے پس ہم اسکو دفع کریں گے جریان کو منع کرکے بایں طور کہیں گے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ نجس خارج ہے بلکہ وہ بادی ہے کیونکہ ہر چمڑہ کے نیچے رطوبت ہے پس جب چمڑہ اسکو جدا کر دے تو رطوبت ظاہر ہو جاتی ہے اور ثانی کی مثال جیسا کہ ہم اس تخلف کو دفع کریں گے اس طرح سے کہیں گے کہ وہ خون نجس نہیں کیونکہ وہ اس جگہ کے دھونے کو لازم نہیں کرتا پس حکم کا منعدم ہونا علت کے منعدم ہونیکی وجہ سے ہے اس کے وجود کے ساتھ نہیں۔

تشریح:۔ قولہ مثال الاول: متن میں شاہد کے چونکہ پانچ جوابات مذکور ہیں لیکن ان کی مثالیں مذکور نہیں اسلئے شرح میں انکی مثالیں بیان کی جاتی ہیں تاکہ وہ پورے طور پر واضح ہو جائیں۔ پہلا جواب یہ کہ جریان دلیل ہی کو ہم نہیں مانتے لیکن اس کی مثال سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ جو سبیلین سے خارج ہو وہ بالاتفاق ناقض وضو ہے جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ لیکن جو خارج غیر سبیلین ہو جیسے خون و پیپ وغیرہ وہ احناف کے نزدیک ناقض وضو ہے

لیکن امام شافعی اس کو ناقض وضو نہیں مانتے کیوں کہ دعویٰ احناف کا یہ ہے کہ خارج غیر سبیلین حدث ہوتا ہے دلیل
یہ ہے کہ وہ نجس اور بدن انسان سے خارج ہے اور جو نجس اور بدن انسان سے خارج ہو وہ حدث ہوتا ہے پس بدن
انسان سے خارج حدث ہے امام شافعی نے اس پر اسی طرح نقض وارد کیا کہ دعویٰ مذکور دلیل سے متخلف ہے اس کا
شاہد یہ کہ مثلاً کسی آدمی کا جلد اوپر سے چھیلا گیا اور نیچے سے خون نکل آیا تو دلیل مذکور پائی گئی کہ نجس خارج بدن
انسان ہے لیکن دعویٰ متخلف ہے کہ وہ حدث اور ناقض وضو نہیں کیونکہ یہی احناف کا قول ہے کہ جبتک خون اپنی جگہ سے
نہ بہے وہ حدث و ناقض وضو نہیں ہوتا جواب اس کا جریان دلیل کو منع کرکے اس طرح دیا جائے گا کہ دلیل یہاں پائی
نہیں جاتی اسلئے کہ جو خون جلد کے نیچے ہو اور نہ بہے وہ بادی و ظاہر ہے خارج نہیں کیونکہ ہر جلد کے نیچے خون ہوتا ہے اور جب
جلد اوپر سے ہٹ جائے تو وہ بادی کہلاتا ہے خارج نہیں۔

قولہ مثال الثانی :- یہ مثال ہے اس دوسرے جواب کی کہ ہم تخلف ہی کو نہیں مانتے اس کی مثال بھی مذکور ہے
کہ تخلف یہاں پایا نہیں جاتا کیونکہ دلیل موجود ہے کہ جو خارج بدن انسان ہو وہ نجس و حدث ہوتا ہے لیکن جو خون و
پیپ کے نیچے ہو اور نہ بہے وہ نجس و حدث نہیں ہوتا کیونکہ وہ خارج نہیں بلکہ بادی و ظاہر ہے اسی بنا پر اس جگہ کا
دھونا واجب و ضروری نہیں کیونکہ حکم کا معدوم ہونا علت کے معدوم ہونے سے ہوتا ہے۔

ومثالُہ الثالثِ انہ اذا اُوْرِدَ علی ذلک التعلیل ان مَا یخرج مِنْ جُرْحِ صاحب الجرحِ السائل نجس خارج من بدن
الانسان مع انہ لیس بحدثٍ حیث لم ینتقض بہ الطہارۃُ مادام الوقتُ باقیًا ندفعہ بانا نقول لیس الحکم
المطلوبُ متخلفًا عن الدلیلِ بل ھو موجودٌ لکن لم یظہر فی الحالِ لوجود مانعٍ والا لم یتمکن المکلفُ من الاداءِ
ولہذا یلزم الطہارۃُ بعد خروجِ الوقتِ بذلک الحدثِ لا بخروج الوقتِ فانہ لیس بحدثٍ بالاجماعِ
والحکم ھو کونہٗ حدثًا موجبًا للوضوءِ مطلقًا لا کونہٗ موجبًا لہٗ فی الحالِ مع وجودِ المانعِ۔

ترجمہ :- اور مثال تیسری صورت کی یہ ہے کہ جب اس تعلیل پر یہ وارد کیا جائے کہ جو بھی دائم الجریان زخم
والا کے زخم سے نکلے وہ نجس خارج بدن انسان ہے باوجودیکہ وہ حدث نہیں چونکہ اس سے طہارت منقوض نہیں ہوتی
جبتک کہ وقت باقی رہے جواب ہم اس کا ایں طور دیتے ہوئے کہیں گے کہ حکم مطلوب دلیل سے متخلف نہیں بلکہ وہ موجود ہے
لیکن وہ وجود مانع کی وجہ سے فی الحال ظاہر نہیں ہوتا ورنہ مکلف ادا پر قادر نہ ہوگا اسی وجہ سے خروج وقت کے بعد اس
حدث سے طہارت لازم ہوتی ہے خروج وقت سے نہیں کیونکہ وہ بالاجماع حدث نہیں اور حکم اس کا حدث ہونا مطلقاً
وضو کیلئے موجب ہے نہ کہ اس کا وضو کیلئے فی الحال موجب ہونا وجود مانع کے ساتھ۔

تشریح:۔ قولہ[۱] مثال الثالث، یہ مثال ہے تیسرے جواب کی کہ اس میں یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے مدعی متخلف ہے یعنی دلیل بھی پائی جاتی ہے اور مدعی بھی لیکن یہ ظاہر کرنا ہے کہ مدعی کسی مانع کی وجہ سے متخلف ہے اسکی مثال بھی وہی مذکور مثال ہے کہ دعوی مذکور کہ نجس اگر خارج بدن انسان ہو تو ناقض وضوء ہے اس پر امام شافعی نے نقض وارد کیا کہ مدعی دلیل سے متخلف ہے کیونکہ اگر کسی کا زخم دائم الجریان ہو تو دلیل مذکور پائی جاتی ہے لیکن مدعی متخلف ہے اسلئے کہ وہ نجس خارج بدن انسان ہے لیکن ناقض وضو نہیں چونکہ آپ خود ہی کہتے ہیں کہ جب تک نماز کا وقت ہے وہ ناقض وضو نہیں تو جواب اس کا اظہار کے ساتھ دیا جائے گا کہ دلیل پائی جاتی ہے اور حکم مطلوب حدث بھی پایا جاتا ہے لیکن حدث کا اثر فی الحال مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتا چونکہ حدث کا اثر اگر فی الحال ظاہر ہو تو وہ نماز ادا نہ کر سکے گا حالانکہ وہ مکلف ہے اور یہ تکلیف مالایطاق ہوگی اور تکلیف مالایطاق ظاہر ہے ممنوع ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔

قولہ[۲] لا بخروج الوقت، بعض لوگوں کا چونکہ یہ قول تھا کہ وضو اصل میں حدث سابق کی وجہ سے نہیں بلکہ خروج وقت کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اسلئے اس عبارت سے اسکو رد کیا گیا کہ وضو حدث سابق کی وجہ سے لازم ہوتا ہے خروج وقت کی وجہ سے نہیں کیونکہ خروج وقت کو کسی نے بھی ناقض وضو قرار نہیں دیا

قولہ[۳] والحکم کونہ، یہ جواب ہے اس سوال کا کہ حکم یعنی حدث تو یہاں موجود ہے لیکن اس کا اثر فی الحال ظاہر نہیں اور جب اثر ظاہر نہیں تو حکم بھی نہ ہوگا۔ جواب یہ کہ حکم یعنی حدث موجود ہے لیکن اس کا اثر مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں کیونکہ حدث مطلقاً موجب وضو ہے لیکن وہ مانع کی وجہ سے فی الحال موجب وضو نہیں

ومثال[۱] الرابع ان یقول المدعی حقیقۃ الانسان موجودۃ لانہ شیئ وحقائق الاشیاء موجودۃ فیرد علیہ انہ علی تقدیر وجود حقیقۃ من الحقائق یلزم محال وھو انہ لوکانت موجودۃ فاما ان یکون وجودھا موجودا او لا فان کان الثانی فکیف یوجد بدون الوجود وان کان الاول یتکلم فی وجود ذلک الوجود وھکذا فاما ان ینتھی الی وجود لا وجود لہ او یتسلسل وکلاھما محالان[۲] ویدفعہ بانا لا نسلم لزوم المحال وانما یلزم ان کان حقیقۃ الوجود وجودیۃ ولا نسلم ذلک ولو سلم فوجودہ عینہ

ترجمہ:۔۔۔ اور مثال چوتھی صورت کی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ حقیقت انسان موجود ہے کیونکہ وہ شئی ہے اشیاء کی حقیقتیں موجود ہوتی ہیں پس اس پر یہ سوال وارد ہوگا کہ حقیقۃ من الحقائق کے وجود کی تقدیر پر محال لازم

آئے گا اور وہ اگر موجود ہو تو آیا اس کا وجود موجود ہوگا یا نہیں پس اگر وہ معدوم ہے تو وہ وجود کے بغیر کیسے موجود ہوگا؟ اور اگر اول ہے تو اس وجود کے وجود کے متعلق کلام کیا جائے گا اسی طرح وہ آیا ایسے وجود کی طرف منتہی ہوگا جس کا کوئی وجود نہیں یا تسلسل ہوگا دونوں محال ہیں اور اس کو دفع ہم بایں طور کریں گے کہ لزوم محال کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور وہ لازم آئے گا اگر حقیقۃً وجود وجودی ہو حالانکہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو اس کا وجود اس کا عین ہوگا۔

تشریح:۔ قولہ[۱] مثال الرابع: یہ مثال ہے چوتھے جواب کی کہ دلیل محال کو مستلزم نہیں چنانچہ کسی صحیح العقیدہ مدعی مسلمان نے یہ دعویٰ کیا کہ حقیقت انسان موجود ہے دلیل اس پر یہ دی گئی کہ وہ شئی ہے اور اشیاء کی حقیقتیں چونکہ موجود ہوتی ہیں اسلئے حقیقت انسان موجود ہے سوفسطائیہ کا ایک گروہ لاادریہ نے دلیل مذکور پر یہ نقض وارد کیا کہ حقائق میں سے کسی حقیقت کے وجود کو اگر تسلیم کرلیا جائے تو اس سے محال لازم آئے گا کیونکہ ہم دریافت کرتے ہیں حقیقت شئی کو اگر مان لیا جائے تو اس کا وجود ہوگا یا نہیں۔ اگر اس کا وجود نہیں اور وہ معدوم ہے تو وہ خود معدوم ہے اور اس کے ساتھ دوسری چیز کس طرح وجود میں آئیگی اور اگر کہا جائے کہ اس کا وجود ہے تو پھر اس کے وجود کے وجود کے متعلق دریافت ہے کہ اس کے وجود کا وجود ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس سے دوسری چیز کیسے موجود ہوگی! اور اگر وجود ہے تو پھر اس کے وجود سے متعلق کلام کیا جائے گا پس اگر وجود کا وجود ہوتا چلا جائے تو اس سے تسلسل لازم آئے گا پس کسی شئی کا وجود کے بغیر ہونا اور تسلسل دونوں باطل ہیں لہٰذا حقیقت انسان کا موجود ہونا بھی باطل ہے۔

قولہ[۲] ندفعہ بان الخ:۔ یعنی دعویٰ مذکور کا جواب بایں طور دیا جائے گا کہ حقیقت انسان کو موجود ماننے سے محال لازم نہیں آتا کیونکہ محال اس وقت لازم آتا ہے جبکہ حقیقت وجود وجودی ہو یعنی اعتباری نہ ہو حالانکہ حقیقت وجود محض اعتباری ہوتی ہے اور اعتباری شئی میں تسلسل لازم نہیں آتا اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حقیقت وجود وجودی ہے تو بھی محال لازم نہیں آئے گا کیونکہ حقیقت وجود کا وجود پہلے وجود کا عین ہے پس تسلسل لازم نہیں آئے گا۔

ومثال[۵] الخامس انا نقول ان قتل زید عمراً بخلق اللہ تعالیٰ لانہ فعل عبد وافعال العباد بخلقہ تعالیٰ فیورد علیہ النقض من قبل المعتزلی بالزنا بان یقول الزنا فعل من افعال العباد ولیس بخلقہ تعالیٰ لانہ قبیح والصاقہ تعالیٰ بہ محال ونداقعہ بمنع کون خلق الزنا قبیحاً ومحالاً وانما القبیح

والمحال فعلہٗ لا خلقہٗ و بینہما بونٌ لا یخفی

ترجمہ: — اور مثال پانچویں صورت کی یہ ہے کہ ہم کہیں گے کہ زید کا قتل کرنا عمر کو خلق باری تعالیٰ سے ہے کیونکہ وہ بندہ کا فعل ہے اور بندہ کے افعال اللہ تعالیٰ کے خلق سے ہوتے ہیں پس اس پر معترض کی طرف سے زنا سے نقض وارد ہوگا بایں طور کہا جائے گا کہ زنا فعل ہے بندہ کے افعال میں سے اور وہ خلق باری تعالیٰ سے نہیں کیونکہ وہ قبیح ہے اور خلق قبیح، قبیح ہوتا ہے اور اس کا اتصاف اللہ تعالیٰ کے ساتھ محال ہے اور ہم اسکو دفع کریں گے خلق زنا کے قبیح ہونے اور محال ہونے کو منع کے ذریعہ اور قبیح اور محال ہونا بندہ کا فعل ہے اس کا خلق نہیں اور دونوں کے درمیان فرق ہے جو مخفی نہیں۔

تشریح: — قولہٗ مثال الخامس:۔ یہ مثال ہے اس پانچویں صورت کی کہ جس کو دلیل مستلزم ہے وہ محال نہیں وہ مثلاً اہل سنت و جماعت نے یہ دعویٰ کیا کہ زید کا قتل کرنا عمر کو اللہ تعالیٰ کے خلق سے ہے اور دلیل اس پر یہ بیان کیا کہ وہ بندہ کا فعل ہے اور بندہ کے افعال اللہ تعالیٰ کے خلق سے ہیں۔ معتزلہ نے اس پر زنا کے ساتھ نقض وارد کر کے یہ کہا کہ زنا فعل ہے بندہ کے افعال میں سے وہ اللہ تعالیٰ کے خلق سے نہیں کیونکہ وہ قبیح ہے اور قبیح کا خلق قبیح ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو صفت قباحت کے ساتھ متصف کرنا محال ہے پس دلیل مذکور محال کو مستلزم ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے پس دلیل مذکورہ محال و باطل ہے۔

قولہٗ ندفعہٗ بمنع:۔ یعنی جواب منع مذکور کا اس طرح دیا جائے گا کہ جس کو دلیل مستلزم ہے وہ محال نہیں اور جو محال ہے وہ مستلزم نہیں کیونکہ دلیل یہاں خلق زنا کو مستلزم ہے اور ظاہر ہے خلق زنا قبیح نہیں پس وہ محال بھی نہیں البتہ محال و قبیح فعل زنا ہے اور دلیل اس کو مستلزم نہیں اور فعل و خلق کے درمیان ظاہر ہے کافی فرق واقع ہے۔

البحث السابع نفی المدلول اعم من ان یکون قبل اقامۃ المدعی الدلیل او بعدہا من غیر الدلیل علیہ بان یقول السائل ہذا المدلول لیس بصحیح من غیر ان یقیم علی عدم صحتہٖ دلیلاً مکابرۃ لا تسمع و نفیہ مع اقامۃ السائل الدلیل علیہ قبل اقامۃ المدعی الدلیل علیہ غصب سمی قدس سرہٗ المدعی قبل اقامۃ المدعی الدلیل مدلولاً مجازاً باعتبار مایؤول الیہ او لانہ من شانہٖ ان یقام الدلیل علیہ او لمناسبۃ قولہ و بعد اقامۃ الدلیل ثم الغصب لیس بمسموع عند المحققین۔

ترجمہ: — (ساتویں بحث مدلول کی نفی ہے) اعم ہے اس بات سے کہ مدعی کا مدلول کو قائم کرنے سے پہلے ہو

بلا ضرورت ہے جو اہل تحقیق کے نزدیک مکابرہ کی طرح غیر قابل سماع ہے۔

وبعد اقامته ای المعلل الدلیل علیه ای علی المدلول معارضة ولا یذهب علیک انه یفهم منه هذا الکلام ان المعارضة عبارة عن النفی وتعریفها السابق دلیل واضح علی انها اقامة الدلیل فلعله لمکان الملازمة بین المعنیین اطلق علیهما۔

ترجمہ:۔ (اور اس پر) یعنی مدلول پر (اس کے) یعنی معلل کے (دلیل کو قائم کرنے کے بعد معارضہ ہے) اور آپ پر یہ امر نہ جائے کہ اس کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ معارضہ نام ہے نفی کا اور اس کی تعریف سابق اس امر پر دال ہے کہ وہ اقامت دلیل ہے پس شاید اس کا دو معنوں کے درمیان ملازمت ہونے کی وجہ سے ان دونوں پر اطلاق کر دیا گیا۔

تشریح:۔ بیانہ وبعد اقامته، نفی مدلول کی تین صورتیں ہیں جن میں سے دو صورتیں اوپر مذکور ہوئیں پہلی کو مکابرہ اور دوسری کو غصب کہا جاتا ہے اور وہ دونوں ہی غیر قابل سماع ہیں اور اب یہاں تیسری صورت بیان کی جاتی ہے کہ معلل کے مدلول پر دلیل قائم کرنے کے بعد سائل دلیل کے ساتھ مدلول کی نفی کر دے تو وہ معارضہ کہلائے گا۔

قولہ ولا یذهب علیک، یہ ایک سوال ہے جس کا جواب فلعلہ الخ سے آگے مذکور ہے سوال یہ کہ بعد اقامتہ معطوف ہے قبل اقامتہ کے ساتھ چونکہ نفی المدلول کا تعلق ہے پس نفی المدلول کا تعلق بھی بعد اقامتہ کے ساتھ ہوگا اسلئے کہ معطوف علیہ سے ماقبل والی عبارت کا تعلق اگر معطوف علیہ کے ساتھ ہو تو اس کا تعلق معطوف کے ساتھ بھی ہوتا ہے پس اصل عبارت یہ ہوگی نفی المدلول مع الدلیل بعد اقامتہ الدلیل علیہ معارضة یعنی اس کا یہ ہے کہ نفی مدلول کو اقامت دلیل کے بعد معارضہ کہا جاتا ہے حالانکہ ماقبل میں اقامت دلیل کو معارضہ کہا گیا ہے اور یہاں نفی مدلول کو پس دونوں عبارت میں تعارض ہوا۔

قولہ فلعلہ لمکان، یہ جواب ہے سوال مذکور کا کہ اقامت دلیل اور نفی مدلول میں چونکہ تلازم ہے کہ جہاں اقامت دلیل پائی جائے گی وہاں نفی مدلول بھی پائی جائے گی اور جہاں نفی مدلول پائی جائیگی وہاں اقامت دلیل بھی پائی جائیگی اسی بنا پر نفی مدلول کو بھی معارضہ کہہ دیا گیا جس طرح اقامت دلیل کو معارضہ کہا جاتا ہے پس دونوں عبارتوں میں تعارض نہیں۔

ثم اختلف فی اشتراط التسلیم والیه اشار بقوله وهل یشترط فیها تسلیم دلیل الخصم ولو من

حیث الظاہر بان لم یتعرض للدلیلِ اصلاً لا بالنفی ولا بالاثبات ام لا یشترط الاول وھو الاشتراط[۱]
اشھر والثانی وھو عدم الاشتراط اظھر لان[۲] تسلیمَ دلیلِ المعلل یستلزم تصدیقَ مدلولہ فیجب الظاہر
فیلزم تصدیق المتنافیین ولک[۳] ان تقول ان مرادھم بالتسلیم تسلیمُ دلالتہ علی مدعی الخصم ولا یلزمُ
من ذلک تسلیمُ مدعاہ حتی یلزم تصدیقُ المتنافیین

ترجمہ:۔ ـــــ پھر اشتراط تسلیم میں اختلاف کیا گیا اسی طرف ماتن قدس سرہٗ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا (اور کیا معارضہ میں دلیل خصم کا مان لینا شرط ہے اگرچہ ظاہراً ہی کیوں نہ ہو) بایں طور کہ سائل معلل کی دلیل کا تعرض کسی بھی اعتبار سے نہ کرے۔ نہ نفی کے اعتبار سے اور نہ اثبات کے اعتبار سے (یا شرط نہیں اول) اور وہ شرط ہونا (زیادہ مشہور ہے اور دوم) اور وہ شرط نہ ہونا (زیادہ ظاہر ہے) اسلئے کہ معلل کی دلیل کو تسلیم کرنا بظاہر اس کے مدلول کی تصدیق کو مستلزم ہے پس دو متنافی کی تصدیق لازم آئیگی اور آپ کیلئے یہ کہنا جائز ہے کہ تسلیم سے ان لوگوں کی مراد خصم کے مدعی پر اس کی دلالت کو تسلیم کرنا ہے اور اس سے اس کے مدعیٰ کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا یہاں تک کہ دو متنافی کی تصدیق لازم آئے۔

تشریح:۔ـــ قولہ[۱] ثم اختلف:۔ یہ بیان ہے آنیوالی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا کہ اس سے قبل معارضہ کا بیان تھا اور اب یہ اختلاف کا بیان ہے کہ معارضہ میں سائل کیلئے معلل کی دلیل کا تسلیم کرنا شرط ہے یا نہیں۔ بتقدیر اول یعنی سائل کیلئے معلل کی دلیل کے تسلیم کرنے کو شرط قرار دینا زیادہ مشہور ہے اور بتقدیر دوم یعنی شرط قرار نہ دینا زیادہ ظاہر ہے۔

قولہ[۲] ان لم یتعرض:۔ یہ بیان ہے دلیل خصم کو بظاہر تسلیم کرنیکی صورت کا کہ سائل معلل کی دلیل کا تعرض کسی بھی اعتبار سے نہ کرے۔ نہ نفی کے اعتبار سے اور نہ اثبات کے اعتبار سے۔

قولہ[۳] لان تسلیم دلیل:۔ یہ دلیل ہے دوسری صورت کے اظہر ہونیکی اور رد ہے پہلی صورت کے اشہر ہونے کا کہ سائل کا معلل کی دلیل کو تسلیم کرنا بظاہر معلل کے مدلول کی تصدیق کو مستلزم ہے اور سائل نے چونکہ خود بھی اپنے مدلول پر دلیل دیا ہے اسلئے سائل کو اپنے مدلول کی تصدیق حاصل ہوگی اور وہ دونوں مدلول آپس میں متنافی ہیں پس اس سے دو متنافی کی تصدیق لازم ہوگی جو محال ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سائل کیلئے معلل کی دلیل کو تسلیم کرنا شرط نہیں چونکہ یہ مستلزم ہے محال کو اور جو مستلزم ہے محال کو وہ خود محال ہوتا ہے۔

قولہ[۴] لک ان تقول:۔ یہ رد ہے مذکورہ دوسری صورت کا کہ یہ جو کہا گیا کہ سائل کیلئے معلل کی دلیل کو

تسلیم کرنا شرط ہے مراد اس سے یہ ہے کہ سائل یہ کہدے کہ معلل اور خصم کی دلیل کی دلالت اس کے مدعی پر ہے پس معلل کی دلیل کا اس کے مدعی پر دلالت تسلیم کرنے سے اس کے مدعی کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا پس یہ اب ایک تصدیق ہے جو سائل کو اپنے مدلول پر دلیل سے حاصل ہے۔ معلل کے مدلول کی تصدیق تو اس کو حاصل نہیں لہذا سائل کو تسلیم کرنے سے دو متنافی کی تصدیق لازم نہ آئیگی پس اب کوئی قباحت پیدا نہ ہوگی۔

لکن یلزم علی الثانی حصر وظیفۃ السائل فی المنع والنقض ولا یخفی علیک انہ انما یلزم الحصران لو شرط عدم التسلیم اما اذا لم یشترط التسلیم فلا لانہ یجوز ان یوجد معارضۃ مع التسلیم غایتہ ان المعارضۃ الغیر المقرونۃ مع التسلیم تندرج فی النقض

ترجمہ:۔ (لیکن) دوسری تقدیر پر (سائل کے وظیفہ کا منع اور نقض میں حصر لازم آئے گا) اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ دو حصر لازم آئیں گے اگر عدم تسلیم کی شرط ہو لیکن جب عدم تسلیم کی شرط نہ ہو تو لازم نہیں آئے گا کیونکہ اس وقت یہ جائز ہے کہ معارضہ موجود ہو تسلیم کے ساتھ۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ معارضہ جو تسلیم کے ساتھ غیر مقرون ہے نقض میں داخل ہو جائے گا۔

تشریح:۔ بیانہ لکن یلزم: ما قبل میں اول کو رد کیا گیا اور دوم کو اظہر کہہ کر ترجیح دیا لیکن یہاں دوم کو اظہر ہونے کو رد کیا جاتا ہے کہ سائل کیلئے معلل کی دلیل کو تسلیم کرنا اگر شرط قرار نہ دیا جائے تو اس سے بھی ایک خرابی لازم آئیگی کہ سائل کا وظیفہ صرف نقض و منع دو میں منحصر ہو گا حالاں کہ اس کا وظیفہ دو میں نہیں بلکہ تین میں منحصر ہوتا ہے دو تو وہی مذکور ہیں نقض و منع اور تیسرا معارضہ ہے کیونکہ تسلیم کے شرط نہ ہونے کی تقدیر پر سائل کے سوال کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کی دلیل قابل استدلال نہیں۔ ظاہر ہے وہ معارضہ نہیں بلکہ نقض ہے کیونکہ نقض کہتے ہیں ابطال دلیل کو جو یہاں موجود ہے۔

قولہ لا یخفی علیک:۔ متن میں جو رد مذکور ہے یہ اس کا جواب ہے کہ سائل کے وظیفہ کا دو میں منحصر ہونا اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ عدم شرط سے مراد یہ ہو کہ سائل کیلئے عدم تسلیم شرط ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ تسلیم بالکل شرط نہیں۔ نہ وجود کے اعتبار سے اور نہ عدم کے اعتبار سے مطلب اس کا یہ کہ نہ تسلیم شرط ہے اور نہ عدم تسلیم پس اس تقدیر پر سائل کے وظیفہ کا منحصر ہونا دو میں نہیں بلکہ تین میں ہو گا کیونکہ اس کا معنی یہ ہو گا کہ سائل کیلئے نہ تسلیم شرط ہے اور نہ عدم تسلیم عام ہے وہ واقع میں اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے پس اگر واقع میں اس کو تسلیم کرے تو وہ معارضہ ہو گا اور واقع میں تسلیم نہ کرے تو نقض ہو گا پس سائل کا وظیفہ تین میں منحصر ہو جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا

کہ معارضہ مع التسلیم نقض میں داخل ہو جائے گا اسمیں کوئی حرج کی بات نہیں۔

ومن ههنا ای[۵۰] من اجلِ عدمِ اشتراطِ التسلیم التزم بعضهم تقریرها مطلقاً اعمّ من ان یکون معارضة فیها مناقضة ومن ان یکون معارضة خالصة بطریق النقض بان[۵۱] یقال لو کان دلیلکم بجمیع مقدماته صحیحاً لما یصدق ما ینافی مدلوله لکن عندی دلیل یدل علی صدقه۔

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔ (اور اسی وجہ سے) یعنی تسلیم کو شرط قرار نہ دینے کی وجہ سے (بعض علماء نے مطلقاً تقریر معارضہ کا التزام کیا ہے) عام ہے کہ اس بات سے کہ معارضہ فیہا مناقضہ ہو اور اس بات سے کہ معارضہ خالصہ ہو (نقض کے طریقہ سے) بایں طور کہا جائے کہ اگر آپ کی دلیل جمیع مقدمات کے ساتھ صحیح ہو تو وہ امر صادق نہ آئے گا جو اس کے مدلول کے منافی ہو لیکن میرے پاس ایک ایسی دلیل ہے جو اس کے صدق پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح: قولہ ای من اجل، متن میں جو ھہنا اسم اشارہ ہے یہ اس کے مشار الیہ کو بیان کیا گیا ہے اس کا مشار الیہ عدم اشتراط تسلیم ہے اور متن میں مطلقاً سے جو مفہوم مستفاد ہے اسکی وضاحت اعم من ان یکون الخ سے کی گئی ہے کہ اس سے معارضہ کی دو قسموں کی طرف اشارہ ہے کہ سائل کیلئے معلل کی دلیل کو تسلیم کرنا اگر شرط نہ ہو تو وہ عام ہے واقع میں اسکی تسلیم ہے یا نہیں اگر تسلیم ہے تو وہ معارضہ خالصہ ہوگا اور اگر واقع میں اسکی تسلیم نہیں تو وہ معارضہ فیہا مناقضہ ہوگا۔

قولہ[۵۱] بان یقال:۔ یہ بیان ہے تقریر معارضہ کی صورت کا کہ اگر آپ کی دلیل جمیع مقدمات درست ہو جائے تو اس کے مدلول کا منافی صادق نہ ہوتا حالانکہ میرے پاس ایک ایسی دلیل موجود ہے جو آپ کے مدلول کے منافی پر دال ہے۔

وقیل[۵۲] المعارضة فی القطعیات ای الدلائل العقلیة والنقلیة الیقینیة راجعة الی النقض[۵۳] لامتناع اجتماع القطعیین المتنافیین بحسب نفس الامر ویسمی[۵۴] المذکور معارضة فیها النقض وانما سمیت معارضة فیها النقض ولم تسم نقضاً فیها معارضة[۵۵] لان المعارضة صریحة والنقض ضمنی والظنیات لا تعتبر دون النقلیات الظنیة کالقیاس الفقهی فانه یجوز ان یکون احد القیاسین خطاءً بحسب نفس الامر ویعارض القیاس الصواب فلا حاجة الی القول برجوعه الی النقض۔

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔ (اور بعض علماء نے کہا کہ معارضہ قطعیات میں) یعنی دلائل عقلیہ و نقلیہ یقینیہ میں (نقض کی طرف راجع ہے) کیونکہ دو قطعی متنافی کا اجتماع باعتبار نفس الامر کے محال ہے (اور) مذکور کا (نام معارضہ فیہا مناقضہ رکھا

جاتا ہے) اور معارضہ فیہا مناقضہ نام رکھا گیا مناقضہ فیہا معارضہ نہیں اس کی وجہ یہ کہ معارضہ صراحۃً ہے اور نقض ضمناً اور ضمنیات معتبر نہیں ہوتے (نہ کہ نقلیات) ظنیہ (ہیں) جیسے قیاس فقہی کہ جائز ہے دو قیاسوں میں سے ایک نفس الامر کے اعتبار سے خطاء ہو اور قیاس غلط قیاس صحیح کے معارض ہو پس اس کو نقض کی طرف رجوع کے قول کی کوئی ضرورت نہیں ۔

تشریح :۔ بیانہ[۱] قبل المعارضۃ :۔ یعنی دلائل قطعیہ خواہ عقلیہ ہوں یا نقلیہ مثلاً آیات محکمہ یا خبر متواتر ان میں معارضہ نہیں ہوتا البتہ ان کے اندر جو معارضہ ہے وہ نقض اجمالی کی طرف رجوع کرتا ہے شرح میں الدلائل العقلیۃ الخ سے متن میں قطعیات کے معنی کی وضاحت ہے اور اس امر کا بیان بھی کہ قطعیات صفت ہے اس کا موصوف دلائل ہے جو عبارت میں محذوف ہے ۔

قولہ[۲] لامتناع اجتماع :۔ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ دلائل قطعیہ میں معارضہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ نقض کی طرف رجوع کرے گا خلاصہ یہ کہ معلل اگر کسی چیز کو دلیل قطعی کے ساتھ ثابت کرے اور سائل بھی اس کی نقیض کو دلیل قطعی کے ساتھ ثابت کرے تو محال ہے اسلئے کہ اس سے نفس الامر میں دو قطعی نقیضوں کا اجتماع لازم آتا ہے اور چونکہ نفس الامر میں دو قطعی نقیضوں کا اجتماع محال ہوتا ہے اسلئے قطعیات میں معارضہ نہیں ہو سکتا البتہ وہ نقض کی طرف رجوع کرے گا کیونکہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ آپ کی دلیل آیا محال کو مستلزم ہے یا اس سے تخلف لازم آتا ہے اور صورت مذکورہ میں تخلف ہے چونکہ دلیل دعویٰ سے متخلف ہے اسلئے کہ سائل مدعیٰ کی نقیض کو ثابت کرتا ہے ۔

بیانہ[۳] وتسمی :۔ یعنی قطعیات میں جو بظاہر معارضہ ہوتا ہے اسکو معارضہ فیہا النقض کہا جاتا ہے اور المذکور کی تقدیر سے جواب ہے اس سوال کا کہ تسمی فعل مجہول ہے جس کا نائب فاعل ھو ہے جو معارضہ کیطرف راجع ہے لیکن ضمیر مرجع کے مطابق نہیں کیونکہ ضمیر مذکر ہے اور مرجع مونث لہذا تسمی کے بجائے تسمی کہنا چاہیے جواب یہ کہ معارضہ یہاں مذکور کی تاویل میں ہے اور مذکور چونکہ مذکر ہے اسلئے ضمیر مرجع کے مطابق ہے ۔

قولہ[۴] انما سمیت :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ قطعیات میں جو بظاہر معارضہ ہوتا ہے اسکو معارضہ فیہا النقض کیوں کہا ؟ اس کا برعکس نقض فیہا معارضہ کیوں نہیں کہا ؟ جواب یہ کہ معارضہ چونکہ اسمیں صراحۃً ہوتا ہے اور نقض ضمناً اسلئے صراحت کے اعتبار سے اسکو معارضہ فیہا النقض کہا گیا اور نقض فیہا المعارضہ نہیں ۔

بیانہ[۵] دون النقلیات :۔ اوپر یہ بیان ہوا کہ دلائل قطعیہ خواہ عقلیہ ہوں یا نقلیہ ان میں معارضہ نہیں ہوتا بلکہ وہ نقض اجمالی کی طرف رجوع کرے گا اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دلائل نقلیہ کی ایک قسم قطعیہ بھی ہے اور

وقطعیہ کے متعلق اوپر گذرا کہ ان میں معارضہ نہیں ہوتا اور نقلیہ کی دوسری قسم ظنیہ بھی ہے اور ظنیہ میں حقیقۃً معارضہ ہو سکتا ہے پس اسمیں نقض اجمالی کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا چنانچہ قیاس فقہی میں ایک قیاس سے ایک مسئلہ ثابت کیا جاتا ہے اور دوسرے قیاس سے اسکی نقیض کو ثابت کیا جاتا ہے پس یہ معارضہ ہے چونکہ نفس الامر میں ایک قیاس غلط ہوگا اور دوسرا قیاس صحیح ہوگا جو اس کا معارض ہے۔

وقیل[1] ھو ای معارضۃٌ فیھا النقضُ وتذکیرُ الضمیرِ[2] لانّ المعارضۃَ مصدرٌ بتاویلِ المذکورِ والمعارضۃُ بالقلبِ اخوانِ ای[3] متشارکانِ فی الماھیۃِ والحقیقۃِ والتغایرُ بینھما بالاعتبارِ فباعتبارِ[4] انھا تقلبُ دلیلَ المستدلِ شاھداً علیہ بعدَ انْ کانَ شاھداً لہ یسمّی قلباً وباعتبارِ تضمّنِھا معنیٰ النقضِ معارضۃً فیھا النقضُ

ترجمہ: ــــ (اور بعض علماء نے کہا کہ وہ) یعنی معارضہ فیہا النقض اور ضمیر کو مذکر اس وجہ سے لایا گیا ہے کہ معارضہ مصدر ہے جو مذکور کی تاویل میں ہے (اور معارضہ بالقلب دونوں ہم مثل ہیں) یعنی دونوں شریک ہیں ماہیت و حقیقت میں (اور متغایر ہے) ان دونوں کے درمیان (بالاعتبار) پس اس اعتبار سے کہ وہ مستدل کی دلیل کو شاہد سے بدل دیتا ہے قلب نام رکھا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ نقض کے معنی کو متضمن ہے معارضہ فیہا النقض نام رکھا جاتا ہے۔

تشریح:- بیانہ[1] قیل ھو ـــ یعنی بعض علماء نے کہا کہ معارضہ فیہا النقض اور معارضہ بالقلب آپس میں دونوں ہم مثل ہیں یعنی ماہیت و حقیقت میں دونوں شریک ہیں یعنی دونوں حقیقت میں ایک ہیں پس ان کے درمیان اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے اور ای معارضہ سے متن میں ھو کے مرجع کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مرجع معارضہ فیہا النقض ہے کیونکہ کلام اسی میں جاری ہے۔

قولہ[2] تذکیر الضمیر:- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ متن میں ھو کا مرجع معارضہ کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ ضمیر مرجع کے مطابق نہیں کیونکہ ضمیر مذکر ہے اور مرجع مؤنث ہے جواب یہ کہ معارضہ اگرچہ مؤنث ہے لیکن وہ مذکور کی تاویل میں ہے اور مذکور ظاہر ہے وہ مذکر ہے اسلئے ضمیر مذکر کی بیان کی گئی۔

قولہ[3] ای متشارکان:- یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ متن میں جو اخوان ہے اس سے مراد اس کا حقیقی معنی بھائی نہیں بلکہ مجازی معنی یعنی دونوں کا شریک ہونا ماہیت و حقیقت میں اور لفظ بینہما کی تقدیر سے یہ اشارہ ہے کہ تغایر دو چیزوں کے درمیان ہی ہوتا ہے۔

قولہ فباعتبار انہا :- یعنی معارضہ فیہا النقض اور معارضہ بالقلب دونوں آپس میں متحد بالذات اور متغایر بالاعتبار ہیں کیونکہ معارضہ میں اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ وہ مستدل کی دلیل کو شاہد سے بدل دیتا ہے تو اس کو معارضہ بالقلب کہا جاتا ہے اور اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ وہ نقض کے معنی کو شامل ہوتا ہے تو اس کو معارضہ فیہا النقض کہا جاتا ہے۔

تتمۃ ای ہذہ تتمۃ البحث السابع تردد بعضہم فی جواز المعارضۃ علی المعارضۃ وفی جواز المعارضۃ بالبداہۃ والدلیل علی البدیہی والمبین بداہۃ بالدلیل ہذہ اربعۃ اقسام للمعارضۃ

ترجمہ :- (تتمہ) یہ تتمہ ہے ساتویں بحث کا (بعض علماء نے تردد کیا ہے معارضہ علی المعارضہ کے جواز میں اور معارضہ بالبداہۃ اور دلیل علی البدیہی اور مبین بالدلیل) کے جواز (میں) یہ چار قسمیں ہیں معارضہ کی!

تشریح :- قولہ ای ہذہ :- یہ اشارہ ہے دو امر کیطرف! ایک یہ کہ متن میں تتمہ خبر ہے ہذہ مبتدا محذوف کی اور دوسرا امر جواب ہے اس سوال کا کہ یہ تتمہ ہے کتاب کا حالاں کہ اس کی چند بحثوں کا بیان باقی ہے جواب یہ کہ یہ تتمہ کتاب کا نہیں بلکہ ساتویں بحث کا ہے۔

بیانہ تردد بعضہم :- یعنی متن میں معارضہ کی چار قسمیں مذکور ہیں! شرح میں پانچ!! بعض علماء کو ان کے جواز و عدم جواز میں تردد واقع ہے ہر ایک کی دلیل اور اس کی مثال آگے مذکور ہے۔

قولہ ہذہ اربعۃ :- یعنی متن میں جو معارضہ کی چار قسمیں مذکور ہیں وہ یہ ہیں (۱) معارضہ علی المعارضہ (۲) معارضہ بالبداہۃ علی الحکم البدیہی (۳) معارضہ بالدلیل علی المدعیٰ البدیہی (۴) معارضہ بالبداہۃ علی الحکم المبین بداہۃ بالدلیل۔ شرح میں ایک قسم یہ بھی مذکور ہے معارضہ بالبداہۃ علی الحکم المبین بداہۃ بالدلیل۔ آگے ہر ایک کی تفصیل شرح میں مذکور ہے۔

الاول المعارضۃ بالبداہۃ علی البدیہی ای علی الحکم الذی یدعی المدعی بداہتہ بان یقول المعارض ما ادعیتم بداہتہ یقتضی خلاف بداہتہ بداہۃ العقل فہذہ تسمی معارضۃ باعتبار ان المدعی وان لم یعترض لدلیل المدعی لکن دعوی بداہتہ بمنزلۃ اقامۃ الدلیل کانہ قال ہذا الحکم ثابت لانہ بدیہی فیجوز للسائل ان یقول نقیض ہذا الحکم ثابت لانہ بدیہی والثانی المعارضۃ بالبداہۃ علی البدیہی المبین بداہتہ بالدلیل مثل ان یقول المدعی ہذا الحکم بدیہی لانہ من المحسوسات فیقول السائل خلاف ہذا الحکم ثابت بالبداہۃ فدعوی الخصم البداہۃ بمنزلۃ اقامۃ الدلیل

ترجمہ:۔ پہلی قسم معارضہ کی معارضہ بالبداہۃ ہے بدیہی پر یعنی اس حکم پر کہ مدعی جس کی بدیہی ہونے کا دعوی کرے بایں طور کہ معارض کہے کہ جس کی بداہت کا آپ لوگوں نے دعوی کیا ہے بداہت عقل اس کی بداہت کے خلاف کا تقاضہ کرتی ہے پس اس کا نام معارضہ اس اعتبار سے رکھا جاتا ہے کہ مدعی اگرچہ مدعی کی دلیل کا تعرض نہیں کرتا لیکن اس کا دعوی بداہت اقامت دلیل کے منزل میں ہے گویا اس نے یہ کہا کہ یہ حکم ثابت ہے کیونکہ وہ بدیہی ہے پس سائل کیلئے یہ کہنا جائز ہے کہ اس حکم کی نقیض ثابت ہے کیونکہ وہ بدیہی ہے دوسری قسم معارضہ کی معارضہ بالبداہۃ ہے اس بدیہی پر کہ جس کی بداہت دلیل سے واضح ہے مثلاً مدعی نے یہ کہا کہ یہ حکم بدیہی ہے کیونکہ وہ محسوسات سے ہے پس سائل کہے گا اس حکم کا خلاف بداہت سے ثابت ہے پس خصم کا دعوی بداہت اقامت دلیل کے منزل میں ہے۔

تشریح:۔ قولہ الاول: شرح کے لحاظ سے اگرچہ یہ پہلی قسم ہے لیکن متن کے لحاظ سے پہلی قسم معارضہ علی المعارضہ ہے وہ یہ کہ مدعی نے دلیل کے ساتھ اپنا دعوی ثابت کیا ہے اور سائل نے دلیل سے مدعی کے دعوی کی نقیض کو ثابت کیا پھر مدعی نے سائل کی نقیض کی نقیض کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا اور سائل کی نقیض ہی تو مدعی کا دعوی ہے۔

قولہ المعارضۃ بالبداھۃ:۔ شرح کے لحاظ سے پہلی قسم معارضہ بالبداھۃ ہے اور وہ یہ کہ بدیہی محض کہ مدعی نے جس حکم کے بدیہی ہونے کا دعوی کیا ہے معارض اس پر معارضہ کرتے ہوئے یہ کہے کہ آپ نے جس حکم کے بدیہی ہونے کا دعوی کیا ہے بداھۃ عقل اس کے خلاف کی بداھت کا مقتضی ہے۔

قولہ فھذہ تسمی:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ معارضہ میں مدعی اور سائل دونوں کی طرف سے ایک دوسرے کے مدعی کے خلاف دلیل پیش کیا جاتا ہے اور یہاں ایک دوسرے کے مدعی کے خلاف بداھۃ کا دعوی پیش کیا گیا ہے لہذا یہ معارضہ نہیں جواب یہ کہ بداھت یہاں بمنزلہ دلیل ہے اسلئے کہ یہ سمجھا جائے گا کہ مدعی نے اسی طرح کہا ہذا الحکم ثابت لانہ بدیہی پس لانہ بدیہی بھی بمنزلہ دلیل ہوا تو اس طرح کہا جائے گا کہ اس کے جواب میں سائل نے یہ کہا کہ نقیض ہذا الحکم ثابت لانہ بدیہی تو یہ لانہ بدیہی بھی بمنزلہ دلیل ہوا چونکہ جب دونوں کا دعوی بداھت دلیل کی طرح ہوا تو جانبین کا دعوی بداھت بھی معارضہ ہوا۔

قولہ والثانی المعارضۃ:۔ متن کے لحاظ سے یہ تیسری قسم اور شرح کے لحاظ سے دوسری قسم معارضۃ بالبداھۃ علی البدیہی المبین ہے یعنی وہ ہے جس کی بداہت کا مدعی دلیل کے ساتھ ثابت کرے اور معارض اس پر بداھت کے ساتھ معارضہ کرے چنانچہ مدعی نے دعوی کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہذا الحکم بدیہی پھر اس کی بداھت کو دلیل کے ساتھ

ثابت کرتے ہوئے کہا کہ لانہ من المحسوسات اور یہ محسوسات ہیں چونکہ بدیہی کی ایک قسم ہے پس یہ حکم جبکہ محسوسات سے ہوا تو اس کا بدیہی ہونا ثابت ہو گیا پس سائل معارض اس طرح معارضہ کرے گا کہ خلاف ہذا الحکم ثابت بالبداہۃ مگر سائل اس پر کوئی دلیل نہ دے تو یہاں بھی مدعی کا دعوی بداہت دلیل قائم کرنے کی طرح ہے پس یہ بھی معارضہ ہی ہوا۔

وَالثَّالِثُ المعارضةُ بالدليلِ على الحكمِ الذي يدعي المدعي بداهتَهُ كما اذا قال المدعي هذا الحكم بديهيٌ فيقول السائل لنا دليلٌ يدلُ على خلافه ويُبيّنُ الدليلَ والرابعُ المعارضةُ بالدليلِ على الحكمِ الذي بيّن المدعي بداهتهُ بالدليلِ كما اذا قال المدعي هذا الحكمُ بديهيٌ لانهُ من المشاهدات فيقول السائلُ لنا دليلٌ يدلُ على خلافِ هذا الحكم

ترجمہ:۔ اور تیسری قسم معارضہ کی وہ معارضہ ہے جو دلیل سے اس حکم پر ہو جو مدعی اس کی بداہت کا دعوی کرے جیسا کہ جب مدعی نے کہا کہ یہ حکم بدیہی ہے تو سائل کہے گا کہ ہمارے لئے دلیل ہے جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے اور دلیل کو بیان کرتا ہے اور چوتھی قسم معارضہ کی وہ معارضہ ہے جو دلیل سے اس حکم پر ہو کہ مدعی جسکی بداہت کو دلیل سے بیان کرتا ہے جیسا کہ جب مدعی نے کہا کہ یہ حکم بدیہی ہے کیونکہ وہ از قبیل مشاہدات ہے۔ سائل کہے گا کہ ہمارے لئے دلیل ہے جو اس حکم کے خلاف پر دال ہے۔

تشریح:۔ قولہ والثالث: یہ متن کے لحاظ سے چوتھی اور شرح کے لحاظ سے تیسری قسم معارضہ بالدلیل ہے اور وہ یہ کہ مدعی نے جب جس حکم کی بداہت کا دعوی کیا معارض اس پر دلیل کے ساتھ معارضہ کرے۔ چنانچہ مدعی نے کہا ہذا الحکم بدیہی تو سائل معارض اس پر یہ معارضہ کرے کہ ہمارے پاس ایسی دلیل موجود ہے جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے اور سائل وہ دلیل بیان بھی کر دے اسکی مثال یہ کہ مثلاً فلان مدعی نے یہ دعوی کیا کہ اعیان اور جواہر کا ثبوت بدیہی ہے تو سوفسطائی معارض اس پر اس طرح معارضہ کرے کہ اس کی نقیض ثابت ہے اور میرے پاس اس کی دلیل موجود ہے کہ اعیان کو ثابت ماننے سے محال لازم آتا ہے۔

قولہ والرابع:۔ یہ متن کے لحاظ سے پانچویں اور شرح کے لحاظ سے چوتھی قسم وہ معارضہ ہے کہ مدعی نے جس حکم کی بداہت کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا سائل اس پر دلیل کے ساتھ معارضہ کرے مثلاً مدعی نے یہ کہا کہ ہذا الحکم بدیہی اور اس پر اسنے یہ دلیل پیش کیا کہ وہ چونکہ از قبیل مشاہدات ہے اور مشاہدات بھی بدیہی کی ایک قسم ہے پس جب وہ حکم مشاہدات سے ہوا تو وہ بدیہی ہوا اور سائل مانع اس پر اس طرح معارضہ کرے گا کہ میرے پاس ایسی دلیل ہے جس سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے۔

فھٰذہٖ الاقسام الخمسۃ للمعارضۃ تردد فی جوازھا بعضھم وقالوا ھی غیر جائزۃ اما الاول فلانہ غیر نافع لانہ اذا استدل المدعی علی المطلوب بادلۃ کثیرۃ والخصم استدل علی نقیضہ بدلیل واحد فسقطت تلک الدلائل بھذا الدلیل ولا یثبت شئ من الطرفین واما الثانی فلانہ لا دلیل فی شئ من الجانبین وکذا الثالث لان الدلیل الذی اقامہ المدعی انما ینتھض علی دعوی البداھۃ لا علی الحکم

ترجمہ:۔ پس معارضہ کی یہ پانچوں قسمیں کہ ان کے جواز میں بعض علماء نے تردد کیا اور انہوں نے کہا کہ وہ جائز نہیں لیکن اول اسلئے کہ وہ نفع بخش نہیں کیونکہ جب مدعی مطلوب پر کثیر دلیلوں سے استدلال پیش کرے اور خصم اسکی نقیض پر دلیل واحد سے استدلال پیش کرے تو وہ دلیلیں اس دلیل سے ساقط ہو جائیں گی اور طرفین سے کچھ بھی ثابت نہ ہوگا اور دوم اسلئے کہ وہ جانبین میں سے کسی میں کوئی دلیل نہیں اسی طرح سوم کہ وہ دلیل جس کو مدعی نے قائم کیا وہ دعوی بداہت پر قائم ہوگا حکم پر نہیں۔

تشریح:۔ قولہ فھٰذہٖ الاقسام، معارضہ کے پانچوں اقسام کہ جن میں سے چار شرح میں مذکور ہوئیں اور ایک متن میں۔ ان کے جواز و عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے ناجائز کا قول کیا ہے اور انہوں نے ان کی دلیلیں بھی پیش کی ہیں شرح میں ان کی دلائل کو بیان کرکے ان کا رد بھی بیان کیا گیا ہے۔

قولہ اما الاول:۔ قسم اول جو معارضہ علی المعارضہ ہے وہ ناجائز و ممنوع اسلئے ہے کہ وہ نفع بخش نہیں کیونکہ مستدل نے جب مطلوب پر ادلہ کثیرہ سے استدلال پیش کیا اور خصم و سائل نے اسکی نقیض کو ایک دلیل سے ثابت کیا تو اسکی دلیل سے مدعی کے ادلہ کثیرہ باطل ہو گئے اور مدعی کی دوسری دلیل بھی سائل نے جو نقیض مدعی کیلئے ثابت کیا تھا وہ بھی ساقط و باطل ہو گئی پس سائل و مدعی میں سے کسی کو بھی فائدہ نہیں ہوا۔

قولہ واما الثانی:۔ قسم دوم جو معارضہ بالبداھۃ علی الحکم البدیہی ہے وہ ناجائز و ممنوع اسلئے ہے کہ اس تقدیر پر جانبین میں سے کسی سے بھی دلیل نہیں ہوتی جبکہ معارضہ میں جانبین سے دلیلیں ہوتی ہیں یہی حال قسم سوم کا جو معارضہ بالبداھۃ علی البدیہی المبین ہے اس میں بھی جانبین میں سے کسی سے بھی دعوی و حکم پر دلیل نہیں ہوتی کیونکہ مدعی نے جو دلیل قائم کی ہے وہ دعوی بداھت پر ہے دعوی و حکم پر کوئی دلیل نہیں اس وجہ سے یہ بھی ناجائز ہے۔

واما الرابع فلانہ لا دلیل فی جانب المدعی وکذا الخامس لما ذکرنا من انتھاض الدلیل علی دعوی البداھۃ لا علی الحکم وان تاملت فیما ذکرنا من تفصیل الاقسام الخمسۃ یظھر لک وجہ جوازھا اما وجہ جواز الاول فھو انہ لما عارض الدلیل الثانی للمعلل دلیل من المعارض بقی دلیلہ الاول سالما

عن المعارضۃ فاحسن التامل لیظہر لک الحق

ترجمہ:—— اور لیکن چہارم اسلئے کہ وہ مدعی کی جانب میں کوئی دلیل نہیں اسی طرح پنجم اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ دلیل قائم کرنا دعوی بداہت پر ہے حکم پر نہیں اور اگر آپ ان امور میں غور کریں جن کو ہم نے اقسام خمسہ کی تفصیل میں بیان کیا تو آپ کیلئے اس کے جواز کی وجہ ظاہر ہو جائے گی لیکن اول کے جواز کی وجہ تو وہ جب معارض کی دلیل معلل اول کے معارض ہو جائے تو اس کی دلیل اوّل معارضہ سے سالم ہو کر باقی رہے گی پس آپ اچھی طرح تامل کریں تاکہ آپ کیلئے حق ظاہر ہو جائے۔

تشریح:— قولہ واما الرابع:۔ چوتھی قسم جو معارضہ بالدلیل علی المدعی البدیہی ہے وہ ناجائز وممنوع اسلئے ہیکہ اس میں دلیل صرف سائل کی جانب سے ہوتی ہے مدعی کی جانب سے مدعا وحکم پر کچھ بھی دلیل نہیں ہوتی یہی حال پانچویں قسم معارضہ بالدلیل علی الحکم الذی بین المدعی بداہۃ الدلیل کا ہے کہ اس میں بھی مدعی کی جانب سے دعوی وحکم پر دلیل کچھ بھی نہیں ہوتی البتہ دعوی بداہت پر دلیل ہوتی ہے اسلئے یہ بھی ناجائز ہے۔

قولہ وان تاملت:۔ یہ اشارہ ہے معارضہ کی پانچوں اقسام کے عدم جواز کے رد کی طرف کہ اگر ان پانچوں اقسام کی تفصیل پر غور کیا جائے تو ان کے جواز کی وجہ معلوم ہو جائیگی لیکن اول کی وجہ تو آگے شرح میں مذکور ہے لیکن دوم کی وجہ یہ کہ اس کے ناجائز ہونیکی وجہ چونکہ جانبین سے دلیل کا نہ ہونا مذکور ہوئی اسلئے اس کا جائز ہونا اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ بداہۃ بمنزلہ دلیل ہے اسی طرح سوم کے ناجائز ہونیکی وجہ یہ مذکور ہوئی کہ وہاں بھی چونکہ دعوی کی بداہت پر دلیل ہے حکم اور دعوی پر نہیں اسلئے اس کا جائز ہونا اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ دعوی کی بداہت پر دلیل اصل میں دعوی پر دلیل ہے پس یہ معارضہ بھی درست ہے۔ اسی طرح چہارم کے ناجائز ہونیکی وجہ چونکہ مدعی کیطرف سے دلیل کا نہ ہونا مذکور ہوئی اسلئے اس کا جائز ہونا اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ دعوی بداہت بھی اصل میں دلیل کی مثل ہے اسی طرح پانچویں قسم کے ناجائز ہونیکی وجہ یہ مذکور ہوئی کہ یہاں بھی چونکہ دعوی بداہت پر دلیل ہے دعوی پر دلیل نہیں اسلئے اس کا جائز ہونا اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ دعوی بداہت پر دلیل حقیقۃً دعوی پر دلیل ہے پس یہ معارضہ بھی درست ہے۔

قولہ اما وجہ جواز الاول:۔ یعنی پہلی قسم جو معارضہ علی المعارضہ ہے اس کے جواز کی وجہ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ اس قسم میں مدعی کم سے کم دو دلیلیں دیتا ہے تو مدعی کی دوسری دلیل یا بقیہ دلائل سائل کی دلیل سے معارض ہوتی ہیں اور مدعی کی پہلی دلیل درست رہ جاتی ہے جس سے کم سے کم مدعی کو ضرور نفع

پہونچتا ہے کہ سالم دلیل سے اس کا مدعیٰ ثابت ہو جاتا ہے پس! یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ معارضہ علی المعارضہ میں جانبین میں سے کسی کو فائدہ نہیں پہونچتا۔

وَالحقُ جوازُہٗ ای جوازُ ماترددَ فیہ البعضُ وَمنہٗ ای من اجلِ الجوازِ المذکورِ ادَّعوا ای اھلُ المناظرۃِ انہ ای الشانَ اذا عُورِضَ البدیھی بالبرھانِ کان ذٰلک البرھانُ احقُ بالاعتبارِ کالنقلی ای کما ان الدلیلَ النقلی اذا عُورِضَ بالعقلی کان العقلیُ احقُ بالقبولِ والاعتبارُ فی جمیعِ الاوقاتِ الا اذا افادَ الدلیلُ النقلی القطعَ مثل ان یکون محکمًا من القرآنِ او الحدیثِ التواترِ۔

ترجمہ:۔ (اور حق اس کا جائز ہونا ہے) یعنی اس کا جائز ہونا جس میں بعض لوگوں نے تردد کیا ہے (اور اس سے) یعنی جواز مذکور کی وجہ سے (انہوں نے دعویٰ کیا) یعنی اہل مناظرہ نے (کہ جب بدیہی کا برھان کے ساتھ معارضہ کیا جائے تو وہ) یعنی برھان (احق بالاعتبار ہوگا نقلی کی طرح) یعنی جس طرح دلیل نقلی کو جب (عقلی کے ساتھ معارضہ کیا جائے تو عقلی احق بالقبول ہوگا اور تمام اوقات میں معتبر ہوگا (مگر جب فائدہ دے) دلیل (نقلی یقین کا) مثلاً یہ کہ وہ محکم ہو قرآن یا حدیث متواتر سے۔

تشریح:۔ بیانہ والحق جوازہ:۔ ماقبل میں یہ گذرا کہ بعض علماء نے معارضہ کے اقسام کے جواز میں تردد کیا ہے لیکن اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حق ان کا جائز ہونا ہے اور شرح میں ای جواز ماتردد کی تقدیر سے جواب ہے اس سوال کا کہ معارضہ کے اقسام پانچ ہیں جو حکم میں دراثت کے ہے پس اس کیلئے جوازہٗ کے بجائے جوازھا مونث کی ضمیر بیان کرنا چاہیئے تاکہ ضمیر مرجع کے مطابق ہو جائے جواب یہ کہ جوازہٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع اقسام مذکورہ نہیں بلکہ لفظ ما ہے جو مذکر ہے اگرچہ اس سے مراد اقسام مذکورہ ہیں پس ضمیر مرجع کے مطابق ہے

قولہٗ ای من اجل الجواز:۔ اس سے اشارہ ہے دو امر کیطرف! ایک یہ کہ منہ میں ضمیر مجرور کا مرجع جواز مذکور ہے دوسرا یہ کہ منہ میں لفظ من سبب کیلئے آیا ہے۔

بیانہ ادعوا:۔ اوپر یہ بیان کیا گیا کہ معارضہ کی مذکورہ پانچوں اقسام کے جواز وعدم جواز میں بعض علماء کا تردد ہے پھر یہ بیان کیا کہ جواز حق ہے اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ معارضہ کی مذکورہ پانچوں اقسام میں جواز ہے اسلئے مناظرین نے یہ دعویٰ کیا کہ اگر کسی نے کسی چیز کی بداہت کا دعویٰ کیا اور سائل نے اس کے خلاف کو برھان یعنی دلیل عقلی وقطعی سے ثابت کیا تو وہ برھان احق بالاعتبار ہوگا چونکہ دلیل عقلی و برھانی میں خطا نہیں ہوتی البتہ بداھت میں خطا ہو سکتی ہے۔

قولہ ای کان الدلیل :۔ متن کے اندر کا لنقلی میں جو تنبیہ ہے اس عبارت سے اس کی صورت بیان کی جاتی ہے کہ دلیل نقلی سے جس طرح اگر کوئی دعویٰ ثابت کرے اور سائل دلیل عقلی سے اس کا معارضہ کرے تو وہ دلیل عقلی احق بالاعتبار ہوگا اسی طرح برهانی بھی احق بالاعتبار ہوگا البتہ دلیل نقلی اگر قرآن کریم کی آیات محکمات سے ہو یا احادیث متواترہ سے تو اب احق بالاعتبار دلیل نقلی ہوگا دلیل عقلی نہیں اور شرح میں فی جمیع الاوقات سے مستثنیٰ منہ کو بیان کیا گیا ہے۔

تبصرة المراد بخلاف المدلول المعتبر فی مفهومها ای المعارضة ما یتناول النقیض والاخص من النقیض والمساوی له فالاول کما اذا استدل الحکیم علی ان العالم قدیم واستدل المتکلم معارضاً علی انه لیس بقدیم والثانی کما استدل الشافعی رحمه الله علی ان الترتیب فی الوضوء فرض واستدل الحنفی معارضاً علی انه سنة والثالث کما استدل الحکیم علی ان الجسم مرکب من الهیولیٰ والصورة واستدل المتکلم معارضاً علی انه مرکب من الاجزاء التی لا تتجزیٰ

ترجمہ :۔ (تبصرہ ۔ مراد خلاف مدلول سے) جو معتبر ہے (اس کے مفہوم) یعنی معارضہ کے مفہوم (میں وہ ہے جو شامل ہو نقیض اور) نقیض سے (اخص اور اس کے مساوی کو) پس اول جیسے کسی فلسفی نے اس امر پر استدلال پیش کیا کہ عالم قدیم ہے اور متکلم نے معارض ہو کر اس امر پر استدلال پیش کیا کہ وہ قدیم نہیں اور دوم جیسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اس امر پر استدلال پیش کیا کہ ترتیب وضوء میں فرض ہے اور حنفی نے معارض ہو کر اس امر پر استدلال پیش کیا کہ وہ سنت ہے اور سوم جیسے کسی فلسفی نے اس امر پر استدلال پیش کیا کہ جسم ہیولیٰ و صورت سے مرکب ہے اور متکلم نے معارض ہو کر اس امر پر استدلال پیش کیا کہ وہ اجزاء التی لا تتجزیٰ سے مرکب ہے۔

تشریح :۔ بیانہ تبصرة :۔ تبصرہ بروزن تسمیہ مصدر ہے باب تفعیل کا جو بمعنی مبصر اسم فاعل ہے اور بمعنی اسم مفعول بھی ممکن ہے اور یہ بھی احتمال ہے مجاز فی الاسناد ہو۔

بیانہ المراد بخلاف :۔ معارضہ سے متعلق کچھ چیزیں چونکہ محتاج بیان تھیں اسلئے یہاں ان کو بیان کیا جاتا ہے کہ ماقبل میں معارضہ کی تعریف میں یہ کہا گیا تھا کہ سائل مدعی کے مدلول کے خلاف دلیل پیش کرتا ہے اور مدلول کے خلاف سے مراد یہ ہے کہ سائل مدلول کی نقیض پر دلیل دے یا مدلول کی نقیض کے اخص پر دلیل دے یا مدلول کی نقیض کے مساوی پر دلیل دے تینوں کی مثالیں فالاول والثانی والثالث سے آگے شرح میں مذکور ہیں۔

قولہ فالاول :۔ خلاف مدلول کی مذکورہ تین صورتوں میں سے پہلی صورت جو کہ سائل مدعی کے مدلول کی

نقیض کو دلیل کے ساتھ ثابت کرے اسکی مثال مثلاً یہ کہ کسی فلسفی کا یہ عقیدہ ہو کہ عالم قدیم ہے اور اس پر انہوں نے یہ دلیل پیش کیا کہ عالم موثر سے مستغنی ہے اور ہر وہ شئی جو موثر سے مستغنی ہو وہ قدیم ہوتا ہے لہٰذا عالم قدیم ہے اور متکلم نے اسکی نقیض کہ عالم قدیم نہیں پر یہ دلیل پیش کیا کہ عالم موثر سے مستغنی نہیں اور ہر وہ شئی جو موثر سے مستغنی نہیں وہ قدیم نہیں لہٰذا عالم قدیم نہیں۔

قولہ والثانی:۔ دوسری صورت جو کہ خلاف مدلول، مدلول کی نقیض سے اخص ہو اسکی مثال مثلاً یہ کہ کسی شافعی المسلک نے یہ دعوی کیا کہ ترتیب وضوء میں فرض ہے اور دلیل انہوں نے یہ دیا کہ قرآن کریم اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الخ میں فا اور واؤ عاطفہ مذکور ہے جو ترتیب پر دال ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ اعضاء مغسولہ اور ممسوحہ میں ترتیب فرض ہے اور حنفی معارض نے مدعی کے مدلول کی نقیض اخص کو یہ ثابت کیا کہ وہ سنت ہے۔ مدلول کی نقیض انہ لیس بفرض ہے اور وہ عام ہے خواہ مباح ہو یا مستحب یا سنت اور ترتیب اگر سنت ہو تو وہ بھی لیس بفرض میں داخل ہے لیکن وہ اس سے اخص ہے۔

قولہ والثالث: تیسری صورت جو کہ خلاف مدلول سے مراد مدلول کی نقیض کے مساوی ہے اسکی مثال مثلاً یہ کہ کسی فلسفی نے یہ استدلال پیش کیا کہ جسم مرکب ہے ہیولیٰ و صورت سے اور متکلم نے معارضہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ جسم مرکب ہے اجزاء لا یتجزیٰ سے لیس الجسم المرکب من الھیولیٰ والصورۃ کی نقیض یہ ہوگی کہ الجسم لیس بمرکب من الھیولیٰ والصورۃ اور الجسم مرکب من الاجزاء التی لا تتجزیٰ اس نقیض کا مساوی ہے۔

البحث الثامن[1] قد تنقض المقدمۃ المعینۃ من الدلیل بان یستدل علی فسادھا او تعارض[2] بان یستدل علی خلافھا وکل[3] واحد من ذلک النقض والمعارضۃ بعد اقامۃ المعلل الدلیل علیھا ای تلک المقدمۃ ویسمی المذکور الذی[4] ھو بالنسبۃ الی تلک المقدمۃ نقض او معارضۃ مناقضۃ علی سبیل المعارضۃ او علی سبیل النقض نشر[5] علی خلاف ترتیب اللف اخذ من الاقرب

ترجمہ: (آٹھویں بحث کبھی) دلیل کے (مقدمہ) معینہ (میں نقض کیا جاتا ہے) بایں طور کہ اس کے فساد پر استدلال پیش کیا جاتا ہے (یا معارضہ کیا جاتا ہے) بایں طور کہ اسکے خلاف پہ استدلال پیش کیا جاتا ہے اور اس نقض و معارضہ میں سے ہر ایک معلل کا (اس پہ) یعنی اس مقدمہ پہ (دلیل کو قائم کرنے کے بعد اور نام رکھا جاتا ہے) اس مذکور کا جو بہ نسبت اس مقدمہ کے نقض یا معارضہ ہے (مناقضہ

برسبیل معارضہ یا برسبیل النقض) یہ نشر ہے ترتیب لف کے خلاف یہ اقرب کا لحاظ کرتے ہوئے

تشریح:۔ مبانہ البحث الثامن:۔ یہ آٹھویں بحث ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعی نے اگر دعوی پر دلیل دی اور اس کے بعد مدعی نے دلیل کے کسی مقدمہ پر معینہ پر بھی دلیل دی تو مدعی کے مقدار معینہ پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس مقدمہ معینہ پر نقض بھی وارد کیا جا سکتا ہے اور معارضہ بھی بتقدیر اول مناقضہ برسبیل نقض کہا جاتا ہے اور بتقدیر دوم مناقضہ برسبیل معارضہ!

قولہ بان یستدل:۔ یہ بیان ہے ورود نقض کی صورت کا کہ سائل اس مقدمہ کے فساد پر دلیل قائم کرے گا جس طرح بان یستدل خلافہا سے بیان ہے ورود معارضہ کی صورت کا کہ سائل اس مقدمہ کے خلاف کو دلیل کے ساتھ ثابت کرے گا۔

قولہ وکل واحد:۔ معلل کے مقدمہ معینہ پر دلیل قائم کرنے کے بعد نقض ہو یا معارضہ سائل ان کو وارد کر سکتا ہے شرح میں المعلل کی تقدیر سے اقامۃ مصدر کے فاعل کو بیان کیا گیا ہے اور ای علی تلک المقدمۃ کی تقدیر سے متن میں علیہا کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا گیا ہے۔

قولہ المذکور الذی:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ماقبل میں دو چیزیں مذکور ہیں ایک نقض اور دوسری معارضہ اور وہ دونوں مرجع ہیں پس یسمی فعل مجہول کے نائب فاعل کا حال ان کہ ضمیر مرجع کے مطابق نہیں چونکہ یسمی فعل مجہول کا نائب فاعل ضمیر واحد ہے اور مرجع دو ہے۔ جواب یہ کہ ماقبل میں اگرچہ دو چیزیں مذکور ہیں لیکن وہ مذکور کی تاویل میں ہے اور مذکور ظاہر ہے واحد مذکر ہے پس ضمیر مرجع کے مطابق ہے۔

قولہ نشر علی خلاف:۔ بلاغت کی اصطلاح میں ایک صنعت لف و نشر ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک مرتب اور دوسری غیر مرتب۔ مرتب وہ لف و نشر ہے کہ اجمال میں چند چیزوں کو جس ترتیب سے بیان کیا جائے تفصیل میں اس کو اسی ترتیب سے بیان کیا جائے اور غیر مرتب وہ لف و نشر ہے کہ اجمال میں چند چیزوں کو جس ترتیب سے بیان کیا جائے اور تفصیل میں اس کو اس ترتیب سے بیان نہ کیا جائے بلکہ اول کو مثلاً بعد میں اور دوم کو پہلے بیان کیا جائے اور اصطلاح میں دونوں صورتیں جائز ہیں لیکن مرتب کو ترتیب کے لحاظ سے اولی مانا جاتا ہے اور غیر مرتب کو قرب کے لحاظ سے اولی مانا جاتا ہے اور یہاں اس کا برعکس یعنی معارضہ کا ذکر پہلے اور نقض کا اس کے بعد بیان کیا گیا یعنی مناقضہ برسبیل معارضہ اور مناقضہ برسبیل نقض کہا گیا۔ مرتب کا لحاظ کرنے سے یہ کہنا چاہیے تھا مناقضہ برسبیل النقض اور مناقضہ برسبیل معارضہ۔

وَذٰلِکَ اَیْ تَسْمِیَتُہٗ مُنَاقَضَۃً لِوُجُوْدِ مَعْنَی الْمَنْعِ فِیْہِ بِالنِّسْبَۃِ اِلَی الدَّلِیْلِ الَّذِیْ ھِیَ اَیْ تِلْکَ الْمُقَدَّمَۃُ مُقَدَّمَۃٌ وَفِیْہِ اَنَّ الْمَنْعَ عَلٰی مَا سَبَقَ طَلَبُ الدَّلِیْلِ وَلَا طَلَبَ ھٰھُنَا بَلْ مَقْصُوْدُ السَّائِلِ اِفْسَادُ الدَّلِیْلِ اَوْ اِثْبَاتُ خِلَافِ الْمُقَدَّمَۃِ فَالْاَوْلٰی اَنْ یُّقَالَ تَسْمِیَتُہٗ مُنَاقَضَۃً لِمُشَارَکَتِہَا لَہَا فِیْ کَوْنِ کُلٍّ وَّاحِدٍ مِّنْہُمَا کَلَامًا عَلَی الْمُقَدَّمَۃِ

ترجمہ:۔ (اور وہ) یعنی اس کا نام مناقضہ رکھنا (اس وجہ سے ہے کہ اسمیں منع کا معنی پایا جاتا ہے بہ نسبت اس دلیل کے کہ وہ) یعنی وہ مقدمہ (اس کا مقدمہ ہے) اسمیں نظر ہے کیونکہ منع اس طور پر جو گذرا کہ وہ طلب الدلیل کو کہا جاتا ہے اور یہاں کوئی طلب نہیں بلکہ سائل کا مقصود دلیل کو فاسد کرنا یا خلاف مقدمہ کو ثابت کرنا ہے پس اولی یہ کہنا ہے کہ منع کا نام مناقضہ اس وجہ سے ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں مقدمہ پر کلام ہونے میں شریک ہوتا ہے۔

تشریح:۔ بیانہ وذلک:۔ ذلک اسم اشارہ ہے اس کا مشار الیہ شرح میں ای تسمیتہ سے بیان کیا گیا ہے اور مناقضہ سے تسمیۃ مصدر کے مفعول کو بیان کیا گیا ہے۔

بیانہ لوجود معنی المنع:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مقدمہ پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس پر وارد ہونے والا اعتراض کو نقض و معارضہ کہنا تو درست ہے لیکن مناقضہ کہنا درست نہیں چونکہ مناقضہ منع کو کہا جاتا ہے اور منع نام ہے طلب دلیل کا اور وہ یہاں مفقود ہے پس مناقضہ بر سبیل معارضہ یا بر سبیل نقض کہنا درست نہیں۔ جواب یہ کہ منع کا معنی اسمیں موجود ہے لیکن نقض میں اسلئے کہ نقض ابطال دلیل کو کہا جاتا ہے اور ابطال دلیل میں طلب دلیل بھی پائی جاتی ہے اگرچہ اس کا وجود ضمناً ہے لیکن معارضہ میں اسلئے کہ وہ بالآخر منع کیطرف راجع ہے۔

قولہ فیہ ان المنع:۔ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب فالاولی سے آگے مذکور ہے سوال یہ کہ نقض و معارضہ کو جو منع کہا گیا ہے وہ درست نہیں چونکہ منع طلب الدلیل کو کہا جاتا ہے اور طلب ظاہر ہے یہاں مفقود ہے چونکہ مقصود سائل کا دلیل کے فساد کو بیان کرنا ہے یا مدلول و مقدمہ کے خلاف کو ثابت کرنا ہے۔ جواب یہ کہ نقض و معارضہ کو منع ایک قدر مشترک کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور وہ یہ کہ منع میں جس طرح مقدمہ معینہ پر کلام ہوتا ہے اسی طرح نقض و معارضہ میں بھی مقدمہ معینہ پر کلام ہوتا ہے۔

وَقِیْلَ قَبْلَہَا اَیْ قَبْلَ اِقَامَۃِ الدَّلِیْلِ عَلَیْہَا اَیْضًا لِلْحُلْمِ بِلُزُوْمِ الْفَسَادِ عَلٰی اَیِّ حَالٍ اَیْ فَسَادُ الدَّلِیْلِ الَّذِیْ یَسْتَلْزِمُ صِحَّۃَ الْمُقَدَّمَۃِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ سَوَاءٌ اُقِیْمَ دَلِیْلٌ اَوْ لَمْ یُقَمْ اَمَّا اِذَا اُقِیْمَ فَظَاھِرٌ وَاَمَّا اِذَا لَمْ یُقَمْ خِلَافُہٗ

اذا کانت المقدمۃ نظریۃ فلا بد من ان یکون للمعلل علیہا دلیل فنقض المقدمۃ یرجع الی ان
الدلیل علیہا لو کان صحیحا یلزم منہ محال لانہ یلزم من صحتہ صحۃ تلک المقدمۃ مع انتفائہا بالادلۃ۔

ترجمہ:۔ (اور بعض علماء نے کہا کہ اس سے پہلے یعنی اس پر اقامت دلیل سے پہلے بھی مقدمہ پر نقض و معارضہ ہو سکتا ہے
جس حال میں لزوم فساد کا علم ہو (یعنی اس دلیل کا فساد جو ہر حال میں صحت مقدمہ کو مستلزم ہے عام ہے دلیل قائم کی گئی
ہو یا قائم نہ کی گئی ہو لیکن جب قائم کی گئی ہو تو ظاہر ہے اور لیکن جب قائم نہ کی گئی ہو تو اسلئے کہ جب مقدمہ نظری ہو تو ضروری
ہے معلل کیلئے اس مقدمہ پر دلیل ہو پس نقض مقدمہ اس امر کی طرف رجوع کرے گا کہ مقدمہ پر دلیل اگر صحیح
ہو تو اس سے محال لازم آئے گا کیونکہ اس کی صحت سے اس مقدمہ کی صحت لازم آئے گی باوجودیکہ وہ باطل ہے۔

تشریح:۔ بیانہ و قیل قبلہا:۔ قبلہا میں جو ضمیر مجرور ہے اس کا مرجع اقامت ہے شرح میں اسی کو ای قبل
اقامۃ الدلیل سے بیان کیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ ماقبل میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دلیل یا اس کے مقدمہ معینہ پر مدعی کا دلیل
قائم کرنے کے بعد بھی سائل اس پر نقض یا معارضہ کر سکتا ہے اور اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے مدعی کا دلیل
کے مقدمہ پر دلیل دینے سے پہلے بھی سائل نقض یا معارضہ کر سکتا ہے اسلئے کہ مقدمہ معینہ پر جب نقض یا معارضہ
ہوگا تو مقدمہ پر اقامت دلیل کے بعد ہو یا اس سے پہلے بھی سائل نقض یا معارضہ کر سکتا ہے اسلئے کہ مقدمہ معینہ
پر جب نقض یا معارضہ ہوگا تو مقدمہ پر اقامت دلیل کے بعد ہو یا اس سے پہلے دونوں تقدیر پر فساد کے لازم
ہونے کا علم ہوگا۔

قولہ ای فساد الدلیل:۔ یعنی مقدمہ معینہ پر دلیل قائم ہو یا قائم نہ ہو ہر تقدیر پر دلیل کا فساد صحت
مقدمہ کو مستلزم ہوگا پس اگر مقدمہ معینہ پر نقض یا معارضہ اقامت دلیل کے بعد ہو تو دلیل کا فساد ظاہر ہے
لیکن اقامت دلیل سے پہلے نقض و معارضہ ہو تو بھی دلیل فاسد ہوگی کیونکہ مقدمہ معینہ پر دلیل اس وقت دی
جائے گی جبکہ مقدمہ نظری ہو اور جب مقدمہ نظری ہو تو معلل کے پاس اس پر دلیل کا ہونا ضروری ہوگا پس مقدمہ
معینہ پر جو نقض ہے وہ مقدمہ کی دلیل کی طرف راجع ہوگا پس دلیل اگر درست ہے تو اس سے محال لازم آئے گا چونکہ
دلیل کی صحت مقدمہ کی صحت کو مستلزم ہوتی ہے حالانکہ مقدمہ باطل ہے تو دلیل باطل کو مستلزم ہوگی اور جو باطل
کو مستلزم ہو وہ خود باطل و فاسد ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ مقدمہ معینہ پر اقامت دلیل سے پہلے نقض و معارضہ
درست ہیں چونکہ ان ہر دو سے بھی دلیل کا فساد لازم ہوتا ہے۔

قولہ[۱۵] اخر جوابان السید اذا کانت مادۃ موجودۃ یعنی ان ما صدق علیہ نقیض المقدمۃ الممنوعۃ

يكون موجودا متحققا فى نفس الامر يرجع المنع الى النقض الاجمالى لان على ذلك التقدير يظهر فساد المقدمة الممنوعة التى هى جزء من الدليل وفساد الجزء مستلزم لفساد الكل

ترجمہ:۔ اسی وجہ سے اہل مناظرہ نے اس امر کی تصریح کیا کہ سند جب اس کا مادہ موجود ہو بایں معنیٰ کہ جس پر مقدمہ ممنوعہ کی نقیض صادق ہو وہ نفس الامر میں موجود وہ متحقق ہوگا۔ منع نقض اجمالی کی طرف رجوع کرے گا کیونکہ وہ اس تقدیر پر اس مقدمہ ممنوعہ کے فساد کو ظاہر کرتا ہے جو جزء دلیل ہے اور جزء کا فساد کل کے فساد کو مستلزم ہے۔

تشریح:۔ قولہ ولہذا صرحوا:۔ قول مذکور کی یہ تائید ہے اہل مناظرہ کی طرف سے کہ مقدمہ معینہ پر نقض و معارضہ خواہ اقامت دلیل کے بعد ہو یا اس سے پہلے بہر دو تقدیر وہ فساد دلیل کو مستلزم ہے کیونکہ ما قبل میں یہ گذرا کہ سند منع مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے اخص ہو یا مساوی وہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کو مستلزم ہوتا ہے پس جب مادہ نفس الامر میں موجود ہو اور اس کے موجود ہونے کا معنی یہ ہے کہ جس پر مقدمہ ممنوعہ کی نقیض صادق ہو وہ نفس الامر میں موجود و متحقق ہوگا یعنی جب مادہ سند نفس الامر میں موجود ہو اور وہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کو مستلزم ہو تو ایسی صورت میں نقض اجمالی کیطرف رجوع کریگا اسلئے کہ اب اس مقدمہ ممنوعہ کا فساد واضح ہوگا جو دلیل کا جزء ہے اور ظاہر ہے جز کا فساد کل کے فساد کو مستلزم ہوتا ہے تو جب مقدمہ ممنوعہ فاسد ہوا تو وہ دلیل بھی فاسد ہوئی جس کا یہ مقدمہ جزء ہے اسی فساد دلیل کو نقض اجمالی کہا جاتا ہے خواہ وہ فساد اقامت دلیل سے پہلے ہو یا اسکے بعد۔

وانت تعلم انہ ای الشان لا یلائم تقریرہ ای ذلک المذکور من المناقضۃ علی سبیل المعارضۃ او علی سبیل النقض بصورۃ المنع بان یقال لا نسلم تلک المقدمۃ کانہ کذا او کذا لتحقق مادۃ السند ای حین اذا کانت المقدمۃ متخلفۃ من مدلولہا او معارضۃ دلیلہا بدلیل آخر وکلما تحقق مادۃ السند یرجع المنع الی النقض لما مر

ترجمہ:۔ (اور آپ کو معلوم ہے وہ) ضمیر شان ہے (اس کی تقریر مناسب نہیں) یعنی اس مذکور کی تقریر مناقضہ بر سبیل معارضہ یا بر سبیل نقض میں سے (منع کی صورت میں) بایں طور کہا جائے کہ ہم اس مقدمہ کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ ایسا اور ایسا ہے (مادہ سند کے اس وقت متحقق ہونیکی وجہ سے) یعنی اس وقت جبکہ مقدمہ اپنے مدلول سے متخلف ہو یا اسکی دلیل دوسری دلیل سے معارض ہو پس جب مادہ سند متحقق ہے تو منع نقض کی طرف رجوع کرے گا جیسا کہ گذرا۔

تشریح:۔ بیانہ وانت تعلم:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ یہ کہنا درست نہیں کہ اقامت دلیل سے پہلے

یا اس کے بعد دونوں صورتوں میں سائل مقدمہ معینہ پر نقض و معارضہ کر سکتا ہے حالانکہ سائل کا حق منع کو وارد کرنا ہے نقض و معارضہ کو نہیں کیونکہ یہ اس کا حق نہیں اسلئے کہ وہ غصب ہے جواب یہ کہ مناقضہ بر سبیل معارضہ یا مناقضہ بر سبیل نقض کی تقریر منع کی صورت میں درست نہیں چونکہ مقدمہ معینہ جب اپنے مدلول سے متخلف ہو یا اس مقدمہ کی دلیل کسی دوسری دلیل کے معارض ہو تو مادۂ سند متحقق ہو جائے گا اور وہ جب متحقق ہو تو مقدمہ معینہ کی نقیض بھی نفس الامر میں متحقق ہو جائیگی پس جب نفس الامر میں مقدمہ معینہ کی نقیض ثابت و متحقق ہو تو اب اس پر منع یعنی طلب الدلیل کا کوئی معنی حاصل نہ ہوگا اس وجہ سے اعتراض مذکور کو منع نہیں بلکہ مناقضہ بر سبیل معارضہ یا بر سبیل نقض کہا گیا۔

قولہ ای ذلک المذکور: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ماقبل میں دو چیزیں مذکور ہیں ایک مناقضہ بر سبیل معارضہ اور دوسری مناقضہ بر سبیل النقض پس اس کیلئے تثنیہ کی ضمیر ضروری ہے لہذا تقریرہما کہنا چاہئے حالانکہ تقریرہٗ واحد کی ضمیر بیان کی گئی۔ جواب یہ کہ ماقبل میں اگرچہ دو چیزیں مذکور ہیں لیکن وہ مذکور کی تاویل میں ہے اور مذکور ظاہر ہے واحد ہے پس اس کیلئے تقریرہٗ کہنا درست ہے۔

قولہ بان یقال: یہ بیان ہے منع کی صورت کا کہ سائل اس طرح نہیں کہہ سکتا کہ وہ اسکو تسلیم نہیں کرتے کہ اسمیں فلاں فلاں نقص و خرابی ہے اور ای حین اذا کانت الخ سے متن میں ح سے جو مراد ہے اس کی وضاحت یا یں طور بیان کی جاتی ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ مقدمہ اپنے مدلول سے متخلف ہو یا اسکی دلیل دوسری دلیل کا معارض ہو۔

متن: وقد وقع النقض علیہا ای علی المقدمۃ بانضمامہا الی مقدمۃ اخری حقۃ فی نفسہا لیلزم من اجتماعہما المحال وبہذا یظہر فساد تلک المقدمۃ ضرورۃ عدم استلزام المقدمۃ الحقۃ محالاً والا لم تکن حقۃ فلو کانت تلک المقدمۃ صحیحۃ لما لزم من اجتماعہما المحال

ترجمہ: (اور اس پر یعنی مقدمہ پر (اس طرح نقض واقع ہوتا ہے کہ اس کو کسی دوسرے نفس الامری مقدمہ حقہ کے ساتھ ضم کرنے سے محال لازم آئے) اور اس بیان سے اس مقدمہ کا فساد ظاہر ہو گیا چونکہ بدیہی ہے مقدمہ حقہ کا محال کو مستلزم نہ ہونا ورنہ مقدمہ حقہ نہ ہوگا پس اگر وہ مقدمہ صحیحہ ہو تو ان دونوں کے اجتماع سے محال لازم نہ آئے گا۔

تشریح: بیانہ وقد وقع: یعنی دلیل کے مقدمہ پر ایک دوسرے طریقہ سے بھی نقض

وارد ہوتا ہے وہ اس طرح کہ مدعی کی دلیل کے مقدمہ کے ساتھ ایک دوسرا مقدمہ جس کو بھی ملادیا جائے جس کا حق ہونا مدعی کو بھی تسلیم ہو تو ان دونوں مقدموں کے اجتماع سے محال لازم آئے گا پس اس سے بھی مقدمہ معینہ کا فساد واضح ہو جائے گا کیونکہ جب دوسرے مقدمہ کا حق ہونا مدعی کو بھی تسلیم ہے تو اس سے محال لازم نہیں آتا لیکن محال لازم ہے تو بداہۃً معلوم ہو گیا کہ مدعی کے دلیل کے مقدمہ سے ہی محال لازم آتا ہے لہذا یہی فاسد ہے اور یہ مقدمہ جس دلیل کا ہے وہ دلیل بھی فاسد ہے۔

متن: البحث التاسع لا یحسن ایراد النقض والمعارضۃ اذا کان المستدل مشککا او مغالطا یکون غرضہ التشکیک لانہ لا یدعی حقیقۃ مقالہ وانما ینتفی بھما تلک بل غرضہ من ایراد الدلیل ایقاع الشک فی ذھن المخاطب وھو ای ایقاع الشک باق بعد النقض والمعارضۃ فلا ینفعان وما لا ینفع لا یحسن ذکرہ دون المناقضۃ فانہ یحسن ایرادھا اذ الغرض عنھا ظھور تلک المقدمۃ ولا یلزم من ذلک ابطال غرضہ حتی ینافیھا بقاءہ

ترجمہ: (نویں بحث یہ کہ نقض و معارضہ کو وارد کرنا اچھا نہیں جبکہ مستدل کا مقصد شک میں ڈالنا اور یہ مغالطہ دینا ہو) اس کا مقصد شک میں ڈالنا ہو (کیونکہ اس نے اپنی بات کے حق ہونے کا دعوی نہیں کیا) اور وہ ان دونوں سے منتفی ہو جاتا ہے (بلکہ اس کی غرض) دلیل کو وارد کرنے سے مخاطب کے ذہن میں (شک کو واقع کرنا ہے اور وہ) یعنی شک کو واقع کرنا (باقی ہے) نقض و معارضہ کے بعد پس وہ دونوں نفع بخش نہ ہوں گے اور جو نفع بخش نہ ہو اس کا ذکر اچھا نہیں۔ (نہ کہ مناقضہ) کیونکہ اس کو بیان کرنا اچھا ہے اسلئے کہ مقصود مناقضہ سے اس مقدمہ کا ظاہر ہونا ہے اور اس سے اسکی غرض کا ابطال لازم نہیں آتا یہاں تک کہ غرض کی بقاء مناقضہ کے منافی ہو۔

تشریح: بیانہ[۵۱] البحث التاسع: یعنی مدعی و مستدل کے دلیل دینے کا مقصد اگر مخاطب کو شک میں ڈالنا یا مغالطہ دینا ہو تو ایسی صورت میں مستدل کی دلیل کے مقدمہ پر نقض و معارضہ کرنا کوئی اچھی چیز نہیں اسلئے کہ مدعی نے اپنے دعوی کے حق ہونے کا ارادہ ہی نہ کیا جبکہ نقض و معارضہ سے مدعی کے دعوی کے حق ہونے کی نفی کی جاتی ہے اور معلل کی دلیل کا مقصد مخاطب کو شک میں ڈالنا ہے اور نقض و معارضہ کے بعد بھی شک میں ڈالنا باقی رہتا ہے اسلئے ایسی صورت میں نقض و معارضہ کرنا کوئی اچھی چیز نہیں چونکہ نقض و معارضہ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

بیانہ[۵۲] دون المناقضۃ: یعنی مدعی و معلل کا مقصود مخاطب کے ذہن میں شک کو ڈالنا ہو تو سائل کا مناقضہ یعنی منع وارد کرنا اچھی چیز ہے اسلئے کہ ورود منع سے مقصد مقدمہ ممنوعہ کا ظہور ہے اور یہ معلل کی غرض کے منافی نہیں پس یہ

اس کی غرض کے بقاء کے بھی منافی نہیں اسلئے کہ اس سے معلل کی تشکیک باطل نہیں ہوتی۔

وَلَعَلَّ عَدَّ هٰذَا الْبَحْثِ مِنَ الْمَقَاصِدِ مَبْنِیٌّ عَلٰی تَقْدِیْرِ کَوْنِ الْمُعْتَبَرِ فِی الْمُنَاظَرَۃِ قَصْدًا اِلٰی اِظْهَارِ الصَّوَابِ فِی الْجُمْلَۃِ وَلَوْ مِنْ جَانِبٍ وَاَمَّا اِذَا اعْتُبِرَ فِیْهَا ذٰلِكَ مِنَ الْجَانِبَیْنِ فَلَا وَجْهَ لِاِدْرَاجِ هٰذَا الْبَحْثِ فِی الْمَقَاصِدِ لِاَنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ التَّقْدِیْرِ لَمْ یَكُنِ الْمُخَاطَبَۃُ مَعَ ذٰلِكَ الْمُسْتَدِلِّ مُنَاظَرَۃً عَلٰی اَیِّ وَجْهٍ كَانَ

ترجمہ:۔ شاید اس بحث کو مقاصد سے شمار کرنا مناظرہ میں معتبر ہونیکی تقدیر پر مبنی ہے اظہار صواب فی الجملہ کا قصد کرتے ہوئے اگرچہ ایک جانب سے ہو لیکن جب مناظرہ میں دونوں جانب سے اعتبار کیا جائے تو اس بحث کو مقاصد میں شمار کرنیکی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ اس تقدیر پر اس مستدل کے ساتھ کسی بھی صورت میں مناظرہ کا مخاطب نہیں ہوگا۔

تشریح:۔ قولہ لعل عد: یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مناظرہ کا مقصد اظہار صواب ہے جیسا کہ تعریف مناظرہ سے معلوم ہوا اور یہ نویں بحث بھی چونکہ مناظرہ میں سے ہے لہٰذا اس میں بھی اظہار صواب ہونا چاہیے حالانکہ اس کا مقصد اظہار صواب نہیں بلکہ شک و مغالطہ میں ڈالنا ہے جواب یہ کہ مناظرہ کا مقصد اظہار صواب ضرور ہے لیکن اظہار صواب فی الجملہ ہے کہ خواہ ایک جانب سے ہی یہ مقصد حاصل ہو اور یہ نویں بحث میں موجود ہے۔ البتہ اظہار صواب اگر فی الجملہ مراد نہ ہو بلکہ جانبین سے ہو تو اب یہ بحث مقاصد مناظرہ سے قطعاً نہ ہوگی چونکہ مذکورہ کلام کسی صورت میں بھی مناظرہ نہیں کہا جاتا۔

وَاِذَا اجْتَمَعَ الْمُنُوْعُ الثَّلَاثَۃُ فَالْمَنْعُ اَحَقُّ بِالتَّقْدِیْمِ عَلٰی كُلٍّ مِنَ الْاٰخَرَیْنِ لِاَنَّ فِی الْاٰخَرَیْنِ عُدُوْلَ السَّائِلِ عَمَّا هُوَ حَقُّهٗ لِاَنَّ حَقَّ السَّائِلِ اَنْ یَّسْتَفْسِرَ وَلَا یَتَعَرَّضَ الدَّلِیْلَ الْمُعَلَّلَ بِالْاِفْسَادِ لَا صَرِیْحًا وَلَا ضِمْنًا وَیُمْكِنُ اَنْ یُّوَجَّهَ تَقْدِیْمُ الْمَنْعِ بِاَنَّهٗ قَدْحٌ فِیْ جُزْءِ الدَّلِیْلِ وَقَدْ یَتَحَقَّقُ قَبْلَ اِتْمَامِ الدَّلِیْلِ اَیْضًا بِخِلَافِ الْاٰخَرَیْنِ

ترجمہ:۔ (اور جب منوع ثلاثہ جمع ہو جائیں تو منع احق بالتقدیم ہوگا) اخیرین میں سے کل پر (کیونکہ دوسری دونوں میں سائل کا اپنے حق سے عدول ہے) اسلئے کہ سائل کا حق یہ ہے کہ وہ معلومات حاصل کرے اور معلل کی دلیل کو افساد کے ساتھ ذکر نہ کرے نہ صراحۃً اور نہ ضمناً ممکن ہے یہ کہ منع کی تقدیم کو بایں طور متوجہ کیا جائے کہ وہ جزء دلیل میں اعتراض ہے اور کبھی وہ اتمام دلیل سے پہلے سے بھی متحقق ہوتا ہے برخلاف اخیر دونوں کے۔

تشریح:۔ بیانہ واذا اجتمع:۔ یعنی مدعی اگر دعویٰ پر دلیل پیش کرے تو اس دلیل پر منع و معارضہ تینوں اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں البتہ نقض و معارضہ کی بہ نسبت منع کو مقدم کرنا زیادہ بہتر ہے چونکہ

نقض و معارضہ میں سائل حقیقۃً اپنے حق سے عدول کرتا ہے کیونکہ سائل کا حق یہ ہے کہ وہ صراحۃً یا ضمناً دلیل کا تعرض کئے بغیر معلل سے دلیل کی صحت و سقم کے متعلق دریافت کرتا ہے۔ نقض و معارضہ میں دلیل کا فساد ہوتا ہے نقض میں صراحۃً اور معارضہ میں ضمناً اسلئے کہ نقض میں سائل دلیل کے فساد کو بیان کرتا ہے اور معارضہ میں مدعی کے مدلول کے خلاف کو دلیل سے ثابت کرتا ہے صراحۃً فساد دلیل کو بیان نہیں کرتا۔

قولہ یمکن ان یوجہ:۔ منع کا نقض و معارضہ پر مقدم کرنے کی دو دلیلیں اور بھی ہیں ایک یہ کہ منع جزء دلیل پر وارد ہوتا ہے اور نقض و معارضہ پوری دلیل پر! اور ظاہر ہے جزء کل پر مقدم ہوتا ہے اسلئے منع کو نقض و معارضہ پر مقدم کیا گیا دوسری دلیل یہ کہ منع تمامیت دلیل سے پہلے وارد ہوتا ہے اور نقض و معارضہ تمامیت دلیل کے بعد! اسلئے منع کو نقض و معارضہ پر مقدم کرنا زیادہ بہتر ہے

متن: والمعارضۃ احق بالتاخیر لانھا قادح فی صحۃ الدلیل ضمناً وقیل یتقدم النقض علی المناقضۃ لان النقض اقوی منھا لانہ یقدح فی صحۃ الدلیل بخلاف المناقضۃ وھما مقدمان علی المعارضۃ

ترجمہ:۔ (اور معارضہ احق بالتاخیر ہے کیونکہ وہ صحت دلیل میں ضمناً اعتراض ہے اور بعض علماء نے کہا کہ نقض مناقضہ پر مقدم ہوتا ہے) کیونکہ نقض مناقضہ سے قوی تر ہے اسلئے کہ وہ صحت دلیل میں اعتراض ہے برخلاف مناقضہ کے (اور وہ دونوں) مقدم ہیں یعنی نقض و معارضہ (معارضہ پر مقدم ہیں)۔

تشریح:۔ بیانہ والمعارضۃ: یعنی تینوں اعتراضوں میں معارضہ احق بالتاخیر ہے اور منع و نقض احق بالتقدیم ہیں اور معارضہ کا منع سے احق بالتاخیر ہونا تو ظاہر ہے لیکن نقض سے اسلئے کہ معارضہ میں بھی اگرچہ دلیل میں اعتراض ہوتا ہے کیونکہ اسمیں نقیض کو بیان کرکے مدلول کی نفی کی جاتی ہے پس اس سے بھی دلیل کی نفی لازم ہوتی ہے لہذا اسمیں دلیل کے اندر ضمناً اعتراض ہوتا ہے لیکن نقض میں صراحۃً ہوتا ہے کیونکہ نقض میں دلیل کی نفی اثبات تخلف سے ہوتی ہے اور جس میں اعتراض صراحۃً ہو وہ اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو اس سے مقدم کیا جائے کہ جسمیں ضمناً اعتراض ہوتا ہے۔

بیانہ قیل یتقدم:۔ ماقبل میں یہ گذرا کہ مناقضہ یعنی منع تینوں اعتراضوں میں احق بالتقدیم ہے لیکن صاحب محاکمات کا قول اس کا برعکس ہے کہ نقض منع پر مقدم ہوتا ہے دلیل اس کی شرح میں یہ مذکور ہے کہ نقض منع سے قوی تر ہے چونکہ نقض میں صحت دلیل پر صراحۃً اعتراض ہوتا ہے اور منع میں ضمناً۔

بیانہ وھما:۔ ماقبل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مناقضہ یعنی منع النقض و معارضہ پر مقدم ہے اور

اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ معارضہ پر جس طرح منع مقدم ہوتا ہے اسی طرح نقض بھی یعنی منع اور نقض دونوں ہی معارضہ پر مقدم ہوتے ہیں۔ منع کے مقدم ہونے کی وجہ تو ماقبل میں گذر چکی لیکن نقض کے مقدم ہونے کی وجہ یہ کہ اس میں معلل کی دلیل پر اعتراض صراحۃً ہوتا ہے اور معارضہ میں ضمناً کیونکہ نقض میں معلل کی دلیل کو باطل کیا جاتا ہے اور معارضہ میں معلل جس دلیل کو بیان کرتا ہے اسکے خلاف وہ الگ سے دلیل بیان کرتا ہے گویا معلل کی دلیل کو اسمیں بھی باطل کیا جاتا ہے لیکن براہ راست نہیں بلکہ دوسری دلیل کو قائم کرکے ظاہر ہے پہلا دوسرے پر مقدم ہے۔

قال[۵۱] فیما نقل عنہ قد یقال ان المعارضۃ اقوی من النقض نفیا و رفعا لان المعارضۃ نفی المدلول و یلزم منہ نفی المدلول ایضا لان الدلیل ملزوم المدلول و نفی اللازم یستلزم نفی الملزوم بالضرورۃ بخلاف النقض فانہ نفی الدلیل و لا یلزم منہ نفی المدلول لان نفی الملزوم لا یستلزم نفی اللازم تم کلامہ[۵۲] لا یقال نفی الملزوم قد یستلزم نفی اللازم کما اذا کان اللازم مساویۃ[۵۳] لانا نقول انما یستلزم نفیہ نفی اللازم لانہ لازم و نفیہ نفی اللازم لا من حیث ھو ملزوم لجواز ان یکون اللازم اعم کالحرارۃ للنار۔

ترجمہ:۔ ماتن قدس سرہ نے اس چیز سے متعلق بیان فرمایا جو ان سے منقول ہے کہ کبھی کہا جاتا ہے کہ معارضہ نقض سے نفی اور رفع کے اعتبار سے قوی تر ہے کیونکہ معارضہ مدلول کی نفی ہے جس سے دلیل کی نفی بھی لازم ہوتی ہے کیونکہ دلیل مدلول کا ملزوم ہے اور لازم کی نفی بداھۃً ملزوم کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے برخلاف نقض کہ وہ دلیل کی نفی ہے جس سے مدلول کی نفی لازم نہیں ہوتی کیونکہ ملزوم کی نفی لازم کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی۔ ماتن کا کلام تام ہو گیا۔ نہ کہا جائے کہ ملزوم کی نفی کبھی لازم کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے جیسا کہ جب لازم مساوی ہو کیونکہ ہم کہیں گے کہ ملزوم کی نفی لازم کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے کیونکہ وہ لازم ہے اور اس کی نفی لازم کی نفی ہوتی ہے اس حیثیت سے نہیں کہ وہ ملزوم ہے کیونکہ جائز ہے لازم عام ہو جیسے حرارت آگ کیلئے۔

تشریح:۔ قولہ قال[۵] فیما نقل:۔ ماتن جو اپنے متن پر حاشیہ لکھتے ہیں اس کو منھیہ کہا جاتا ہے اس پر انہوں نے یہ لکھا ہے کہ معارضہ نقض پر مقدم ہوتا ہے جبکہ متن میں اس کا برعکس ہے کہ منع کی طرح نقض بھی معارضہ پر مقدم ہوتا ہے۔ غالباً منھیہ میں ایک اعتراض کو نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ نقض معارضہ پر مقدم نہیں بلکہ معارضہ نقض پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ معارضہ نفی اور رفع کے اعتبار سے نقض سے قوی تر ہے چونکہ معارضہ میں مدلول

مدعی کی نفی ہوتی ہے کیوں کہ معارضہ میں مدلول کے خلاف کو دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے مدلول کی نفی سے دلیل کی بھی نفی ہوتی ہے اسلئے کہ دلیل ملزوم ہے اور مدلول اس کا لازم ہے اور لازم کی نفی بداہۃً ملزوم کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے کیونکہ ملزوم لازم سے آیا خاص ہوگا یا مساوی۔ عام نہیں ہوسکتا پس عام کی نفی سے خاص کی بھی نفی ہوجاتی ہے اسی طرح ایک مساوی کی نفی سے دوسرے مساوی کی بھی نفی ہوجاتی ہے چونکہ دو مساویوں کا حکم ایک ہوتا ہے اور نقض میں اس کا برعکس ہے کہ اسمیں دلیل کی نفی ہوتی ہے اور دلیل کی نفی مدلول کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی اسلئے کہ دلیل ملزوم ہے اور مدلول اس کا لازم اور ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی نہیں ہوتی۔

قولہ[۲] لا یقال :۔ یہ اعتراض ہے منیہ مذکور پر کہ یہ درست نہیں کہ ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ لازم جب مساوی ہو تو ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی ہوجاتی ہے چوں کہ دو مساویوں میں سے ہر ایک کا حکم ایک ہوتا ہے۔

قولہ[۳] لانا نقول :۔ یعنی جواب اعتراض مذکور کا یہ ہے کہ نہ کہا جائے کہ ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی ہوتی ہے اس اعتبار سے نہیں کہ وہ ملزوم ہے بلکہ اس اعتبار سے کہ ملزوم بھی لازم ہے اور مساوات میں چوں کہ تلازم ہوتا ہے اسلئے اس صورت میں بھی لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی ہوتی ہے ورنہ لازم تو عام ہوتا ہے اور ملزوم خاص اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی چنانچہ آگ حرارت میں آگ ملزوم ہے جو خاص ہے اور حرارت لازم ہے جو عام ہے لیکن آگ کی نفی سے حرارت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ حرارت دوسری چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے

تکملۃ[۱] لهذه مکملۃ الابحاث التسعۃ نقض الحصر البحث فی الثلاثۃ یعنی المنع والنقض والمعارضۃ بقدح الدلیل اما لعدم استلزامہ الدعوی کان یقال دلیلکم لا یستلزم مدعاکم اما شاهد علی عدم الاستلزام او بدونہ اولاحتیاجہ الی مقدمۃ[۳] لم تذکر سواء بُیّن تلک المقدمۃ او لم تبیّن او لاستدراکها ای مقدمۃ من الدلیل ـــــــ

ترجمہ:۔ ـــــ (تکملہ) یہ نو بحثوں کو مکمل کرنے والا ہے (اعتراض ہے بحث کو) تین یعنی منع و نقض و معارضہ میں حصر کرنے پر دلیل پر اعتراض کی وجہ سے آیا دلیل کے دعوی کو مستلزم نہ ہونیکی وجہ سے) چنانچہ کہا جاتا ہے آپ کی دلیل آپکے مدعی کو مستلزم نہیں آیا عدم استلزام پر شاہد کے ساتھ یا اس کے بغیر (یا کسی ایسے مقدمہ کی طرف محتاج ہونیکی وجہ سے) جو مذکور نہ ہو عام ہے وہ مقدمہ بیان کیا جائے یا بیان نہ کیا جائے (یا) دلیل کے مقدمہ کے (مستدرک ہونیکی وجہ سے)

تشریح :- بیانہ تکملۃ، اس کتاب میں کل نو بحثوں کا بیان ہے اور جب ان بحثوں کے بیان سے فارغ ہو چکے تو اب ان بحثوں کے تکملہ کو بیان کیا جاتا ہے شرح میں ہذہ تکملۃ الخ سے تین امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ایک یہ کہ تکملہ ترکیب میں خبر واقع ہے مبتدا اس کا ہذہ عبارت میں محذوف ہے دوسری یہ کہ تکملۃ بروز تسمیہ مصدر ہے اور مصدر کبھی بمعنی اسم فاعل ہوتا ہے اور کبھی بمعنی اسم مفعول اور یہاں بمعنی اسم فاعل یعنی مکملہ مراد ہے تیسری یہ کہ ایک شبہ کا ازالہ ہے اور وہ یہ کہ تکملۃ سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ یہ صرف نویں بحث کا تتمہ ہے جس طرح ماقبل میں ساتویں بحث کا تتمہ تھا حاصل ازالہ کا یہ کہ یہ تتمہ و تکملہ صرف نویں بحث کا نہیں بلکہ کل نو بحثوں کا ہے۔

بیانہ نقض الحصر :- درحقیقت اس عبارت سے ایک اعتراض کر کے اس کا جواب دینا چاہتے ہیں اعتراض یہ کہ آپ نے کہا کہ معلل جب اپنے دعوی پر دلیل دے تو سائل اس پر صرف تین سوال یعنی منع و نقض و معارضہ کر سکتا ہے حالانکہ تین میں حصر ممنوع ہے کیوں کہ سائل ان کے علاوہ پانچ سوال کر سکتا ہے تفصیل آگے مذکور ہے

بیانہ اما العلم استلزامہ :- یعنی پانچ سوالوں میں سے ایک قدح دلیل ہے جس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ دلیل دعوی کو مستلزم نہیں چنانچہ سائل یہ کہے کہ آپ کی دلیل دعوی کو مستلزم نہیں دوسری صورت یہ کہ دلیل کسی دوسرے مقدمہ کا محتاج ہے چنانچہ سائل مدعی کو کہے کہ آپ کی دلیل ایک ایسے مقدمے کا محتاج ہے جو مذکور نہیں عام ہے سائل اس مقدمہ کو بیان کرے یا نہ کرے جیسے قیاسات مرکبہ تیسری صورت یہ کہ مقدمہ میں استدراک ہے چنانچہ سائل مدعی کو کہے کہ آپ کی دلیل کا ایک مقدمہ زائد ہے۔

(او بالمصادرۃ علی المطلوب عطف علی قولہ بقدحہ بان یقال ہذا الدلیل او جزءہ انما یتم ویصح لو صح المدلول او جزءہ مع شاہد او بدونہ او بمنع ما یلزم صحۃ الدلیل بان یقال انما یصح ہذا الدلیل ان لو کان کذا وذا ممنوع فان ہذہ الاسئلۃ الخمسۃ من افراد البحث ولیس شیء منہا من المنوع الثلاثۃ المذکورۃ

ترجمہ :- (یا مصادرہ علی المطلوب کی وجہ سے) وہ عطف ہے ماتن کے قول بقدح پر اس طور پر کہا جائے کہ یہ دلیل ہے یا اس کا جزء تام و صحیح ہے اگر مدلول یا اس کا جزء صحیح ہو شاہد کے ساتھ یا اس کے بغیر (یا جس کو صحت دلیل لازم ہے اسکے منع کی وجہ سے) یا اس طور کہا جائے کہ یہ دلیل صحیح ہے اگر وہ ایسا ہو اور وہ ممنوع ہے کیونکہ یہ پانچوں سوالات افراد بحث سے ہیں اور وہ مذکورہ تینوں اعتراضوں میں سے نہیں۔

تشریح :- بیانہ او بالمصادرۃ :- وہ معطوف ہے بقدح الدلیل پر اصل عبارت یہ ہے نقض الحصر

بالمصادرۃ علی المطلوب یعنی حصر بحث میں اعتراض ہے مصادرہ علی المطلوب کی وجہ سے اور وہ اس طرح کہ آپ
کی دلیل سے مصادرہ علی المطلوب لازم آتا ہے اور وہ باطل ہے اور جس دلیل سے باطل لازم آئے وہ دلیل بھی باطل ہے

قولہ ۵۲ عطف علی قولہ:- یہ ازالہ ہے اس وہم کا کہ مصادرہ علی المطلوب بھی قدح دلیل کی چوتھی صورت ہے کیونکہ
اس کا عطف لاستدراکہا پر ہے حاصل ازالہ یہ کہ بالمصادرۃ کا عطف بالقدح الدلیل پر ہے لاستدراکہا پر نہیں پس مصادرہ
قدح دلیل کی طرح علیحدہ و مستقل چوتھا اعتراض ہے اور وہ اس طرح کہ دلیل یا جزء دلیل کا پورا صحیح ہونا مدلول یا جزء
دلیل پر موقوف ہے پس وہ مصادرہ علی المطلوب ہے سائل خواہ اس پر شاہد پیش کرے یا نہ کرے۔

۵۳ بیانہ او منع مایلزم:- یعنی پانچواں سوال یہ کہ جس کو صحت دلیل لازم ہے اس کو منع کر دیا جائے چنانچہ سائل یہ
کہے کہ جو چیز آپکی دلیل کی صحت کو لازم ہے وہ اس دلیل میں موجود نہیں مثلاً سائل یہ کہے کہ آپکی دلیل اس وقت
صحیح ہوگی جبکہ اسمیں فلاں مقدمہ یا فلاں چیز پائی جائے حالانکہ اس کا پایا جانا ممنوع ہے۔

فیجاب عن الاول وهو النقض بالقدح لعدم الاستلزام وعن الثانی وهو النقض بالقدح للاحتیاج مقدمة
وعن الرابع وهو النقض بالمصادرة علی المطلوب بانه ای المذکور ان کان بشاهد ای مع شاهد یدل علی ذلک
فنقض ای فهو نقض ۵۴ حیث یصدق معنی النقض علیه وهو بیان فساد الدلیل بشاهد من غیر تعرض
لمدلوله والا ای ان لم یکن مع شاهد یدل علیه فمکابرة غیر مسموعة وکلامنا فی الابحاث المسموعة

ترجمہ:- (پس جواب دیا جائے گا پہلا سوال کا) اور وہ نقض بالقدح ہے عدم استلزام کی وجہ سے (اور دوسرا
سوال کا) اور وہ نقض بالقدح ہے کسی مقدمہ کی طرف محتاج ہونیکی وجہ سے (اور چوتھا سوال کا) اور وہ نقض ہے مصادرہ
بالمطلوب کی وجہ سے اس طور کہ وہ) یعنی مذکورہ (اگر شاہد کے ساتھ ہے) یعنی اگر شاہد کے ساتھ ہے جو اس پر دلالت
کرتا ہے (تو نقض ہے) یعنی پس وہ نقض ہے کیونکہ نقض کا معنی اس پر صادق ہے اور وہ فساد دلیل کو شاہد کے ساتھ
بیان کرتا ہے بغیر یہ کہ اس کے مدلول کے لئے تعرض ہو (ورنہ) یعنی اگر وہ شاہد کے ساتھ نہ ہو جو اس پر دال ہے (تو
مکابرہ ہے) جو مسموع نہیں اور ہمارا کلام ان بحثوں میں ہے جو مسموع ہیں۔

تشریح:- بیانہ ۵۴ فیجاب عن الاول:- یعنی پہلا دوسرا و چوتھا سوال کا ایک ہی جواب ہے اور وہ
یہ کہ اگر ان سوالوں میں سائل شاہد پیش کرے تو وہ نقض میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ نقض کا جو معنی ہے وہ ان میں موجود ہے
اور اگر شاہد پیش نہ کرے تو وہ مکابرہ میں داخل ہو جائیں گے جو مناظرین کے نزدیک غیر قابل قبول و غیر مسموع ہے اور
یہاں کلام ان بحثوں میں ہے جو مسموع ہیں۔

قولہ[۲] ھو النقض بالقدح :۔ متن میں اول و دوم سے مراد کیا ہے؟ اس عبارت سے اسکی وضاحت بیان کی جاتی ہے کہ اول سے مراد وہ سوال ہے کہ آپ کی دلیل دعویٰ کو مستلزم نہیں اور دوم سے مراد وہ سوال ہے کہ سائل مدعی کو کہے کہ دلیل ایک ایسے مقدمہ کا محتاج ہے جو مذکور نہیں۔ اور چوتھا سے مراد وہ سوال ہے کہ سائل کہے کہ آپ کی دلیل سے مصادرہ علی المطلوب لازم آتی ہے جو باطل ہے۔

قولہ[۳] ای فھو نقض :۔ دو چیزیں یہاں مذکور ہیں ایک یہ کہ متن میں نقض ترکیب کے اعتبار سے خبر واقع ہے ھو مبتدا محذوف کی اور دوسری اس امر کا بیان ہے کہ نقض میں جس طرح مدلول سے تعرض کئے بغیر شاہد کے ساتھ فساد دلیل کو بیان کیا جاتا ہے اسی طرح مذکورہ تینوں سوالوں میں بھی فساد دلیل کو بیان کیا جاتا ہے اگر شاہد کے ساتھ ہو ورنہ مکابرہ ہے جو مسموع نہیں۔

ویجاب عن الثالث وھو النقض بقدح الدلیل لاستدراک مقدمۃ[۱] بانہ لا ینافی غرض المناظر اذ غرض المعلل اثبات مطلبہ بالدلیل وذا یحصل وان کان بعض مقدماتہ مستدرکۃ غایتہ انہ ترک الاولی وتعرض لمقدمۃ لا تعلق لھا بالمطلوب زائدۃ یجوز اثبات المدلول بدون ذکرھا فالسوال علیہ بترک الاولی فی التکلم لیس من البحث فی شیٔ وعن الخامس[۲] وھو النقض بمنع ما یلزم صحۃ الدلیل بتفسیر المقدمۃ الماخوذۃ فی حد المنع بما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل سواء کان جزءً او لا کما سبق او تفسیرھا بقولہ ما لا یمکن صحۃ الدلیل وتمامہ بل ثم فذلک المنع داخل فی المنع

ترجمہ ——— (اور تیسرا سوال کا جواب بایں طور دیا جائے گا) اور وہ اعتراض ہے قدح دلیل کے ساتھ اس وجہ سے کہ مستدرک ہے مقدمہ اس کے مقدمات میں سے (کہ وہ غرض مناظر کے منافی نہیں) کیونکہ معلل کا مقصود دلیل سے اسکے مطلوب کو ثابت کرنا ہے اور وہ حاصل ہے اگرچہ اس کے بعض مقدمات مستدرک ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اولیٰ کا ترک ہے اور ایسے زائد مقدمہ کا ذکر کرنا جس کا مطلوب سے کوئی تعلق نہیں اس کے ذکر کے بغیر مدلول کا اثبات جائز ہے پس اس پر اولیٰ فی التکلم کے متعلق سوال کرنا بحث سے نہیں (اور پانچویں سوال کا جواب دیا جائے گا) اور وہ اعتراض ہے اس چیز کو منع کرکے جو صحت دلیل کو لازم ہے (مقدمہ کی تفسیر) مقدمہ جو منع کی تعریف میں معتبر ہے (ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل کے ذریعہ) عام ہے وہ دلیل کا جزء ہے یا جزء نہیں جیسا کہ گذرا (یا) مقدمہ کی تفسیر ماتن کے اس قول سے کی جائے (ممکن نہ ہو) صحت دلیل اور اس کا تمام ہونا (اس کے بغیر) پس وہ منع۔ منع کی تعریف میں داخل ہے۔

تشریح ——— بیانہ[۱] ویجاب عن الثالث : تیسرا سوال یہ تھا کہ مقدمہ مستدرک ہے چنانچہ سائل مدعی کو

کہے کہ آپ کی دلیل کا ایک مقدمہ زائد ہے جواب اس کا یہ کہ وہ زائد مقدمہ مناظر کی غرض کے منافی نہیں اسلئے کہ معلل کی غرض مطلوب کو دلیل سے ثابت کرنا ہے اور وہ اس مقدمہ کے بغیر بھی ثابت ہے پس اگر کوئی مقدمہ زائد بھی ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ معلل نے اولی کو ترک کر کے ایک سے زائد مقدمہ کو ذکر کیا کہ اس کے ذکر کے بغیر بھی مطلوب حاصل ہے پس اولی فی التکلم کے ترک کا سوال بحث سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بیانہ وعن الخامس:۔ یہ جواب ہے اس پانچواں سوال کا کہ جو چیز آپ کی دلیل کی صحت کو لازم ہے وہ دلیل میں موجود نہیں جواب اس کا یہ کہ جو چیز دلیل کی صحت کو لازم ہے یا جس کے بغیر صحت دلیل ممکن نہیں وہ مقدمہ ہے اور اعتراض اسی مقدمہ پر ہوتا ہے پس وہ منع ہے جو منع کی تعریف میں داخل ہے کیونکہ ما قبل میں منع کی دو تعریفیں گذری ہیں ایک ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل اور دوسری ما لا یمکن صحۃ الدلیل وتمامہ بدونہ۔ یعنی پہلی تعریف کا یہ کہ مقدمہ وہ ہے جس پر صحت دلیل موقوف ہو عام ہے وہ دلیل کا جزء ہو یا جزء نہ ہو مثلاً شرط کہ وہ دلیل کا جزء نہیں لیکن اس پر صحت دلیل موقوف ہے یعنی دوسری تعریف کا یہ کہ مقدمہ وہ ہے جس کے بغیر صحت دلیل اور تمامیت دلیل ممکن نہ ہو۔

فلما تقرر ما ذکر لم یوجد بحث مسموع من السائل الاوان یکون داخلاً فی واحد من الثلاثۃ واما الغصب اذا کان بطریق البحث کما اذا تصدی السائل بنفی المقدمۃ المعینۃ ولم یتعرض بمنعها اصلاً فهو غیر مسموع ایضاً عند المحققین فلا یرد بہ النقض ایضاً

ترجمہ:۔ پس جب امور مذکورہ ثابت ہو گئے تو اب ایسی کوئی بحث موجود نہ رہی جو سائل سے مسموع ہو مگر وہ مذکورہ تینوں سوالوں میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہو گی۔ اور لیکن غصب جبکہ بطور بحث ہو مثلاً جبکہ سائل مقدمہ معینہ کی نفی کے درپے ہو اور اس کے منع کا قطعاً تعرض نہ کرے تو وہ بھی محققین کے نزدیک مسموع نہیں پس اس سے بھی نقض وارد نہ ہو گا۔

تشریح:۔ قولہ فلما تقرر:۔ یہ خلاصہ کلام ہے ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی کہ سائل کی بحث کا حصر صرف تین میں کیا گیا جبکہ ان تین کے علاوہ بھی ممکن ہے جواب یہ کہ سائل کا جو سوال قابل قبول ہے وہ تین یعنی نقض و معارضہ و منع میں سے کسی میں ضرور داخل ہے۔

قولہ واما الغصب:۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ بحث سائل میں ایک غصب بھی ہے جو مذکورہ تین سوالوں میں سے کسی میں داخل نہیں پس بحث سائل کا حصر تین بھی نہ ہوا۔ جواب یہ کہ غصب اگر بطور بحث ہو تو سائل کسی مقدمہ معینہ کی نفی تو کرتا ہے لیکن وہ کسی صورت میں قبول نہیں پس مقدمہ معینہ کی نفی اگر مذکورہ تین سوالوں میں سے کسی میں داخل

نہ ہو تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

قولہ ینفی النقل منہ۔ نفی و منع میں اگرچہ بظاہر اتحاد معلوم ہوتا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے کیونکہ نفی کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں مانتا لیکن وہ اسپر کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کرتا اور منع کا معنی طلب الدلیل ہے یعنی دلیل کا مطالبہ کرنا ہے

ثم لما فرغ من بیان الابحاث الستۃ اراد ان یبین الخاتمۃ فقال خاتمۃ قد علمت ان المناظرۃ کلہا سواء کانت بطریق طلب التصحیح او طلب الدلیل ای المنع او النقض او المعارضۃ متعلق بالاحکام الخبریۃ صریحۃ کانت تلک الاحکام کما فی الدعاوی او ضمنیۃ کما فی التعریفات یعنی ما لم یعتبر فی التعریف حکم ضمنی علی الحدود یکون ذلک التعریف تعریفاً لا یتصور المناظرۃ فیہ۔

ترجمہ:۔ پھر جب ماتن قدس سرہٗ ابحاث ستہ کے بیان سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے ارادہ فرمایا کہ وہ خاتمہ کو بیان کرے تو فرمایا (خاتمہ آپ معلوم کر چکے کہ تمام مناظرہ) عام ہے وہ طلب تصحیح کے طور پر ہو یا طلب دلیل یا منع یا نقض و معارضہ کے طور پر (کا تعلق احکام خبریہ کے ساتھ ہے خواہ) وہ احکام (صریحہ ہوں) جیسے دعووں میں (یا ضمنیہ) جیسے تعریفات میں یعنی جب تک تعریف میں محدود پر حکم ضمنی کا اعتبار نہ کیا جائے وہ تعریفات اس کی تعریف ہو گی۔ مناظرہ اسمیں متصور نہ ہوگا۔

تشریح:۔ قولہ ثم لما فرغ:۔ یہ بیان ہے آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط کا کہ ابحاث ستہ کے بیان سے جب ماتن قدس سرہٗ فارغ ہو چکے تو اب اس کے خاتمہ کو بیان کیا جاتا ہے چونکہ مناظرہ کی تمام بحثوں کا تعلق احکام خبریہ کے ساتھ ہے اور احکام خبریہ عام ہے کہ صریحہ ہوں جیسے دعاوی میں یا ضمنیہ ہوں جیسے تعریفات میں اور بحث کا تعلق مفرد و کلام انشائی کے ساتھ نہیں یہی مذہب محققین کا ہے لیکن بعض علماء نے مناظرہ کی بحثوں کا تعلق مفرد و کلام انشائی کو بھی قرار دیا ہے جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

قولہ سواء کانت:۔ متن میں جو کلہا ہے اس عبارت سے اسکی وضاحت بیان کی جاتی ہے کہ وہ طلب تصحیح کے طور پر ہو یا طلب دلیل یا منع یا نقض یا معارضہ کے طور پر اور طلب دلیل سے مراد دلیل کا مطالبہ کرنا ہے اور طلب دلیل سے مراد منع نہیں چونکہ منع کا ذکر بعد میں صراحۃً بطور تقابل ہے اور ان میں سے ہر ایک کا تعلق حکم خبری کے ساتھ ہے۔ حکم خبری عام ہے کہ صریح ہو جیسے دعاوی میں یا ضمنی ہو جیسے تعریفات میں چنانچہ انسان کی تعریف اگر حیوان ناطق سے کی جائے تو اسمیں حکم اگرچہ صراحۃً نہیں لیکن ضمناً موجود ہے چونکہ تعریف سے مقصود اس کے جامع و مانع ہونیکو بیان کرنا ہے

قولہ لا یتصور المناظرۃ:۔ مناظرہ کیلئے تعریف میں محدود پر حکم ضمنی کا اعتبار اسلئے ضروری ہے کہ مناظرہ کہتے ہیں دو متخاصم کی توجہ کو جو نسبت میں ہوتی ہے درستگی کو ظاہر کرنے کیلئے اور نسبت میں توجہ ہی کو حکم کہتے ہیں پس تعریف میں

مناظرہ کیلئے حکم کا ہونا ضروری ہے اگرچہ ضمناً ہی ہو ورنہ مناظرہ ہی متصور نہ ہوگا۔

ومایقال متصور المناظرۃ فی التعریف بلا اعتبار حکم ضمنی کما نبھناک علیٰ طریق اعتبارہ وکذا ایضح طلب تصحیح النقل فی الکلام الانشائی کما اذا قال احد قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او کعابر سبیل وفی المفرد کما اذا نقل تعریف شئی بمفرد

ترجمہ:۔ (اور جو کہا گیا کہ) مناظرہ تعریف میں (بلا اعتبار حکم ضمنی کے متصور ہوتا ہے) جیسا کہ ہم نے آپ کو اسی کے طریقہ اعتبار پر تنبیہ کیا (اسی طرح کلام انشائی میں تصحیح نقل کا مطالبہ درست ہوتا ہے) چنانچہ جب کوئی کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں آپ اس طرح زندگی گذاریں گویا آپ غریب ہیں یا راستہ کا مسافر! (اور مفرد میں) جیسے کہ جب کسی شئی کی تعریف مفرد کے ساتھ منقول ہو۔

تشریح:۔ بیانہ ومایقال: یعنی بعض علماء کا خیال ہے کہ بلا اعتبار حکم خبری کے بھی مناظرہ متصور ہو سکتا ہے پس تعریفات میں حکم ضمنی کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں اسی طرح کلام انشائی میں بھی مناظرہ کی بحثیں درست و صحیح ہیں اور اسمیں تصحیح نقل وغیرہ کا مطالبہ بھی درست ہے اسی طرح مفرد میں بھی مناظرہ متصور ہوگا چنانچہ کسی نے اگر کسی شئی کی تعریف مفرد کے ساتھ نقل کی تو اسمیں بھی تصحیح نقل کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

قولہ کما اذا قال:۔ یہ مثال ہے بعض علماء کے اس قول کی کہ کلام انشائی میں تصحیح نقل کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کن فی الدنیا کانک غریب او کعابر سبیل یعنی دنیا میں آپ اس طرح زندگی گذاریں گویا آپ غریب ہیں یا راستہ کے مسافر ہیں پس یہ انشاء ہے جسمیں تصحیح نقل کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے

اقول فیہ اشارۃ الی عدم تمامہ فانہ لا فساد فی صدق الحیوان الابیض علی فرس مثلاً مع عدم اعتبار کونہ تعریفاً للانسان وکذا انما یطلب فی قولہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا الخ تصحیح کونہ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو خبر لا تصحیح الانشاء کما یشھد بہ الوجدان اما المفرد فبعد ما بین الاول لا یحتاج الی البیان فھذا ای فھو ھذا ثم محل المناظرۃ المشھورۃ بین الجمہور والمنقول من واضع ھذا الفن وھو توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہاراً للصواب فلا یرد انہ یجوز ان یجعل المناظرۃ بما لا یلزم ھذا منہ علیٰ ذلک التقدیر مثل ان یقال المناظرۃ توجہ المتخاصمین فی شئی اعم من ان یکون نسبۃ اولا

ترجمہ:۔ (قول مذکور اگر تام ہو) اشارہ ہے اس کے تمام نہ ہونے کی طرف کیونکہ مثلاً فرس پر حیوان ابیض کے صادق ہونے میں کوئی فساد نہیں باوجودیکہ اس کا انسان کی تعریف ہونے میں کوئی اعتبار نہیں اسی طرح ان کے قول

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا الخ میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی تصحیح کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور وہ خبر ہے یہ تصحیح انشا نہیں چنانچہ وجدان اس کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن مفرد تو بعد اس چیز کے جو شروع میں بیان کیا گیا وہ بیان کا محتاج نہیں (تو منہدم ہوگی) یعنی وہ منہدم ہوگی (حد مناظرہ کی) جو مشہور ہے جمہور کے درمیان اور منقول ہے اس فن کے واضع سے اور وہ تعریف توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہاراً للصواب ہے پس یہ وارد نہ ہوگا کہ جائز ہے تعریف مناظرہ کی اس چیز سے کہ اس تقدیر پر اس کا منہدم ہونا لازم نہ آئے گا چنانچہ کہا جائے گا کہ مناظرہ کہتے ہیں دو جھگڑنے والے کا کسی شئی میں متوجہ ہونے کو عام ہے وہ شئی نسبت ہو یا نہ ہو۔

تشریح:۔ بیانہ لو تم: یہ رد ہے بعض علماء کے اس قول کا جو ماقبل میں مذکور ہوا کہ بلا اعتبار حکم ضمنی کے مناظرہ متصور ہو جاتا ہے اس کو تین طرح سے رد کیا گیا ایک یہ کہ یہ تسلیم ہی نہیں کہ بلا اعتبار حکم ضمنی کے بھی تعریفات میں مناظرہ ہو سکتا ہے اور کلام انشائی و مفرد میں بھی تصحیح کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے دوسرا دو یہ کہ اگر اسکو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے مناظرہ کی تعریف ہی باقی نہیں رہے گی۔

قولہ اشارۃ الی عدم:۔ یعنی لو تم سے یہ اشارہ ہے کہ بعض لوگوں کا مذکورہ قول عام درست نہیں کیونکہ اگر کوئی انسان کے متعلق یہ کہے کہ وہ حیوان ابیض ہے اور قائل انسان کی تعریف اور حکم ضمنی کہ جس کا مطلب جامع و مانع ہونا ہے، کا کوئی اعتبار نہ کرے تو اس کا مثلاً فرس پر صادق آنے میں کوئی فساد و حرج نہیں کیونکہ اسمیں حکم خبری نہیں۔ نہ صراحۃً اور نہ ضمناً اور اگر قائل یہ لحاظ کرے کہ حیوان ابیض انسان کی تعریف ہے تو اب اسمیں حکم ضمنی ہوگا کہ تعریف جامع بھی ہے اور مانع بھی اور اگر وہ فرس پر صادق آئے تو تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوگی جس سے معلوم ہوا کہ تعریفات میں بلا حکم خبری کے مناظرہ درست نہیں۔

قولہ لذا انما یطلب: یعنی اسی طرح بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا کہ کلام انشائیہ میں بھی ابحاث مناظرہ صحیح ہیں پس اسمیں تصحیح نقل کا مطالبہ جائز ہے کیونکہ انہوں نے ارشاد نبوی سے کلام انشائیہ میں تصحیح نقل کے مطالبہ کا جو حوالہ پیش کیا ہے وہ درست نہیں چونکہ تصحیح نقل کا مطالبہ انشاء میں نہیں بلکہ اسمیں ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے یا نہیں لہذا یہ خبر ہے انشاء نہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ ابحاث مناظرہ کا تعلق نسبت خبری اور حکم خبری کے ساتھ ہے کلام انشائیہ کے ساتھ نہیں۔

قولہ اما المفرد:۔ یعنی مفرد کہ اس کا حال بھی چونکہ شروع میں معلوم ہو گیا اسلئے وہ دوبارہ بیان کا محتاج نہیں یعنی اگر اسمیں حکم ضمنی کا اعتبار ہے تو اس میں مناظرہ ہو سکے گا اور اگر حکم ضمنی کا اعتبار نہیں تو مناظرہ

نہیں ہو سکے گا پس بعض علماء کا مذکورہ قول غلط ہوا کہ بلا اعتبار حکم ضمنی کے مناظرہ ہو سکتا ہے۔

قولہ ای ھذا وھذا ہم :- لفظ ہو کی تقدیر سے یہ اشارہ ہے کہ ھذا ہم خبر ہے ہو مبتدا محذوف کی خلاصہ یہ کہ بعض علماء کے قول کو اگر درست مان لیا جائے تو اس سے مناظرہ کی اس تعریف کا ہدم لازم آئیگا جو جمہور میں مشہور اور واضع فن سے منقول ہے اور وہ تعریف یہ ہے توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہارا للصواب

قولہ فلا یرد انہ :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ مناظرہ کی تعریف وہ نہیں جو آپ نے بیان کی ہے بلکہ اس کی تعریف یہ ہے توجہ المتخاصمین فی شئی اعم من ان یکون نسبۃ اولا یعنی دو جھگڑنے والے کا کسی شئی میں توجہ ہونے کو عام ہے وہ شئی نسبت ہو یا نسبت نہ ہو جواب یہ کہ مناظرہ کی تعریف سے یہاں مراد مطلق تعریف نہیں بلکہ وہ ہے جو جمہور میں مشہور اور اس فن کے واضع سے منقول ہے اور وہ تعریف وہ ہے جو متن میں ماقبل میں مذکور ہوئی یعنی توجہ المتخاصمین فی النسبۃ الخ

وتکثیر للقواعد البحث فان ما یرد علی التعریف لا یدخل فی شئی من المنوع الثلاثۃ من غیر ضرورۃ فانہ یمکن اعتبار النسبۃ وادراج الابحاث الواردۃ فی الابحاث المذکورۃ والتقلیل فی القواعد الیق بالضبط والحفظ

ترجمہ:- (اور قواعد بحث کو زیادہ کرنا ہے) اسلئے کہ وہ سوال جو تعریف پر وارد ہے منوع ثلاثہ میں سے کسی میں داخل نہیں (بلا ضرورت) کیونکہ ممکن ہے نسبت کا معتبر ہونا اور ان بحثوں کو داخل کرنا جو وارد ہیں ابحاث مذکورہ میں۔ اور تقلیل قواعد میں ضبط و حفظ کے زیادہ لائق ہے۔

تشریح :- بیانہ تکثیر للقواعد :- یہ تیسرا رد ہے بعض علماء کے قول کا کہ بلا اعتبار حکم ضمنی کے مناظرہ متصور ہو جاتا ہے تو قواعد بحث کا بلا ضرورت زائد ہونا لازم آئے گا۔ چونکہ اس تقدیر پر تعریفات پر وارد ہونے والا سوال منع و نقض و معارضہ میں سے کسی میں داخل نہ ہوگا اور بلا ضرورت مذکورہ سوالات کا تین میں حصر نہ رہے گا اور ان کے جوابات بھی علیحدہ طور پر دینے پڑیں گے۔

قولہ فان یمکن :- یعنی قواعد بحث کا بلا ضرورت کثیر ہونا اس وقت لازم آتا ہے جبکہ نسبت و حکم کا اعتبار نہ کیا جائے اور اگر نسبت و حکم کا اعتبار کیا جائے تو تعریف پر وارد ہونے والا سوال مذکورہ تینوں سوالات میں سے کسی میں ضرور داخل ہوگا اور ان کے جوابات بھی علیحدہ طور پر از سر نو دینے کی ضرورت نہ پڑیگی۔

قولہ والتقلیل :- یہ جواب ہے اس سوال کا کہ قواعد بحث اگر زائد ہو جائیں تو اس میں حرج کی بات

کیا ہے؛ جواب یہ کہ قواعد بحث میں تقلیل چونکہ ضبط و حفظ کے اعتبار سے زیادہ لائق و بہتر ہے اور تکثیر اس کا منافی! چنانچہ نبی کریم کا ارشاد ہے خیر الکلام ما قل و دل۔

وصیۃ ای ہٰذہٖ وصیۃ من الکتاب لناظرہٖ او من المصنف للمتعلمین سماہا وصیۃ لانہ فی آخر الکتاب کما یکون الوصیۃ فی آخر العمر لا یحسن الاستعجال فی البحث قبل الفہم بتمامہٖ و فی عدمہٖ فوائد للجانبین جانب المعلل و جانب السائل ـــــــــ

ترجمہ : ـــــــ (وصیتا) یعنی یہ وصیت ہے کتاب کی اس کے ناظر کیلئے یا وصیت ہے مصنف کی متعلمین کیلئے۔ ماتن قدس سرہٗ نے اس کا نام وصیت اسلئے رکھا کہ وہ کتاب کے اخیر میں ہے جس طرح وصیت اخیر عمر میں ہوتی ہے (بحث میں جلد بازی کرنا مستحسن نہیں) بتمامہ سمجھنے سے پہلے (اور جلد بازی نہ کرنے میں فوائد ہیں دونوں جانب کے لئے) ایک جانب معلل کیلئے اور دوسری جانب سائل کیلئے۔

تشریح : ـ قولہٗ ای ہٰذہٖ وصیۃ :۔ ہٰذہٖ کی تقدیر سے یہ اشارہ ہے کہ متن میں لفظ وصیۃ خبر ہے ہٰذہٖ مبتدا محذوف کی اور وصیت کا صلہ کتاب بھی ممکن ہے اور مصنف بھی۔ اگر کتاب ہو تو وصیت ناظرین کیلئے ہوگی اور اگر مصنف ہو تو وصیت طلبہ کیلئے ہوگی۔

قولہٗ سماہا وصیۃ :۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ابحاث مناظرہ کے متعلق جو کچھ بھی کتاب کے اخیر میں مذکور ہوا اس کو وصیت کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب یہ کہ وصیت جس طرح تقریباً اخیر عمر میں ہوتی ہے اسی طرح وہ چند مسائل بھی جو کتاب کے اخیر میں مذکور ہوتے ہیں اسی مناسبت سے ان چند مسائل کو وصیت کہا گیا۔

میانہ لا یحسن الاستعجال :۔ وصیت کے طور پر یہ چند ضروری مسائل مذکور ہیں کہ بحث میں جلد بازی سے کام لینا اچھی چیز نہیں پس مکمل بات سمجھنے سے پہلے خود بولنا نہ شروع کردے اور ایسا بھی نہیں کہ خود جلدی جلدی بولنا شروع کردے چونکہ عجلت نہ کرنے میں معلل و سائل دونوں کیلئے بہت سارے فوائد ہیں جن میں سے کچھ فوائد تو دونوں میں مشترک ہیں اور کچھ دونوں میں سے ایک کیلئے خاص ہیں۔

اما الکبہم فائدۃ لجانب المعلل فلانہ ربما یغیر الدلیل او یبین علیہ شئ کا یورد علیہ شئ او یحذف شیئاً او یذکر دلیل مقدمۃ نظریۃ او تنبیہ مقدمۃ خفیۃ فیسلم کلامہ عن مناقشۃ الخصم وایضاً ربما یقتضی المناظرۃ وسعۃ فی الوقت ولا وسعۃ فی ذلک لفوات امرھم دینی او دنیوی وایضاً ربما یقع فی البحث تقریباً کلام من علم آخر لا مہارۃ فیہ المعلل فیظہر جہلہ بین الناس وایضاً ربما یحصل من المناظرۃ

ترجمہ: ـــــ لیکن اس کا جانب معلل کیلئے فائدہ ہوتا تو وہ اس لئے کہ بسا اوقات دلیل کو بدل دیتا ہے اور اس پر کسی ایسی شئی کو زیادہ کر دیتا ہے جس کا وہ ارادہ نہیں کرتا یا کسی شئی کو حذف کر دیتا ہے یا مقدمہ نظریہ کی دلیل کو ذکر کرتا ہے یا مقدمہ خفیہ کی تنبیہ کو تو اس کا کلام خصم کے مناقشہ سے محفوظ ہو جائے گا اور نیز بسا اوقات مناظرہ کیلئے وقت میں وسعت ہوتی ہے اور جلد بازی میں کوئی وسعت نہیں ہوتی ان کے امر دینی و دنیوی کے فوت ہونے کی وجہ سے اور نیز بحث میں تقریباً علم آخر کا ایسا کلام واقع ہوتا ہے کہ جس میں معلل کو کوئی مہارت نہیں ہوتی تو لوگوں کے درمیان اس کی جہالت ظاہر ہوجائیگی اور نیز بسا اوقات مناظرہ سے سرکا جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

تشریح: ـــ قولہ اما کونہ فائدۃ[۱]: سب سے پہلے یہاں معلل کے جلد بازی نہ کرنے کے فوائد کو بیان کیا جائے گا پھر سائل کے فوائد کو بیان کرکے ان کے مشترکہ فوائد کو بیان کیا جائے گا لیکن معلل کے جلد بازی کرنے کے نقصانات اور نہ کرنے کے فوائد یہ ہیں کہ (۱) معلل جلد بازی کی وجہ سے کبھی غلط دلیل بیان کر دیتا ہے اور سائل کے اعتراض کرنے پر اس کو دلیل میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے (۲) جلدی بازی کی وجہ سے کوئی چیز کم ذکر کرتا ہے پھر اسکو اضافہ کرنا پڑتا ہے پس اگر معلل جلد بازی نہ کرے اور سوچ سمجھ کر شروع سے درست کلام کرے تو اس کو دلیل میں اضافہ کرنیکی ضرورت نہ پڑیگی۔ (۴) عجلت نہ کرنے پر معلل کبھی نظری مقدمہ پر دلیل دیتا ہے (۵) کبھی خفی مقدمہ پر تنبیہ پیش کرتا ہے اسی طرح وہ خصم اور سائل کے مناقشہ یعنی اعتراض سے محفوظ رہتا ہے (۶) مناظرہ کے وقت میں وسعت ہوتی ہے اور معلل جب جلد بازی کرے تو اس سے وقت میں وسعت ختم ہو جاتی ہے (۷) عجلت سے اہم دینی دنیوی معاملہ بھی فوت ہو جاتا ہے۔ دینی معاملہ اس طرح فوت ہوتا ہے کہ اس سے غلط مسئلہ سرزد ہوتا ہے اور دنیاوی معاملہ یہ کہ اسکی بے عزتی ہو جاتی ہے (۸) جلد بازی سے معلل کبھی ایسے علم کی بات شروع کر دیتا ہے جسمیں اس کو مہارت نہیں تو اس سے لوگوں میں معلل کی جہالت ظاہر ہو جاتی ہے (۹) جلد بازی سے سر بھی جھگڑنے لگ جاتا ہے جس سے معلل کو فائدہ کے بجائے نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے پس اگر معلل تحمل بردباری سے کام کرے تو وہ مذکورہ نقصانات سے حتی المقدور محفوظ رہے گا۔

واما[۱] کونہ فائدۃً لجانبِ السائلِ فلانہٗ ربما یخطاء بالاستعجالِ فی البحث فیظہر سماحۃ بحثہٖ[۲] ولانہ[۳] لعلہٗ یذکر المعلل بعد ذلک الکلامِ کلامًا یظہر بہ ما یخفیٰ علیہ من المرامِ وقد یذکر[۴] بعد ذکر الدلیل دلیلًا علیٰ مقدمۃٍ نظریۃٍ او تنبیہًا علیٰ خفیۃٍ فلا یحتاج الی اظہار جہلہ الذی مما یخف بہ الناسُ وربما[۵] یؤذن

الاستعجال فی البحث بالفساد خصوصًا فی ایامنا لکثرتہ وکثرۃ العناد اما الوجوہ الثلاثۃ الاخیرۃ فکونہا فائدۃ لجانب المعلل فمسلم ان تکون وجوہًا لکونہا فائدۃ لجانب السائل ایضًا کما لا یخفی۔

ترجمہ:۔ اور لیکن ان کا جانب سائل کیلئے فائدہ ہونا اسلئے ہیکہ بسا اوقات بحث میں جلدی کرنے سے غلطی سرزد ہوجاتی ہے پس اس سے بحث کی قباحت ظاہر ہوجائیگی اور وہ اسلئے ہیکہ شاید معلل اس کلام کے بعد ایسا کلام ذکر کرے گا کہ جس سے مخفی مقصد ظاہر ہوجائے گا اور کبھی معلل اس دلیل کو ذکر کرنے کے بعد نظری مقدمہ پر دلیل دے گا یا مخفی مقدمہ پر تنبیہ کریگا تو اس کے جہل کو ظاہر کرنیکی ضرورت پیش نہ آئیگی جس کا لوگ خوف کھاتے ہیں اور کبھی بحث میں جلد بازی فساد کا ذریعہ بنتی ہے خصوصًا ہمارے زمانہ میں لڑائی اور کثرت عناد کی وجہ سے اور لیکن اخیر تین صورتیں بہ سبب اس کے جانب معلل کیلئے فائدہ ہونیکی صلاحیت رکھے گا اس امر کی کہ وہ صورتیں بہ سبب ہونے اس کے جانب سائل کیلئے بھی فائدہ ہونے کے جیسا کہ وہ مخفی نہیں۔

تشریح:۔ قولہ[۱] واما کونہ فائدۃ:۔ جلد بازی نہ کرنے سے معلل کی طرح سائل کے بھی متعدد فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ سائل اگر جلد بازی کرے گا تو اس سے غلطی سرزد ہوجائے گا اور سائل کی بحث کی قباحت ظاہر ہوجائیگی اور وہ معلل کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوجائیگا اور اگر سائل جلد بازی نہ کرے تو اس سے غلطی سرزد نہ ہوگی اور معلل کو کچھ بھی کہنے کا موقعہ نہ ملے گا۔

قولہ[۲] ولانہ لعلہ:۔ دوسرا فائدہ سائل کے جلد بازی نہ کرنے کا یہ ہے کہ سائل جب عجلت نہ کریگا اور تحمل و بردباری سے بات کرے گا تو ممکن ہے معلل دعوی پر دلیل دینے کے بعد ایسا کلام کرے گا کہ جس سے سائل کے مخفی سوال کا جواب بھی حاصل ہوجائے اور سائل کو سوال کرنیکی ضرورت پیش نہ آئے گی اور اس کا مقصد بھی سوال کئے بغیر حاصل ہوجائے گا۔

قولہ[۳] قد یذکر:۔ تیسرا فائدہ سائل کے جلد بازی نہ کرنے کا یہ ہے کہ اس کے عجلت نہ کرنے سے ممکن ہے معلل دعوی پر دلیل دینے کے بعد دلیل کے نظری مقدمہ پر دلیل دے یا مخفی مقدمہ پر تنبیہ کرے اور لوگ جو معلل پر جہالت کا الزام پیش کرتے ہیں سائل کو اسے ظاہر کرنیکی ضرورت نہ پڑیگی۔

قولہ[۴] ربما یؤذن:۔ چوتھا فائدہ سائل کے جلد بازی نہ کرنے کا یہ ہے کہ بحث میں عجلت فساد کا سبب بنتی ہے خصوصًا اس زمانہ میں جنگ وجدال کی کثرت کی وجہ سے اس کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے اور اگر وہ عجلت نہ کرے تو جنگ وجدال سے بچا رہے گا۔

قولہ[۵] اما الوجوہ:۔ معلل کے جو آخری تین فوائد ہیں وہ سائل کیلئے بھی فوائد ہیں پس وہ معلل کے

سائل دونوں کیلئے مشترک ہیں۔ اور وہ تینوں فوائد یہ ہیں (۱) وسعت وقت تاکہ مناظرہ وقت سے پہلے ختم نہ ہو (۲) کسی دوسرے علم کی بحث شروع نہ کردینا (۳) سرکا نہ جھکانا۔

ومن جملۃ الواجب التکلم فی کل کلام بما ھو وظیفتہ کالکلام فی علم الکلام فانہ یجب ان یتکلم فیہا بالیقینیات المفیدۃ للاعتقاد لانہ لا یکفی فی الاعتقاد الامارۃ فلا یتکلم فی الیقینی ہو طالب الظنی کان یعارض دلیلاً قطعیاً کالقرآن بامارۃ ظنیۃ کالقیاس لانہ لا یفید۔

ترجمہ:۔ (اور) جملہ (واجب میں سے ہر اس کلام میں بات کرنا ضروری ہے جو اس کا وظیفہ ہے) جیسے علم کلام میں بات کرنا اس میں یقینیات کے ساتھ بات کرنا ضروری ہے جو اعتقاد کیلئے مفید ہو کیونکہ اعتقاد میں ظن کافی نہیں ہوتا (پس یقینی بات میں دلائل ظنی کے ساتھ کلام نہیں کیا جائے گا) کہ وہ معارض ہو دلیل قطعی کے جیسے قرآن معارض ہو دلائل ظنیہ مثلاً قیاس کے چونکہ وہ کسی شئی کا فائدہ نہیں دیتا۔

تشریح:۔ بیانہ ومن ا۔ یعنی اخیر میں یہ بات کرنا ضروری ہے کہ ہر کلام میں اس کے مطابق دلیل ہونی چاہیئے پس اگر بات یقینی ہو تو دلیل بھی یقینی ہونی چاہیئے اور اگر بات ظنی ہو تو دلیل بھی ظنی ہونی چاہیئے چنانچہ علم کلام کے کسی مسئلہ میں اگر بحث ہو تو اس کیلئے دلیل قطعی ضروری ہے جو مفید یقین ہو ایسی دلیل نہیں جو مفید ظن ہو۔

قولہ فلا یتکلم:۔ یہ تفریع ہے اس بات کی کہ یقینی بات میں دلیل ظن کافی نہیں ہوتا چنانچہ اگر کسی نے کوئی بات دلیل قطعی مثلاً قرآن سے ثابت کیا تو قیاس سے اس کا معارضہ نہیں کیا جائے گا چونکہ قیاس ظنی قطعی کا معارض نہیں ہوتا کیونکہ قرآن کے مقابل میں قیاس سے کسی چیز کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ولا یتکلم بالعکس ای لا یتکلم فی الظنی ہو طالب الیقینی ایضاً کان یتکلم فی الدلیل الظنی بانہ لا یفید المطلوب لاحتمال ان یکون کذا لان غرض المعلل اثبات الظن بذلک الشئی وکون الدلیل محتملاً لغیرہ لا ینافی ذلک کما اذا قال الطبیب السقمونیا مسہل للصفراء لانا تتبعنا فلم نجد فرداً منہ الا مسہلاً فیقول السائل یجوز ان یکون فرد من افراد السقمونیا غیر مسہل لکن ما وجدت فی تتبعک فان مثل ھذا السوال لا یفید شیئاً لان غرض الطبیب انما ھو اثبات الظن بکونہ مسہلاً لان جمیع قواعد الطب ظنیۃ وھذا الاحتمال لا ینافیہ

ترجمہ:۔ (اور نہ بالعکس کلام کیا جائے گا) یعنی ظنی بات میں دلائل یقینیہ کے ساتھ بھی کلام نہیں کیا جائے گا جس طرح دلیل ظنی میں کلام کیا جاتا ہے بایں طور کہ وہ مطلوب کا فائدہ نہیں دیتا اس احتمال کے سبب کہ

وہ اس طرح ہے کیوں کہ اس وقت معلل کی غرض اس شئی سے ظن کا اثبات ہے اور دلیل کا محتمل غیر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ جب طبیب کہے کہ سقمونیا صفرا کیلئے مسہل ہے چونکہ ہم نے تلاش وجستجو کیا تو مسہل کے علاوہ اس کا کوئی فرد ہم نہیں پاتے تو سائل کہے گا کہ جائز ہے افراد سقمونیا میں سے کوئی فرد مسہل نہ ہو لیکن تلاش وجستجو میں ہم نے نہیں پایا اسلئے کہ اس سوال کی مثل کسی شئی کا فائدہ نہیں دیتا کیونکہ طبیب کی غرض اس کے مسہل ہونے سے اثبات ظن ہے اسلئے کہ طب کے تمام قواعد ظنیہ ہوتے ہیں اور یہ احتمال اس کے منافی نہیں۔

تشریح:۔ بیانہ ولایتکلم بالعکس ا۔ یعنی کوئی مسئلہ ظنی اگر زیر بحث ہے تو اس کیلئے یقینی دلائل کی ضرورت نہیں چنانچہ کسی نے اگر اپنے دعوی کو دلیل ظنی سے ثابت کیا تو اگر مد مقابل دلیل ظنی میں اس طرح کلام کرے کہ آپ کی یہ دلیل اثبات مطلوب کیلئے مفید نہیں چونکہ اس میں فلاں احتمال بھی ممکن ہے اسلئے کہ یقینی دلیل سے اگر کسی دعوی کو ثابت کیا تو وہ احتمال ثابت کرنے سے باطل ہو جاتا ہے لیکن ظنی دلیل سے ثابت کیا ہوا دعوی احتمال سے باطل نہیں ہوتا چونکہ اس ظنی سے معلل کی غرض اثبات ظن ہے پس یہ دلیل اگرچہ غیر کا احتمال رکھتی ہے لیکن وہ معلل کی غرض کے منافی نہیں

قولہ کما اذا قال:۔ مسئلہ مذکور کو اس مثال سے واضح کیا گیا ہے کہ مثلاً اگر کسی طبیب نے یہ دعوی کیا کہ سقمونیا صفرا کیلئے مسہل ہے اور اس پر یہ دلیل ظن پیش کیا کہ تلاش وجستجو سے یہ معلوم ہوا کہ سقمونیا کا ہر فرد مسہل ہے تو سائل اسپر سوال کرتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ سقمونیا کا کوئی ایک فرد ایسا ممکن ہے جو مسہل نہ ہو لیکن وہ آپ کو معلوم نہیں پس دلیل مذکور پر سوال کا اب کوئی فائدہ نہ ہوگا چونکہ طب کے تمام قواعد ظنی ہوتے ہیں اور طبیب کا مقصد سقمونیا کے مسہل ہونے کا ظن ثابت کرنا تھا اور وہ ثابت ہو گیا تو یہ احتمال طبیب کے ظنی احتمال کے منافی نہیں چونکہ محض احتمال سے ظن باطل نہیں ہوتا۔

ثُمَّ ههنا امورٌ لابد للمناظر منها ذكرها فخر الدين الرازي فلنعدُّها الاول انه يجب على المناظران يحترز عن الاختصار في الكلام عند المناظرة كيلا يخل بالفهم والثاني أن يحترز عن التطويل لئلا يؤدي الى الاملال والثالث ان لا يستعمل الالفاظ الغريبة والرابع ان لا يستعمل الجمل المحتملة للمعنيين بلا قرينة معينة للمراد والخامس أن يحترز عما لا دخل له في المقصود لئلا يخرج الكلام عن الضبط لئلا يلزم البحث عن المطلوب والسادس أن لا يضحك ولا يرفع الصوت ولا يتكلم بكلام السفهاء عند المناظرة لانها من صفات الجهال ووظائفهم لانهم يسترون بها جهلهم والسابع أن يحترز عمن كان مهيبًا محترمًا اذ هيبة الخصم واحترامه ربما تزيل دقة نظره وحدة ذهنه والثامن

ان لا یحسب الخصم حقیراً لئلا یصدر عنه بسببه کلام ضعیف ویغلب علیه الضعیف

ترجمہ :- پھر یہاں چند ایسے امور ہیں جن کا مناظر کیلئے ہونا ضروری ہے اور یہ امور وہ ہیں جنکو امام فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے تو ہم دوبارہ ان کو بیان کرنا چاہتے ہیں امر اول یہ کہ مناظر پر یہ ضروری ہے کہ وہ کلام میں مناظرہ کے وقت اختصار سے احتراز کرے تاکہ وہ مخل بالفہم نہ ہو اور امر دوم یہ کہ وہ تطویل سے احتراز کرے تاکہ وہ ملال پیدا کرنے والا کلام کیطرف نہ پہنچے اور امر سوم یہ کہ وہ الفاظ نادرہ کا استعمال نہ کرے اور امر چہارم یہ کہ وہ ان جملوں کو استعمال نہ کرے جو مراد پر بلا قرینہ معینہ کے دو معنوں کا محتمل ہو اور امر پنجم یہ کہ وہ اس چیز سے احتراز کرے جس کا مقصود میں کوئی دخل نہ ہو تاکہ کلام ضبط سے خارج نہ ہو اور تاکہ مطلوب سے دوری لازم نہ آئے اور امر ششم یہ کہ وہ مناظرہ کے وقت نہ ہنسے اور نہ آواز کو بلند کرے اور نہ احمقانہ کلام کرے کیونکہ وہ باتیں جاہلوں کی صفات اور ان کے طریقوں سے ہیں اسلئے کہ وہ ان باتوں سے اپنی جہالت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور امر ہفتم یہ کہ وہ دبدبہ دقابل احترام شخص سے احتراز کرے کیونکہ خصم کی ہیبت اور اس کا احترام وقت نظر اور ذہن کی تیزی کو زائل کر دیتی ہے اور امر ہشتم یہ کہ وہ مد مقابل کو حقیر نہ سمجھے تاکہ اسکی وجہ سے ضعیف کلام سرزد نہ ہو اور اس کے سبب سے ضعیف آدمی اس پر غالب نہ آئے۔

تشریح:- قولہ ثم ھھنا:- مذکورہ امور کے علاوہ تیرہ[۱۳] امور اور بھی ہیں جن میں سے آٹھ تو امام فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے اور پانچ کو شارح اپنی طرف سے بیان فرمائیں گے لیکن وہ آٹھ جن کو امام رازی نے بیان کیا ہے ان میں سے ایک یہ کہ مناظر بوقت مناظرہ کلام میں اختصار سے احتراز کرے تاکہ اختصار مقابل کیلئے مخل فی الفہم کا سبب نہ ہو دوم یہ کہ مناظر طول کلام سے پرہیز کرے تاکہ خصم بے مقصد کلام طویل سنکر پریشان نہ ہو سوم یہ کہ مناظر سرج جیسے غریب و نادر الفاظ کا استعمال نہ کرے چہارم یہ کہ مراد کو معین کرنیوالا قرینہ کے بغیر دو یا دو سے زائد معنوں والا جملوں کے استعمال سے احتراز کرے پنجم یہ کہ مناظر ایسے کلام سے پرہیز کرے جس کا مقصود میں کوئی دخل نہ ہو تاکہ کلام ضبط سے خارج نہ ہو اور مطلوب سے دوری لازم نہ آئے ششم یہ کہ مناظر کے وقت مناظر نہ ہنسے اور نہ ہی چلا کر زور سے بولے اور نہ ہی احمقانہ و جاہلانہ کلام کرے چونکہ وہ جاہلوں کی صفات و طریقوں سے ہیں اور جہلاء اس قسم کی باتوں سے اپنی جہالت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ ہفتم یہ کہ دبدبہ دقابل احترام شخصیت سے مناظرہ نہ کرے چونکہ بسا اوقات ایسے شخص کے دبدبہ و احترام سے مناظرہ کی وقت نظر اور ذہن کی تیزی زائل ہو جاتی ہے ہشتم یہ کہ مناظر مد مقابل کو حقیر نہ سمجھے چونکہ اسکو حقیر سمجھنے سے خود اس سے کمزور بات صادر ہو جاتی ہے اور خصم اس پر غالب آجاتا ہے۔

وَاَقُولُ مستعیناً بہ تعالیٰ انہ ینبغی للمناظر ان لا یقصدَ اسکاتَ الخصم فی زمانٍ قلیلٍ لانہ قد یصدر بالسرعۃ مقدماتٌ واھیۃٌ توجبُ غلبۃَ الخصمِ وان لا یجلسَ حینَ المناظرۃِ متکئاً جلسۃَ الامراءِ بل جلسۃَ الفقراءِ لانّ ھذہٖ مما یوجب اجتماعَ الذھن وخلوصہٗ عن الانتشارِ وان لا یکون جائعاً بکثرۃِ الجوعِ ولا عطشاً بکثرۃِ العطشِ لانھما یوجبانِ سرعۃَ الغضبِ المنافیۃِ للمناظرۃِ ولا ممتلیاً کلَّ الامتلاءِ ایضاً لانہ یوجبُ جمودَ الطبیعۃِ وخمودَ شعلۃِ القریحۃ

ترجمہ: — میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہ مناظر کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ خصم کو تھوڑے وقت میں چپ کرانے کا مقصد نہ کرے اسلئے کہ جلد بازی میں کچھ ایسے کمزور مقدمات صادر ہوتے ہیں جنکی وجہ سے خصم کا اسپر غلبہ ضروری ہو جاتا ہے اور یہ کہ مناظرہ کے وقت امیروں کی طرح ٹیک لگا کر نہ بیٹھے بلکہ فقیروں کیطرح بیٹھے کیوں کہ اس سے ذہن کا مجتمع ہونا اور انتشار سے بچے رہنا ضروری ہے اور یہ کہ مناظر زیادہ بھوکا نہ ہو اور نہ ہی زیادہ پیاسا ہو کیوں کہ بھوک و پیاس سے آدمی کو غصہ بہت جلد آجاتا ہے جو مناظرہ کے منافی ہے اور نہ ہی مناظر انتہائی آسودہ اور پیٹ بھرا ہو کیونکہ آسودہ ہونا طبیعت کی سستی اور ذہنی ذکاوت کے شعلے کے بجھ جانے کو واجب کرتا ہے۔

تشریح: — قولہ اقول مستعیناً۔ مناظر کیلئے یہ مزید پانچ فوائد شارح نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے اول یہ کہ مناظر مدمقابل کو نہایت کم وقت میں چپ کرانے کا مقصد نہ کرے اسلئے کہ کم وقت میں کبھی جلد بازی سے کچھ ایسے کمزور مقدمات صادر ہو جاتے ہیں کہ جنکی وجہ سے مدمقابل اسپر غالب آجاتا ہے دوم یہ کہ مناظر بوقت مناظرہ امیروں کیطرح کسی چیز کا سہارا لیکر نہ بیٹھے کہ اس میں اندیشہ غفلت ہے بلکہ فقیروں کی طرح دو زانوں ہو کر عاجزانہ طور پر بیٹھے۔ اسلئے کہ اس سے ذہن کا مجتمع ہونا اور انتشار سے بچے رہنا یقین ہو جاتا ہے سوم یہ کہ مناظر زیادہ بھوکا نہ ہو چہارم یہ کہ مناظر زیادہ پیاسا بھی نہ ہو کیونکہ بھوک و پیاس کی وجہ سے کافی ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور اس ضعف کی وجہ سے اسکو کافی غصہ آجاتا ہے اور اس سے اچھی بات سرزد نہیں ہوتی۔ پنجم یہ کہ مناظر زیادہ آسودہ اور پیٹ بھرا بھی نہ ہو کیونکہ اس سے طبیعت میں سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے اور اس سے ذہن کا شعلۂ ذکاوت کم ہو کر بجھ جاتا ہے اور مناظر نامراد ہو کر خائب و خاسر ہو جاتا ہے۔

ہذا آخر ما الفہ العبد المحتاج الیٰ رحمۃ ربہ الہادی محمد احمد عبد محمد شبیر الغفور نوری الرشیدی النعیمی الاشرفی قد کان شرعہ سادس وعشرین من رمضان من سنۃ ثانی وعشرین بعد الالف واربع مائۃ (۲۶ رمضان ۱۴۲۲ھ) وقد فرغ عنہ فی حادی وعشرین من ذی قعدہ من سنۃ ثالث وعشرین بعد الالف واربع مائۃ (۲۱ ذو قعدہ ۱۴۲۳ھ) من ہجرۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم والحمد للہ اولاً وآخراً علیٰ مزید نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ وآلہ وصحبہ ظاہراً وباطناً

الشريفية متن المناظرة الرشيدية

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا مانع لحکمہ ولا ناقض لقضائہ وقدرہ والصلوۃ علی سید نا الانبیاء وسند اولیائہ و علی احبابہ المحارضین لاعدائہ۔ وبعد ھذہ قواعد البحث متضمنۃ لما یجب استحضارھا فی فن المناظرۃ الباحث عن کیفیۃ البحث صیانۃ للذھن عن الضلالۃ مرتبۃ علی مقدمۃ و ابحاث وخاتمۃ اما المقدمۃ

فغی التعریفات

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا۔ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کہ جس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں اور نہ اس کے قضاء و قدر کا کوئی توڑنے والا ہے اور صلوٰۃ نازل ہو انبیاء کے سردار اور اس کے اولیاء کی سند پر اور آپ کے ان احباب پر جو آپ کے دشمنوں سے لڑنیوالے ہیں اور حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ بحث کے قواعد ہیں جو ان امور کو مشتمل ہیں جن کا استحضار فن مناظرہ میں ضروری ہے ایسا فن مناظرہ کہ جو ذہن کو غلطی سے بچانے کیلئے کیفیت بحث سے بحث کرنیوالا ہے دراں حالیکہ وہ ایک مقدمہ اور چند بحثوں اور ایک خاتمہ پر مرتب ہیں۔ لیکن مقدمہ تو وہ تعریفات کے بیان میں ہے۔

المناظرۃ توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہارا للصواب والمجادلۃ ھی المنازعۃ لا لاظہار الصواب بل لالزام الخصم والمکابرۃ ھذہ الا انہ لا لالزام الخصم ایضا والنقل ھو الاتیان بقول الغیر علی ما ھو علیہ بحسب المعنی مظہرا انہ قول الغیر تصحیح النقل ھو بیان صدق نسبۃ الی المنقول عنہ والمدعی من نصب نفسہ لاثبات الحکم بالدلیل او التنبیہ والسائل من نصب نفسہ لنفیہ وقد یطلق علی ما ھو اعم

ترجمہ: مناظرہ کہتے ہیں دو چیزوں کے درمیان نسبت و حکم میں دو جھگڑا نیوالوں کا اظہار صواب کیلئے متوجہ ہونے کو اور مجادلہ کہتے ہیں باہم مباحثہ کرنے کو لیکن اظہار صواب کیلئے نہیں بلکہ الزام خصم کیلئے اور مکابرہ میں باہم مباحثہ کرنے کو کہا جاتا ہے لیکن وہ نہ اظہار صواب کیلئے ہوتا ہے اور نہ ہی الزام خصم کے لئے اور نقل کہتے ہیں غیر کے قول کو جیسے کہ وہ حقیقۃ ہے باعتبار معنی یہ ظاہر کرتے ہوئے لانا کہ وہ غیر کا قول ہے اور تصحیح نقل کہتے ہیں جو قول منقول عنہ کی طرف منسوب ہے اس کی نسبت کے صدق کے بیان کرنے کو اور مدعی اس کو کہتے ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو اثبات حکم کیلئے مقرر کیا ہو اثبات حکم خواہ دلیل سے ہو یا تنبیہ سے اور سائل وہ ہے جس نے اپنے آپ کو مدعی کے ثابت کردہ مدعی کی نفی کیلئے

مقرر کیا ہو اور رسائل کا اطلاق کبھی اس سے عام پر بھی ہوتا ہے۔

وَالدعویٰ ما یشتمل علی الحکم المقصود اثباتہ ویسمی ذلک مسئلۃً ومبحثاً ونتیجۃً وقاعدۃً وقانوناً والمطلوب اعم تصوریٌ او تصدیقیٌ ویسمی مطلباً ایضاً وقد یقال المطلب لما یطلب بہ التصورات والتصدیقات ثم التعریف اما حقیقی یقصد بہ تحصیل صورۃ غیر حاصلۃ فان علم وجودھا فبحسب الحقیقۃ والا فبحسب الاسم واما لفظی یقصد بہ تفسیر مدلول اللفظ والدلیل ھو المرکب من قضیتین للتادی الی مجھول نظری وان ذکر ذلک لازالۃ خفاء البدیہی یسمی تنبیھاً وقد یقال لملزوم العلم دلیلٌ وملزوم الظن امارۃٌ

ترجمہ:۔۔۔ اور دعویٰ اس قضیہ کو کہتے ہیں جو ایسے حکم پر مشتمل ہو جس کا ثابت کرنا مقصود ہو اور اسی کو مختلف حیثیتوں سے مسئلہ و بحث و نتیجہ و قاعدہ و قانون بھی کہا جاتا ہے اور مطلوب عام ہے دعویٰ سے خواہ تصوری ہو یا تصدیقی اور مطلوب کو مطلب بھی کہا جاتا ہے اور مطلب کبھی اسکو بھی کہا جاتا ہے جس کے ساتھ تصورات و تصدیقات کو طلب کیا جائے پھر تعریف آیا حقیقی ہوگی اور تعریف حقیقی وہ ہے جس کے ساتھ کسی غیر حاصلہ صورت کی تحصیل کا قصد کیا جائے اور اگر اس غیر حاصلہ صورت کا پہلے سے علم ہو تو وہ تعریف حقیقی بحسب الحقیقۃ ہے ورنہ تعریف حقیقی بحسب الاسم ہے اور لیکن تعریف لفظی وہ ہے جس کے ساتھ لفظ کے مدلول کی تفسیر کا قصد کیا جائے اور دلیل وہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے تاکہ کسی مجہول نظری تک پہونچا دے اور اگر کسی دعویٰ کے بعد مرکب من قضیتین کو بدیہی کے ازالۂ خفا کیلئے ذکر کیا جائے تو اس کو تنبیہ کہا جائے گا اور کبھی ملزوم علم کو دلیل اور ملزوم ظن کو امارت کہا جاتا ہے۔

والتقریب سوق الدلیل علی وجہ یستلزم المطلوب والتعلیل تبیین علۃ الشیئ والعلۃ ما یحتاج الیہ الشیئ فی ماھیتہ او فی وجودہ وجمیعہ یسمی علۃ تامۃ والملازمۃ وھو کون الحکم مقتضیاً لاٰخر الاول یسمی ملزوماً والثانی لازماً والمنع طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ ویسمی مناقضۃ ونقضاً تفصیلیاً ایضاً والمقدمۃ ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل والسند ما یذکر لتقویۃ المنع ویسمی مستنداً ایضاً والنقض ابطال الدلیل بعد تمامہ متمسکاً بشاھد یدل علی عدم استحقاقہ للاستدلال بہ وھو استلزامہ فساداً ما وفصل بدعوی التخلف او لزوم المحال ویسمی نقضاً اجمالیاً ایضاً فالشاھد ما یدل علی فساد الدلیل

ترجمہ:۔ اور تقریب کہتے ہیں دلیل کے اس طرح چلانے کو کہ وہ مطلوب کو مستلزم ہو اور تعلیل کہتے ہیں شئی کی علت کے بیان کرنیکو اور علت وہ ہے کہ شئی اپنی ماہیت یا وجود میں جس کا محتاج ہو اور

شئ اپنی ماہیت و وجود دونوں میں جس کا محتاج ہو وہ شئی کی علت تامہ کہلاتی ہے اور ملازمہ کہتے ہیں ایک حکم کا دوسرے حکم کے تقاضہ کرنیکو، حکم اول کو ملزوم کہا جاتا ہے اور حکم دوم کو لازم اور منع کہتے ہیں مقدمہ معینہ پر دلیل کے طلب کرنیکو اور اس کو مناقضہ اور نقض تفصیلی بھی کہا جاتا ہے اور مقدمہ وہ ہے جس پر صحت دلیل موقوف ہو اور سند وہ ہے جو منع کی تقویت کیلئے بیان کیا جائے اور اس کو مستند بھی کہا جاتا ہے اور نقض کہتے ہیں دلیل کے پورا ہونیکے بعد سائل کا کسی ایسے شاہد کے ساتھ تمسک کرتے ہوئے باطل کرنے کو جو شاہد اس بات پر دلالت کرے کہ وہ دلیل استدلال کے مستحق نہیں اور وہ یعنی عدم استحقاق اس دلیل کا کسی فساد کو مستلزم ہونا ہے اور اس فساد کی تفصیل دعوی تخلف سے کالئی ہے اور دوسری لزوم محال سے اور اس نقض کو نقض اجمالی بھی کہا جاتا ہے اور شاہد وہ ہے جو فساد دلیل پر دلالت کرے۔

والمعارضۃ اقامۃ الدلیل علی خلاف ما اقام الدلیل علیہ الخصم فان اتحد دلیلاھما او صورتھما فمعارضۃ بالقلب و معارضۃ بالمثل والا فمعارضۃ بالغیر والتوجیہ ان یوجہ المناظر کلامہ الی کلام الخصم والغصب اخذ منصب الغیر ثم للبحث ثلاثۃ اجزاء مبادی ھی لتعیین المدعی واوساط ھی الدلائل و مقاطع ھی المقدمات التی ینتھی البحث الیھا من الضروریات والظنیات المسلمۃ عند الخصم فلنشرع فی الابحاث وھی تسعۃ

ترجمہ:۔ اور معارضہ کہتے ہیں جس پر خصم نے دلیل قائم کی ہے اس کے خلاف پر دلیل قائم کرنے کو پس اگر ان دونوں یعنی مدعی و خصم کی دونوں دلیل متحد ہوں یا ان دونوں دلیلوں کی صورت متحد ہوں تو بتقدیر اول معارضہ بالقلب ہوگا اور بتقدیر دوم معارضہ بالمثل ہوگا اور اگر دونوں دلیلیں مادۃً اور صورۃً متحد نہ ہوں تو معارضہ بالغیر ہے اور توجیہ کہتے ہیں مناظر کا اپنے کلام کو خصم کی طرف متوجہ کرنیکو اور غصب کہتے ہیں دوسرے کے منصب کے لیلینے کو پھر بحث کے تین اجزاء ہیں (۱) مبادی اور وہ تعیین مدعی ہے (۲) اور اوساط اور وہ اوساط دلائل ہیں (۳) اور مقاطع اور وہ مقدمات ہیں کہ جن پر بحث کی انتہاء و خاتمہ ہو مقدمات خواہ ضروریہ ہوں یا ایسے ظنی مقدمات ہو کہ جو خصم کے نزدیک مسلم ہوں تو اب ہم بحث کو شروع کرتے ہیں وہ کل نو ہیں۔

والبحث الاول فی طریق البحث و ترتیبہ الطبعی یلتزم الخصم البیان بعد الاستفسار و یواخذ بتصحیح النقل شیئا و بالتنبیہ و بالدلیل ان ادعی بدیھیا خفیا او نظریا مجھولا فاذا اقام الدلیل تمنع مقدمۃ معینۃ منہ مع السند او مجردا عنہ فیجاب بابطال السند لجد اثبات التساوی او یجاب باثبات المقدمۃ الممنوعۃ مع التعرض بما تمسک بہ و ینقض باجمال الوجھین و یعارض

باحد الوجوہ الثلاثۃ فیجاب بالمنع او النقض او المعارضۃ ویجوز بالتغییر او التحریر فی الکل مطلقاً واما التنبیہ فیتوجہ علیہ ذلک ولا یکثر نفعہ اذ لم یقصد بہ اثبات الدعوی فلا یقدح فی ثبوتہ المستغنی من الاثبات بخلاف الاستدلال ـــــ

ترجمہ: ـــ اور پہلی بحث طریقہ بحث اور اس کی ایسی ترتیب طبعی میں ہے کہ استفسار کے بعد خصم اس کے بیان کا التزام کرے اگر اس نے کسی چیز کو نقل کیا تو خصم اس سے تصحیح نقل کا مواخذہ کرے گا اور اگر اس نے کسی بدیہی خفی کا دعوی کیا تو خصم تنبیہ کے ساتھ مواخذہ کرے گا یا اس نے نظری مجہول کا دعوی کیا تو خصم دلیل کے ساتھ مواخذہ کرے گا پس جب مدعی نے کوئی دلیل قائم کی تو اس کے مقدمہ معینہ کو مع السند یا مجرد عن السند منع کیا جائے گا تو اس کا جواب اثبات تساوی کے بعد ابطال سند کے ساتھ دیا جائے گا یا جس کے ساتھ اس نے تمسک کیا ہے اس کا تعرض کرتے ہوئے مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کے ساتھ جواب دیا جائے گا اور سائل نقض کی دو قسموں میں سے کسی ایک قسم کے ساتھ دلیل پر نقض کیا یا معارضہ کی تین قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ معارضہ کرے تو اس کو منع یا نقض یا معارضہ کے ساتھ جواب دیا جائے گا اور تمام سوالوں میں مطلقاً تغییر یا تحریر کے ساتھ جواب دینا جائز ہے اور لیکن تنبیہ تو اس پر بھی تینوں اعتراض وارد ہو سکتے ہیں لیکن یہ کوئی زیادہ مفید نہیں کیونکہ تنبیہ سے اثبات دعوی مقصود نہیں پس تنبیہ پر اعتراض سے ثبوت دعوی میں کوئی خرابی نہیں اسلئے کہ یہ دعوی کے بدیہی ہونیکی وجہ سے وہ اثبات سے مستغنی ہے برخلاف استدلال دلیل کے کیونکہ دلیل پر اعتراض سے اثبات دعوی میں خلل واقع ہوتا ہے۔

والبحث الثانی التعریف الحقیقی لاشتمالہ علی دعاوی ضمنیۃ یمنع وینقض ببیان الاختلال فی طردہ و عکسہ ویعارض بغیرہ فیجاب بما علم طریقہ واستصعب فی الحدود الحقیقیۃ دون الاعتباریۃ کاللفظیۃ فانہا لاستلزام الحکم تمنع ایضاً ویدفع بمجرد نقل او وجہ استعمال او بیان ارادۃ واعلم ان الاطلاق الممنوع ھناک بطریق الاستعارۃ ویحتمل الحقیقۃ ـــــ

ترجمہ: ـــ اور دوسری بحث یہ کہ تعریف حقیقی دعاوی ضمنیہ پر مشتمل ہونیکی وجہ سے قضیہ ہے تو اس پر منع وارد کیا جائے گا اور اسپر نقض بھی کیا جائے گا اس کے جامع و مانع ہونیکے خلل کو بیان کرتے ہوئے اور کسی دوسری تعریف کے ساتھ اس کا معارضہ بھی کیا جائے گا تو ان کا جواب ماقبل مذکور طریقہ سے دیا جائے گا اور تعریفات حقیقیہ پر منع کا جواب مشکل ہے اور تعریفات اعتباریہ پر تعریفات لفظیہ کی طرح اعتراض کا جواب مشکل نہیں کیونکہ تعریفات حکم کو مستلزم ہیں تو ان پر بھی منع وارد کیا جائے گا اور اس کا جواب محض نقل

یا طریق استعمال یا بیان مراد کے ساتھ دیا جائے گا اور آپ جان لیں کہ ممنوع کا اطلاق یہاں یعنی تعریفات میں بطور استعارہ ہے اور وہ حقیقت کا بھی احتمال رکھتے ہیں۔

وَالبحثُ الثالثُ یستبان مما ذکرنا عدمُ توجہِ المنعِ حقیقۃً علی النقلِ والدعوی حیثُ لم یقصد ارجاعہ الی المقدمۃِ کالنقضِ والمعارضۃِ وقیل انما الممنوعُ منعُ المنقولِ من حیث ھو منقولٌ لعدمِ التزامِ صحتِہ وقد جرت کلمتھم علی انہ لا یجوز طلبُ التصحیحِ والتنبیہِ والدلیلِ علی المعلومِ مطلقاً بوجہٍ آخر وذلک اذا لم یکن المقصودُ معلومیتہ بطریقٍ آخر ولا یلزم من بطلانِ الدلیلِ بطلانُ المدلولِ

ترجمہ:۔ اور تیسری بحث یہ کہ ہمارے ما قبل بیان مذکور سے منع حقیقی کا نقل اور دعوی پر متوجہ نہ ہونا واضح ہے جبکہ مانع نے منع کے مقدمہ کی طرف رجوع کرنے کا قصد نہ کیا ہو اور بعض علماء نے کہا کہ منقول من حیث ہو منقول پر منع ممنوع ہے چونکہ ناقل نے اسکی صحت کا التزام نہیں کیا اور اہل مناظرہ کا کلام اس امر پہ متفق ہے کہ معلوم پہ آسے کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرنے کیلئے مطلقاً تصحیح اور تنبیہ اور دلیل کا مطالبہ جائز نہیں اور مطالبہ کا جائز نہ ہونا یہ اس وقت ہے جبکہ اس کو کسی دوسرے طریقہ سے معلوم کرنا مقصود نہ ہو اور دلیل کے بطلان سے مدلول کا بطلان لازم نہیں آتا۔

وَالبحثُ الرابعُ منعُ مقدمۃٍ معینۃٍ او اکثر صریحۃً او ضمنیۃً یکون بناءُ الکلامِ علیہ جائزٌ ومنعُ المعلومِ مطلقاً مکابرۃٌ دونَ منعِ الخفی ومقدمۃِ التنبیہِ فانہ یجوز تجوزاً ومنعُ المقدمۃِ علی منعِ مقدمۃٍ اخری علی تقدیرِ التسلیمِ سواء کان فی التردیداتِ او لا یکون فیھا علی تفاوتٍ وقد لا یضر المنع فللمعلل ان یردد ویقول ان کانت المقدمۃ ثابتۃً فیتم الدلیلُ والا فالدعوی ثابتۃٌ علی ذالک التقدیر ایضاً وقیل بخلافہ ایضاً ویستحسن توقفُ المانعِ الی اتمامِ الدلیلِ وقیل بخلافہ دون النقضِ والمعارضۃِ فان التوقفَ فیھما واجبٌ وقالوا یجوز نقضُ ادعی فیہ البداھۃ الی منعِ البداھۃ مع السندِ وفیہ نظرٌ ویندرج الحلُ فی المنعِ لنوعِ مناسبۃٍ وان خالفہ بوجہٍ اذ یقصد بہ تعیینُ موضعِ الغلطِ المفھوم

ترجمہ:۔ اور چوتھی بحث یہ کہ ایک مقدمہ معینہ ہو یا زیادہ مقدمات ہوں خواہ وہ صریحہ ہو یا ضمنیہ کہ جن پر دلیل کا مدار ہے منع اس پر جائز ہے اور معلوم مطلقاً یعنی ہر لحاظ سے معلوم مقدمہ کا منع مکابرہ ہے اور مقدمہ خفی اور مقدمہ تنبیہ کا منع مکابرہ نہیں کیونکہ وہ منع بطور مجاز جائز ہے اور منع مقدمہ اس حال میں کہ وہ کسی دوسرے مقدمہ پر مرتب ہو بتقدیر تسلیم عام ہے تردیدات میں ہو یا تردیدات میں نہ ہو تو وہ منع تفاوت پر ہے کبھی واجب

ہو گا اور کبھی جائز اور منع کبھی مفر نہیں ہوتا تو معلل تردید کے ساتھ جواب دے گا اور کہے گا کہ مقدمہ اگر ثابت ہے تو دلیل تام ہے ورنہ دعویٰ بھی اس تقدیر پر ثابت ہے اور اسکے خلاف بھی کہا گیا ہے کہ مدعی آیا مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرے گا یا نئی دلیل دے گا اور اتمام دلیل تک مانع کا توقف مستحسن ہے اور بعض علماء نے اس کے خلاف کہا ہے کہ عدم توقف مستحسن ہے نہ کہ نقض و معارضہ کیونکہ ان دونوں میں توقف اتمام دلیل تک واجب ہے اور اہل مناظرہ نے کہا کہ اس حکم کا نقض جائز ہے کہ جسمیں بداھت کا دعویٰ کیا گیا ہے کیونکہ وہ نقض منع ہے السند کی طرف راجع ہے اور اس نقض کے رجوع الی المنع میں اعتراض ہے اور حل منع میں ایک قسم کی مناسبت کی وجہ سے داخل ہے اگرچہ کسی وجہ سے اسکے مخالف بھی ہے اسلئے کہ حل کا مقصد جس غلطی سے غلط فہمی ہوئی اس غلطی کے محل کی نشاندہی ہے

وَالبحثُ الخامسُ من جملةِ المعلومِ ان السندَ الصحيحُ ملزومٌ لخفاءِ المقدامۃِ ومقوٍ للمنعِ ولو بزعمِ المانعِ فلا يجوزُ ان يكون اعمَّ مطلقًا ولا من وجهٍ ومن ههنا قالوا امّا من مقدمةٍ الا يمكن منعہٗ مستندًا بما ذهب اليه السوفسطائيه لكن الحكيم يعدّہٗ مكابرةً ويذكر في الاكثرِ بعدہٗ لم لا يجوز ولم لا يكون او كيف لا وواوُ الحالِ وقد يذكر كلمةُ انما ايضًا وقد يذكر شئ لتقويةِ السندِ ولتوضيحہٖ بصورةِ الدليلِ ولا يحسن البحثُ فيہ ولا في السندِ سوىٰ ما استثنى ولا يلزمہٗ اثباتہٗ ولا يجوز اثباتُ منافي المقدمةِ المعينةِ واما بعدها فيجوز ويكون مناقضةً على سبيلِ المعارضةِ للزومِ الغصبِ من غيرِ ضرورةٍ بخلافِ النقضِ والمعارضةِ تبصرة السندُ الاخصُّ هو ان يتحقق المنعُ مع انتفائہٖ ايضًا من غيرِ عكسٍ ومع العكسِ اعمُّ مطلقًا او من وجهٍ وليس لسندٍ في الحقيقةِ كما عرفتہٗ والمساوي اَنْ لا ينفك احدُهما عن الاخرىٰ صورتي التحقق والانتفاءِ

ترجمہ:۔ اور پانچویں بحث یہ کہ معلومات میں سے یہ ہے کہ سند صحیح مقدمہ ممنوعہ کے خفا کا ملزوم اور مقوی للمنع ہوتی ہے اور اگر زعم مانع کے مطابق ہو تو سند صحیح کا منع سے نہ اعم مطلق ہونا جائز ہے اور نہ اعم من وجہ اس وجہ سے اہل مناظرہ نے کہا کہ ہر مقدمہ کیلئے منع مع السند ممکن ہے۔ سوفسطائیہ اسی طرف گئے ہیں لیکن فلسفی اس کو مکابرہ شمار کرتا ہے اور منع کے بعد اکثر لم لا یجوز اور لم لا یکون یا کیف لا اور واؤ حالیہ کو ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کلمہ انما کو بھی ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی تقویت سند اور اسکی توضیح کیلئے کسی چیز کو بصورت دلیل ذکر کیا جاتا ہے اور بحث اسمیں مستحسن نہیں اور نہ سند میں بھی ماسوی استثنائی صورتوں کے بحث مستحسن ہے اور اس کا اثبات لازم ہے اور مقدمہ معینہ کے منافی کا اثبات جائز نہیں اور لیکن اثبات مقدمہ کے بعد اس کے منافی کا اثبات جائز ہے اور یہ مناقضہ برسبیل معارضہ ہوگا غصب بلا ضرورت کے لزوم کی وجہ سے برخلاف نقض و معارضہ کے۔ تبصرہ سند اخص یہ ہے

اس کے انتفاء کے باوجود بھی منع متحقق ہوتا ہے اس کا برعکس نہیں اور سند ملکس مذکور کے ساتھ مقرون ہو تو وہ منع سے اعم مطلق یا اعم من وجہ ہوگی اور وہ حقیقت میں سند نہیں جیسا کہ آپ نے معلوم کیا اور سند مساوی یہ ہے کہ تحقق و انتفاء کی دونوں صورتوں میں کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتا۔

والبحثُ السادسُ لا یُسمع النقضُ مِن غیرِ شاہدٍ بخلافِ المناقضۃِ والفرقُ ثابتٌ و اما منعُ الدلیلِ واجراءُ الدلیلِ فی غیرِہٖ فقد لا یکون بعینہٖ وقد یحتاج الشاھدُ الی دلیلٍ او تنبیہٍ وقد یسمی القدحُ فی طردِ التعریفِ وعکسِہٖ نقضاً ودفعُ الشاھدِ قد یکون بمنعِ جریانِ الدلیلِ او بمنعِ التخلفِ او باظہارِ ان التخلفَ لمانعٍ او بمنعِ استلزامِہٖ للمحالِ او بمنعِ الاستحالۃِ

ترجمہ:۔ اور چھٹی بحث یہ کہ نقض شاہد کے بغیر مسموع نہیں ہوتا برخلاف مناقضہ کے اور دونوں میں فرق ثابت ہے اور یہ غیر مدلول میں اجراء دلیل لا بعینہ ہوتا ہے اور شاہد کبھی دلیل یا تنبیہ کی طرف محتاج ہوتا ہے اور کبھی اعتراض کو مجازاً تعریف کے جامع و مانع ہونے میں نقض کہا جاتا ہے اور شاہد کا جواب کبھی جریان دلیل کو منع کرکے دیا جائے گا یا تخلف کو منع کرکے یا اس بات کا اظہار کرکے ساتھ کہ تخلف کسی مانع کی وجہ سے ہے یا اس کا محال کو مستلزم ہونے کو منع کرکے یا استحالہ کو منع کرکے ہے۔

والبحثُ السابعُ نفیُ المدلولِ من غیرِ الدلیلِ مکابرۃٌ لا تُسمع ونفیہ مع اقامۃِ السائلِ الدلیلَ علیہ قبلَ اقامۃِ المدعی الدلیلَ علیہ غصبٌ وبعد اقامۃِ الدلیلِ علیہ معارضۃٌ وھل یشترط فیہا تسلیمُ دلیلِ الخصمِ ولو من حیث الظاہرِ ام لا الاولُ اشہرُ والثانی اظہرُ لکن یلزم حصرُ وظیفۃِ السائلِ فی المنعِ والنقضِ ومن ثَمَّہُنا التزمَ بعضُھم تقریرَھا مطلقاً بطریقِ النقضِ وقیل المعارضۃُ فی القطعیاتِ راجعۃٌ الی النقضِ ویسمی معارضۃً فیہا النقضُ دونَ النقلیاتِ وقیل ھو المعارضۃُ بالقلبِ اخوانِ والتغایرُ بالاعتبارِ۔ تتمہ۔ ترددَ بعضُھم فی جوازِ المعارضۃِ علی المعارضۃِ وفی المعارضۃِ بالبداھۃِ والدلیلِ علی البدیہی والمبین بالدلیلِ والحقُ جوازُہٗ ومنہ ادعوا انہ اذا عورضَ البدیہی بالبرھانِ کان احقَّ بالاعتبارِ کالنقلی بالعقلی الا اذا افاد النقلی القطعَ متبعرۃَ المرادَ بخلافِ المدلولِ فی مفہومِہما ما تیناول النقضَ والاخصَّ والمساوی لہا

ترجمہ:۔ اور ساتویں بحث یہ کہ مدلول کی نفی بلا دلیل کے مکابرہ ہے جو قابل سماع نہیں اور مدعی پر دلیل قائم کرنے سے پہلے سائل کا اس کی نفی پر دلیل قائم کرکے مدلول کی نفی کرنا غصب ہے اور مدلول پر اقامت دلیل کے بعد معارضہ ہے اور کیا معارضہ میں دلیل خصم کا مان لینا شرط ہے یا نہیں؟ اگرچہ ظاہر کے اعتبار سے ہو اول

یعنی شہرۃ ہونا زیادہ ظاہر ہے لیکن دوسری صورت میں سائل کے وظیفہ یعنی شہرۃ ہونا زیادہ مشہور ہے اور دوم یعنی شہرۃ ہونا زیادہ ظاہر ہے بعض علماء نے بطور نقض تقریر معارضہ کا التزام کیا ہے اور یہ کہا گیا کا منع اور نقض میں حصر لازم آتا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے بطور نقض تقریر معارضہ کا التزام کیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ قطعیات میں معارضہ نقض کی طرف راجع ہے اور اس کو معارضہ فیہا النقض کہا جاتا ہے نہ کہ نقلیات میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معارضہ فیہا النقض اور معارضہ بالقلب دونوں ہم مثل ہیں اور ان کے درمیان فرق اعتباری ہے تتمہ بعض علماء نے معارضہ علی المعارضہ اور معارضہ بالبداہۃ اور دلیل علی البدیہی اور مبین بالدلیل کے جواز میں تردد کیا ہے اور اس کا جائزہ ہونا حق ہے اور اسی وجہ سے اہل مناظرہ نے دعویٰ کیا کہ جب بدیہی کا برھان کے ساتھ معارضہ کیا جائے تو وہ حق بالاعتبار ہوگا جس طرح نقلی دلیل کا عقلی دلیل کے ساتھ معارضہ احق بالاعتبار ہے لیکن جب نقلی دلیل قطعیت کا فائدہ دے۔ تبصرہ۔ مراد معارضہ کے مفہوم خلاف مدلول سے یہ ہے کہ جو اس کی نقیض اس کے اخص اور اس کے مساوی کو شامل ہے۔

والبحثُ الثامنُ قد تنقض المقدمۃ او تعارض بعد اقامۃ الدلیل علیہا مناقضۃً علی سبیل المعارضۃ او علی سبیل النقض وذلک لوجود معنی المنع فیہ بالنسبۃ الی الدلیل الذی ہی مقدمۃ وقیل قبلہما ایضًا للحلم بلزوم الفساد علی ای حالٍ وانت تعلم انہ لا یلائم تقریرہ بصورۃ المنع لتحقق مادۃ السناد وقد وقع النقض علیہا بانضمامہا الی مقدمۃ حقۃ فی نفسہا لیلزم المحالُ

ترجمہ:۔ اور آٹھویں بحث یہ کہ کبھی دلیل کے مقدمہ پر نقض کیا جاتا ہے یا اس پر اقامت دلیل کے بعد معارضہ کیا جاتا ہے دوسری صورت کو مناقضہ بر سبیل معارضہ کہا جاتا ہے اور پہلی صورت کو مناقضہ بر سبیل نقض کہا جاتا ہے اور وہ اس لئے کہ جس دلیل کا یہ مقدمہ ہے اس اعتبار سے اسمیں منع کے معنی پایا جاتا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ اوقات دلیل سے پہلے بھی مقدمہ پر نقض و معارضہ ہو سکتا ہے جس حال میں بھی لزوم فساد کا علم ہو اور آپ کو معلوم ہے کہ منع کی دو صورت میں اسکی تقریر مناسب نہیں مادۂ سند کے تحقق ہونیکی وجہ سے اور اس مقدمہ پر نقض واقع ہوتا ہے کہ اس کو کسی نفس الامری مقدمہ کے ساتھ ملانے سے محال لازم آئے۔

البحثُ التاسع لا یحسن ایرادُ النقض والمعارضۃ اذا کان المستدلُ مشککًا مغالطًا لانہ لا یدعی حقیقۃ مقالہ بل غرضہ ایقاعُ الشکِ وھو باقٍ دون المناقضۃ واذا اجتمع الممنوعُ الثلاثۃُ فالمنع احق بالتقدیم لانہ فی الاخیرین یعدل السائلُ عما ھو حقہ والمعارضۃُ احقُ بالتاخیر لانہا قدحٌ فی صحۃ الدلیل ضمنًا وقیل یتقدمُ النقضُ علی المناقضۃ وہما علی المعارضۃ

ترجمہ:- اور نویں بحث یہ کہ نقض و معارضہ وارد کرنا اچھا نہیں جبکہ مستدل کا مقصد شک میں ڈالنا اور مناظرہ دینا ہو کیونکہ سائل اپنی بات کے حق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس کی غرض شک میں ڈالنا ہے اور وہ باقی ہے۔ مناقضہ کرنا اچھا نہیں اور جب منوع ثلاثہ جمع ہو جائیں تو منع احق بالتقدیم ہے کیونکہ اخیر دونوں میں سائل کا اپنے حق سے عدول ہے اور معارضہ احق بالتاخیر ہے چونکہ وہ ضمناً صحت دلیل پر اعتراض ہے اور بعض علماء نے کہا کہ نقض مناقضہ پر مقدم ہوتا ہے اور نقض و مناقضہ دونوں معارضہ پر مقدم ہیں۔

تکملۃ۔ نقضُ لحصرِ لقدحِ الدلیلِ اِمّا لعدمِ استلزامہ للدعویٰ اولاحتیاجہ الی مقدمۃٍ اولاستدراکہا اوبالمصادرۃِ علی المطلوبِ اومنعِ مایلزم صحۃَ الدلیلِ فیجابُ عن الاولِ وعن الثانی وعن الرابعِ بانہٗ ان کان بشاھدٍ منقضٌ والا فمکابرۃٌ ویجابُ عن الثالثِ بانہ لاینافی غرضَ المناظرِ وعن الخامسِ بتفسیرِ المقدمۃِ بمایتوقفُ علیہ صحۃُ الدلیلِ اوماکالایمکن بدونہ

ترجمہ:- دلیل پر اعتراض کی وجہ سے حصر بحث میں اعتراض ہے یا دلیل کے دعویٰ کو مستلزم نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی مقدمہ کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے یا استدراک مقدمہ کی وجہ سے یا مصادرہ علی المطلوب کی وجہ سے یا جس کو صحت دلیل لازم ہے اس کو منع کی وجہ سے پس جواب اعتراض اول و دوم و چہارم کا اس طرح دیا جائے گا کہ اگر وہ شاہد کے ساتھ ہے تو نقض کہلائے گا ورنہ مکابرہ کہلائے گا اور جواب اعتراض سوم کا اس طرح دیا جائے گا کہ یہ غرض مناظر کے منافی نہیں اور جواب اعتراض پنجم کا مقدمہ کی تفسیر مایتوقف علیہ صحۃ الدلیل کے ذریعہ دیا جائے گا یا مقدمہ کی تفسیر اس طرح کی جائیگی کہ جس کے بغیر دلیل ممکن نہ ہو۔

خاتمۃ۔ قد علمتَ ان المناظرۃَ کلّھا متعلقٌ بالاحکامِ صریحۃً کانت اوضمنیۃً ومایقال یتصورُ بلا اعتبارِ حکمٍ ضمنی وکذا یتحقق طلبُ تصحیحِ النقلِ فی الکلامِ الانشائیِ وفی المفردِ لوتمّ فھدمٌ لحدِ المناظرۃِ وتکثیرٌ لقواعدِ البحثِ من غیرِ ضرورۃٍ ووصیتہ لایحسنُ الاستعجالُ فی البحثِ وفی عدمہٖ فوائدُ للجانبینِ ومن الواجبِ التکلمُ فی کلِ کلامٍ بماھو وظیفۃٌ فلا یتکلم فی الیقینی بوظائفِ الظنی ولا بالعکسِ

ترجمہ:- خاتمہ۔ آپ معلوم کر چکے کہ تمام مناظرین کا تعلق احکام کے ساتھ ہے۔ احکام خواہ صریح ہوں یا ضمنی اور وہ جو کہا جاتا ہے کہ ضمنی حکم کا اعتبار کئے بغیر مناظرہ متحقق ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح کلام انشائی و مفرد میں تصحیح نقل کا مطالبہ درست ہے۔ اولاً یہ قول تام نہیں۔ اگر وہ قول تام ہو تو اس سے حد مناظرہ منہدم

ہو جائے گی اور بلا ضرورت قواعد بحث کو زیادہ کرنا ہے۔ وصیت۔ بحث میں جلد بازی مستحسن نہیں اور جلد بازی نہ کرنے میں جانبین کیلئے فوائد ہیں اور جانبین کیلئے ہر اس کلام میں تکلم ضروری ہے جو اس کا وظیفہ ہے پس یقینی میں دلائل ظنی کے ساتھ کلام نہیں کیا جائے گا۔

ہذا ایضاً کتبہ محمد المدعو بمجد شبیر الفورنوی الرشیدی النعیمی الاشرفی بن منشی
محمد عبد الشکور الشاہدی الرشیدی غفر لہما المولی الغنی
المتوطن کھگڑاہ خانقاہ کشن گنج، بہار
(ہند)